بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَۃٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝

تفسیر قادری

الموسوم بہ اسم تاریخی

تفسیر کشف القلوب

۱۹ ھ ۱۳

(از)

امام المفسرین حافظ کلام مبین ابو الوفا حضرت سید الشیوخ مولانا سید شاہ محمد عمر حسینی قادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ

تکملہ

از

مرشدنا و مولانا حضرت سید محمد پادشاہ حسینی قادری لئیق رحمۃ اللہ علیہ

حصہ اول **جلد چہارم**

[۲۸] قصص [۳۵] فاطر

تفسیر قادری اب ویب سائیٹ پر بھی: www.ata-e-habeeb.org

تفسیرِ قادری کی ویب سائیٹ

www.ata-e-habeeb.org

تفسیرِ قادری حصہ اول جلد پنجم کے ساتھ فہرست معجم (ضمنی عنوانات)

منسلک ہے جو سید غوث محی الدین حسینی صاحب قادری نصرالحق کی مرتبہ ہے

اس فہرست کی مدد سے کسی معین و مخصوص مضمون کے مباحث کی فہرست جو مختلف مقامات پر

پھیلے ہوئے ہیں ایک ہی جگہ دیکھی جا سکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری (تفسیر کشف القلوب)

حصہ اول کے مؤلف : سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

والد کا اسمِ شریف : مولانا مولوی میر پرورش علی رفعت پناہ قدس سرہ
المعروف سید محمد پادشاہ حسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سن ولادت و وفات : ۱۲۸۲ھ ۱۳۳۰ھ

مقامِ ولادت وفات : حیدرآباد دکن

دیگر تصانیف : فرائض قادری، (منظوم جس میں چاروں مذاہب کے وراثت کے مسائل جمع ہیں۔
رہبرِ طریقت، مصطلحاتِ تصوف، صحیفۂ معرف، تحفہ فاروقیہ وغیرہ
وغیرہ۔ پٹنہ کے رسالہ تحفہ حنیفہ میں بھی اکثر آپ کے مسلسل مضامین شائع
ہوتے رہے ہیں۔ جن میں بعض مشاہیر کی کتابوں کے ترجمہ بھی شامل
ہیں۔ کلامِ خلیقؒ کے نام سے آپ کا مختصر کلام بھی شائع ہوا ہے۔

حصہ دوم اور حصہ سوم کے مؤلف:

شیخ الاسلام مولانا مولوی سید محمد پادشاہ حسینی لئیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

والد کا اسم شریف : سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

سن ولادت وفات : ۱۳۱۷ھ ۱۳۸۴ھ

مقام ولادت ووفات : حیدرآباد۔

دیگر تصانیف : تصریفِ قادری، جس میں عربی کے مصادر اوران کا اُردو اور فارسی میں ترجمہ ہے۔
ماثورہ دعاؤوں کی کئی کتابیں، ماہنامہ نور، ماہنامہ خلیق اور مختلف روزناموں
میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ کلامِ لئیقؔ کے نام سے
آپ کا کلام بھی شائع ہوا ہے۔ صدر مجلس علماءِ دکن کے معتمد کی حیثیت سے
آپ کے خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

دیگر تفصیلات حصہ اول جلد اول میں مختصر تعارف میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری الموسوم تفسیرِ کشف القلوب (۱۳۱۹ھ)

پہلا حصہ	۱۷۔سورہ بنی اسرائیل تا ۴۸۔سورہ فتح ۱ تا ۲۰۲۵	از سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی القادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ
دوسرا حصہ تیسرا حصہ	۴۹۔سورہ حجرات تا ۱۱۴۔سورہ ناس ۱۔سورہ فاتحہ تا ۲سورہ بقرہ (صرف ابتدائی [۳۶] آیتیں)	شیخ الاسلام سید محمد بادشاہ حسینی القادری لئیق رحمۃ اللہ علیہ

۱ پہلا حصہ جلد اوّل ۱۷۔سورہ بنی اسرائیل تا ۱۹۔سورہ کہف ۱ تا ۴۳۴	۲ پہلا حصہ جلد دوم ۲۰۔سورہ مریم تا ۲۲سورہ حج ۴۳۵ تا ۷۷۲	۳ پہلا حصہ جلد سوم ۲۳۔سورہ مؤمنون تا ۲۷۔سورہ نمل ۷۷۳ تا ۱۲۰۸	۴ پہلا حصہ جلد چہارم ۲۸۔سورہ قصص تا ۳۵۔سورہ فاطر ۱۲۰۹ تا ۱۶۲۲	۵ پہلا حصہ جلد پنجم ۳۶۔سورہ یٰس تا ۴۸۔سورہ فتح ۱۶۲۳ تا ۲۰۲۵
۶ دوسرا حصہ جلد اول ۴۹۔سورہ حجرات تا ۵۳۔سورہ نجم ۱ تا ۷۰۱	۷ دوسرا حصہ جلد دوم ۵۴۔سورہ قمر تا ۵۷۔سورہ حدید ۷۰۲ تا ۱۳۳۶	۸ دوسرا حصہ جلد سوم ۵۸۔سورہ مجادلہ تا ۶۶۔سورہ تحریم ۱۳۳۷ تا ۱۹۱۱	۹ دوسرا حصہ جلد چہارم ۶۷۔سورہ ملک تا ۷۷۔مرسلات ۱۹۱۲ تا ۲۶۱۸	۱۰ دوسرا حصہ جلد پنجم ۷۸۔سورہ نبا تا ۹۲۔سورہ لیل ۲۶۱۹ تا ۳۲۲۸
۱۱ دوسرا حصہ جلد ششم ۹۳۔سورہ ضحیٰ تا ۱۰۴۔سورہ ھمزہ ۲۶۱۹ تا ۳۷۰۴	۱۲ دوسرا حصہ جلد ہفتم ۱۰۵۔سورہ فیل تا ۱۱۴۔سورہ ناس ۳۷۰۵ تا ۴۱۱۰	۱۳ تیسرا حصہ ۱۔سورہ فاتحہ تا ۲۔سورہ بقرہ [۳۶] آیتیں ۱ تا ۴۱۶		

اس طرح یہ تفسیر (۱۵) ویں پارہ سے آخر سورہ ناس تک جملہ (۱۳) جلدوں میں سولہ پارہ + سورہ فاتحہ + سورہ بقرہ کی ۳۶ آیتوں پر مشتمل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنہ ۱۳۱۹ھ

تفسیر قادری

الموسوم بہ اسم تاریخی تفسیر کشف القلوب

کتاب :- حصّہ .... اول .... جلد .... چهارم

تفسیر سورۃ .... [۲۸] قصص تا سورۃ .... [۳۵] فاطر ....

پارہ .... پارہ ....

تصنیف :-

(۱) حصّہ اول :- سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الفتح

پارہ ۱۵ تا پارہ ۲۶ تین جلدوں میں

از الشیخ سید حافظ سید محمد عمر حسینی قادری خلیق قدس سرہٗ العزیز

(سنہ ۱۲۸۲ھ سنہ ۱۳۳۰ھ)

(۲) اور حصّہ دوم سورۃ الحجرات تا سورۃ الناس سات جلدوں میں

(۳) حصّہ سوم سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرہ ایک جلد

(صرف ابتدائی ۳۶ آیتیں)

تکملہ از شیخ الاسلام سید محمد بادشاہ حسینی لیئق رحمۃ اللہ علیہ (سنہ ۱۳۱۷ھ - سنہ ۱۳۸۴ھ)

سالِ اشاعت :- حصّہ اول - سنہ ۱۳۱۹ھ سے سنہ ۱۳۳۰ھ تک (سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۱۹۱۱ء)

(ماہانہ پرچوں کی شکل میں ہر ماہ دو جز یعنی (۳۲) صفحات)

حصّہ دوم و حصّہ سوم - سنہ ۱۳۷۲ھ تا سنہ ۱۳۸۴ھ (سنہ ۱۹۵۲ء تا سنہ ۱۹۶۴ء)

مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری مدظلہ العالی کے حکم سے مولوی سید علی حسینی علیؔ مرحوم و مغفور کے فرزند سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق نے

فہرست مضامین میں آیتوں اور سورتوں کے نمبروں کے اضافہ کیساتھ ماہانہ پرچوں کو ایک جگہ کر کے اسے کتابی شکل دی۔ جو پرچے دستیاب نہ ہو سکے ان کی زیراکس کاپیاں حاصل کرلی گئیں ہیں۔

نوٹ :۔ **تفسیر قادری** اور السید الشیوخ قدس سرہ العزیز کی دوسری کتابوں کے متعلق تفصیلات سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق سے حاصل کی جاسکتی ہیں

پتہ

مکان نمبر :19-3-1086/1

بند گلی روبرو فلک نما بس ڈپو،

انجن باولی، فلک نما، حیدرآباد 56۔

فون : 24460038

سل : 9490748463

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۔ نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ النبی الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین ؕ

الحمد للہ تفسیر قادری کے ماہانہ پرچوں کو ایک جگہ کرکے اسے کتابی شکل دی گئی ہے تاکہ اسکے نسخے مختلف کتب خانوں اور ریسرچ سنٹرس میں عام استفادہ کیلئے رکھوا دیئے جاسکے ۔

تفسیرِ قادری تین حصوں میں ہے۔

پہلا حصہ :- سورۃ بنی اسرائیل (۱۵ واں پارہ) تا سورۃ الفتح (۲۶ واں پارہ)

دوسرا حصہ :- سورۃ الحجرات (۲۶ واں پارہ) تا سورۃ الناس (۳۰ واں پارہ)

تیسرا حصہ :- سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ (صرف ابتدائی ۳۶ آیاتِ کریمہ)

حضرت سید الشیوخ حافظ کلام مبین ابوالوفا سید محمد عمر حسینی قادری خسلیق قدس سرہٗ العزیز نے ۱۳۱۹ھ میں سورہ بنی اسرائیل سے تفسیر قادری کی اشاعت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس تفسیر کا تاریخی نام "تفسیر کشف القلوب" ہے آپ ہر نمازِ جمعہ کے بعد مکہ مسجد میں تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی تفسیر سے ہزاروں افراد ظاہری و باطنی فیض پاتے رہے۔ ساتھ ہی شائقین نے تفسیر کی اشاعت کا تقاضہ بھی شروع کردیا۔ اس وقت تک چودہ پاروں کی تفسیر تقریباً مکمل ہوچکی تھی۔ اور پندرہواں پارہ شروع ہونے والا تھا۔ چنانچہ اسی سے اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کردیا گیا۔ اسطرح تفسیر قادری ہر ماہ (۳۲) صفحات پر شائع ہوتی رہی یہاں تک کہ یہ سلسلہ ۱۳۳۰ھ میں حضرت سید الشیوخ (رحمۃ اللہ علیہ) کے انتقال کی وجہ سے سورۃ فتح کی تفسیر تک پہنچکر رک گیا۔

سیدیؒ نے ۱۳۲۴ھ میں تفسیر قادری کا مقدمہ تحریر فرمایا جو بجائے خود ایک مستقل رسالہ ہے جسمیں اُن اصولوں کا ذکر ہے جو جنکا خیال ایک مفسر کو رکھنا ہے۔ جن کتابوں اور تفسیروں سے استفادہ کیا گیا ہے انکا اور انکے مصنفین کا بھی ذکر ہے۔ اور بہت سی مفید باتیں ہیں جنکا جاننا ہر ایسے شخص کیلئے ضروری ہے جو قرآنِ کریم

سے ظاہری و باطنی فیض پانے کا متمنی ہو۔

اہمیت کے پیش نظر مقدمہ کی کاپیاں دوسرے حصہ کیساتھ بھی منسلک کردی گئی ہیں

سید الشیوخ رح کے انتقال کے بعد آپکے صاحبزادے اور جانشین شیخ الاسلام مولانا سید محمد بادشاہ حسینی لئیق قدس سرہ العزیز نے مکہ مسجد میں تفسیر کے سلسلے کو جاری رکھا لیکن تفسیر کی اشاعت چاہنے کے باوجود ایک طویل عرصے تک ممکن نہ ہوسکی۔ ۱۳۷۲ھ میں تقریباً اکتالیس سال بعد آپنے سورۃ فتح کی دوبارہ اشاعت سے اس مقدس کام کی دوبارہ ابتداء کی اور سورۃ الحجرات سے سورۃ الناس تفسیر کی تکمیل فرمائی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام قدس سرہ نے پہلے پارہ سے چودہ پاروں تک تفسیر کی تکمیل کا ارادہ فرمایا تھا لیکن آپنے ابھی سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ البقرہ کی ابتدائی (۳۶) آیتوں ہی کی تفسیر فرمائی تھی کہ ۱۳۸۴ھ میں آپکے انتقال سے یہ سلسلہ بھی یہیں رک گیا۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرتؒ ہی کے اہل خاندان میں اسی نہج پر اس اہم کام کی تکمیل فرمائیں۔ اور اس تشنگی کو کم کریں۔

یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فہرست مضامین کو ایک جگہ کرتے ہوئے اسمیں سورتوں اور آیات کریمہ کے نمبروں کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ یہ اضافہ محض اسلئے کیا گیا ہے دوران تلاوت یا پھر کسی اور وقت کسی آیت کی تفسیر دیکھنے کا خیال ہو تو اسے فوری آیت کے نمبر کے حوالے سے نکال لیا جاسکے۔

فہرست مضامین کے ساتھ فہرست معجم بھی تیار کرلی گئی ہے۔ جسپر نظر ثانی ہونی ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کی کاپیاں بعد میں سورۃ الفتح اور سورۃ الناس کے بعد منسلک کردی جائینگی۔ سہولت کیلئے تفسیر قادری کی حسب ذیل جلدیں تیار کی گئی ہیں۔ جو پرچے نہیں مل سکے اُن کی زیراکس کاپیاں لگادی گئیں ہیں تاکہ سٹ مکمل ہو۔

پہلا حصہ جلد اوّل } مقدمہ تفسیر قادری — تفسیر سورۃ بنی اسرائیل (۱۵ واں پارہ) تا سورۃ الحج (۱۷ واں پارہ)

جلد دوم:- تفسیر سورۃ "المومنون (۱۸ واں پارہ) تا سورۃ الفاطر (۲۲ واں پارہ)

جلد سوم:- تفسیر سورۃ یٰسٓ (۲۲ واں پارہ) تا سورۃ فتح (۲۶ واں پارہ)

دوسرا حصہ جلد اوّل } تفسیر سورۃ الحجرات (۲۶ واں پارہ) تا سورۃ النجم (۲۷ واں پارہ)

جلد دوم تفسیر سورۃ القمر تا سورۃ الحدید
(۲۷ واں پارہ)

جلد سوم تفسیر سورۃ مجادلہ تا سورۃ تحریم
(۲۸ واں پارہ مکمل)

جلد چہارم :- تفسیر سورہ ملک تا سورہ المرسلات
(۲۹ واں پارہ مکمل)

جلد پنجم :- تفسیر سورہ نباء تا سورۃ اللیل
(۳۰ واں پارہ)

جلد ششم :- تفسیر سورۃ الضحیٰ تا سورۃ الھمزہ
(۳۰ واں پارہ)

جلد ہفتم :- تفسیر سورۃ تا سورۃ الناس
(۳۰ واں پارہ)

تیسرا حصہ :- مقدمہ، تفسیر سورۃ فاتحہ، سورہ البقر
کی ابتدائی (۳۶) آیتوں کی تفسیر

تاریخ ۲ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
۳ جولائی ۱۹۹۲ء
بروز جمعہ

حق تعالیٰ ان تمام حضرات کو جنہوں نے اس سلسلے میں کوشش کیں ہیں جزائے خیر عطاء فرمائیں اور خوش رکھیں۔
میری خاص دُعائیں برادر طریقی مولوی سید علی حسینی مرحوم و مغفور کے فرزند سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق سلمہ کے لئے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں ہمیشہ خوش رکھیں اور اُن کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب امت کیلئے کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں! اسے قبول کریں۔

آمین

والحمد للہ رب العالمین

مولانا
حبیب محمد عمر حسینی قادری
مدظلہ العالی

قادری چمن، حیدرآباد

کلامِ صوفیہ

کلام صوفیہ جو قرآن میں ہے۔ وہ اشارات اُن باریکیوں کے طرف ہیں جو سالکوں کیلئے کشف ہوتے ہیں اور ظاہر معنی سے اسکی تطبیق ممکن ہوتی ہے اور یہ کمالِ ایمان اور محض عرفان ہے۔ اور جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ ظاہر معنی ہرگز نہیں اور صاف باطنی معنی ہی مقصود ہیں تو یہ اُن ملحدون کا اعتقاد ہے۔ جو شریعت کی بالکل نفی کرتے ہیں۔ صوفیۂ کرام کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ احکام تفسیر ظاہر کو حاصل کر کے اسرارِ قرآنی سمجھنے کی کوشش کرے۔ ورنہ بغیر دروازے میں داخل ہوئے گھر کے اندر پہونچنا ممکن نہیں۔

مقدمہ تفسیر قادری صا، صا۱۲

تفسیر اور تاویل میں فرق

تفسیر و تاویل میں جو فرق ہے اسمیں اختلاف ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ اور ماتریدی نے فرمایا کہ تفسیر قطعی طور سے ظاہر کرنا ہے۔ کہ اللہ کی مراد یہی ہے۔ اور تاویل احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو غیر قطعی طور پر ترجیح دینا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو روایت کے متعلق ہو وہ تفسیر ہے۔ اور جو روایت کے متعلق ہو وہ تاویل ہے۔ اور بعض نے اس کے سوا کچھ اور کہا۔ لیکن اب عرف میں تاویل اس اشارۂ قدسیہ اور معارفِ سبحانیہ کو کہتے ہیں کہ جو سالکین کیلئے پردہ عبارات سے منکشف ہو اور قلوبِ عارفین پر ابرِ غیب سے باراں ہو۔ اور تفسیر اس کے سوائے ہے۔

مقدمہ تفسیر قادری صا۱۳

اہلبیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم

اگر اہل بیت نجات کی کشتی ہیں تو صحابہ آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں۔ جیسے بحرِ سلوک سے پار ہونا ہو تو اس کشتی میں سوار ہو کر اُن تاروں سے راہ کی معرفت حاصل کر کے ساحلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ کشتی بغیر تاروں کے اور تارے بے کشتی کے نافع نہیں اگر اس راہ کو جلد طئے کرنا منظور ہو تو پیران کبار و اولیائے عظام کی توجہ بھی ضرور ہے۔

مور مسکیں ہو دانشت کہ در کعبہ رسد ۔۔۔ دست در پای کبوتر زد و ناگاہ رسید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیرِ قادری المعروف تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

حصہ اوّل جلد چہارم

(۲۸ سورہ قصص، ۲۹ سورہ عنکبوت، ۳۰ سورہ روم، ۳۱ سورہ لقمان، ۳۲ سورہ سجدہ، ۳۳ سورہ احزاب، ۳۴ سورہ سبا، ۳۵ سورہ فاطر)

از حافظِ کلامِ مبین حضرت سید شاہ محمد عمر حسینی القادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ

[۱۲۸۲۔۱۳۳۰ھ][۱۸۶۵۔۱۹۱۱ء]

فہرست مضامین تیار کردہ سید غوث محی الدین حسینی قادری نصر الحق

[۲۸] سورہ قصص

(آیتیں [۸۸] ، رکوعات [۹]

کلمات [۱۱۴۱]، حروف [۸۵۰۰])

ابتداء سورۂ قصص ۱۲۰۸
آیت [۱] 'طٰسٓمٓ' تا ختم آیت [۶] 'مَاكَانُوْا يَحْذَرُوْنَ' ۱۲۰۸
بیانِ نام مادرِ موسیٰ علیہ السلام وفصاحتِ آیت ۱۲۰۹
قصۂ موسیٰ علیہ السلام ۱۲۰۹
آیت [۷] 'وَاَوْحَيْنَا' تا ختم آیت [۹] وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' ۱۲۰۹
آیت [۱۰] 'وَاَصْبَحَ فُؤَادُ مُوْسٰى' تا ختم آیت [۱۱] وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' ۱۲۱۱
آیت [۱۲] 'وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ تا ختم آیت [۱۳] 'اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۱۲۱۲
طریقہ سلوک دو قسم پر ہے۔ ۱۲۱۳
آیت [۱۴] 'وَلَمَّا بَلَغَ مُوْسٰى' تا ختم آیت [۱۵] 'مُضِلٌّ مُّبِيْنٌ' ۱۲۱۴
اقسام ضربِ اعضاء ۱۲۱۴
آیت [۱۶] 'قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ تا ختم آیت [۲۱] 'نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۱۲۱۵
ظالموں کے مددگار ظالموں کے ہمراہ ہونگے ۱۲۱۸
آیت [۲۲] 'وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ ۱۲۱۹

تین شخصوں کی فراست تین شخصوں کے		بیانِ حال ابوطالب	۱۲۳۵
بارہ میں یادگار ہے	۱۲۲۲	آیت [۵۷] 'وَقَالُوْا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰی'	۱۲۳۶
آیت [۲۳] 'فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ		حکایت حرم میں ظلم کرنے سے سزا کا ملنا	۱۲۳۷
' تاختم آیت [۴۲] 'هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ'	۱۲۲۳	حکایت لڑکے کا کعبہ سے پناہ لینا اور ظالم	۱۲۳۸
خوف کے وقت دل پر ہاتھ رکھنے سے		کے دونوں ہاتھ شل ہو جانا۔	
خوف دور ہوتا ہے	۱۲۲۵	حکایت حرم میں ہرن پکڑنے سے سزا پانا	۱۲۳۸
نفس سات اعضاء سے افعالِ قبیحہ میں		آیت [۵۸] 'وَکَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ	۱۲۳۹
مبتلا کرتا ہے	۱۲۲۸	آیت [۵۹] 'وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُهْلِکَ الْقُرٰی	۱۲۳۹
آیت [۴۳] 'وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی' تاختم		آیت [۶۰] 'وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ	۱۲۴۰
آیت [۴۷] 'وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	۱۲۲۹	آیت [۶۱] 'اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا	
آیت [۴۸] 'فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ'	۱۲۳۰	' تاختم آیت [۶۴] 'کَانُوْا یَهْتَدُوْنَ	۱۲۴۱
آیت [۴۹] 'قُلْ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ' تاختم		آیت [۶۵] 'وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ' تا	
آیت [۵۰] 'لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ	۱۲۳۱	ختم آیت [۷۰] 'وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ'	۱۲۴۳
مثالِ عقل و شریعت۔	۱۲۳۲	بیان تدبیر	۱۲۴۴
آیت [۵۱] 'وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ' تا		حکمتِ الٰہی	۱۲۴۵
ختم آیت [۵۵] 'لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ'	۱۲۳۲	مسئلہ تقدیر	۱۲۴۵
تین فریق ہین کہ اپنا ثواب دوبار پائیں	۱۲۳۳	جواب نماز باطنی۔	۱۲۴۵
گے۔		اقسامِ توکل۔	۱۲۴۶
آیت [۵۶] 'اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ	۱۲۳۴	بیان علاج۔	۱۲۴۷
بیانِ مکارم اخلاق۔	۱۲۳۴	توکل کے دس قسم	۱۲۴۷

تعریفِ استخارہ۔ ۱۲۴۸

تاکیدِ استخارہ۔ ۱۲۴۸

آیت [۷۱] 'قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ' تا
ختم آیت [۷۳] 'وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ' ۱۲۴۸

دعاءِ استخارہ۔ ۱۲۴۸

ترکیبِ استخارہ۔ ۱۲۴۸

ہر کارِ خیر میں استخارہ۔ ۱۲۴۸

رات اور دن کے پیدا ہونے کا بیان۔ ۱۲۵۰

آیت [۷۴] 'وَیَوْمَ یُنَادِیْھِمْ فَیَقُوْلُ
اَیْنَ شُرَکَآئِیَ' تا ختم آیت [۷۵]
'مَاکَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۱۲۵۱

دنیا کی محبت موجبِ فسق ہے ۱۲۵۱

آیت [۷۶] 'اِنَّ قَارُوْنَ' تا ختم آیت
[۷۷] اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۱۲۵۲

حالِ قارون۔ ۱۲۵۲

آیت [۷۸] 'قَالَ اِنَّمَا اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی... ۱۲۵۴

بیانِ کیمیا ۱۲۵۵

کرامت ۱۲۵۵

آیت [۷۹] 'فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ' تا ختم
آیت [۸۲] 'لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ' ۱۲۵۶

تحقیق لفظِ وَیْکَانَّ ۱۲۵۷

قصۂ قارون بطور تفصیل۔ ۱۲۵۸

آیت [۸۳] 'تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ... ۱۲۶۰

فرق درمیان تجمل و تکبّر۔ ۱۲۶۰

فضیلت خلق۔ ۱۲۶۱

آیت [۸۴] 'مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ... ۱۲۶۱

آیت [۸۵] 'اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ' تا
ختم آیت [۸۸] 'وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ' ۱۲۶۱

تفسیر کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ ۱۲۶۳

کلمۂ خوف ۱۲۶۴

کلمۂ رجا ۱۲۶۵

بیانِ وحدت الوجود ۱۲۶۷

بیانِ فنا و بقا ۱۲۶۸

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ قصص ختم ہوئی۔

۲۹۔سورہ عنکبوت [مکی]

(آیتیں[۶۹] ، رکوعات[۷]

کلمات[۷۸۵]،حروف[۴۲۱۷])

سورہ عنکبوت۔ ۱۲۷۰

آیت[۱]'الٓمّٓ' تاختم آیت[۴]'سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ' ۱۲۷۰

بیانِ حروفِ مقطعات۔ ۱۲۷۰

آیت[۵]'مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ' تا ختم آیت[۷]'الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ' ۱۲۷۳

آیت[۸]'وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ' تاختم آیت[۹]'فِی الصّٰلِحِیْنَ' ۱۲۷۴

آیت[۱۰]'وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ' تا ختم آیت[۱۱]'وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ' ۱۲۷۶

آیت[۱۲]'وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا' تاختم آیت[۱۳]'عَمَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ' ۱۲۷۷

آیت[۱۴]'وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا' تاختم آیت[۱۵]'اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ' ۱۲۷۸

استثناء تحقیق پر دال ہے۔ ۱۲۷۹

آیت[۱۶]'وَاِبْرٰہِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ' تا ختم آیت[۱۷]'اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ' ۱۲۸۰

بیانِ عمر نوح علیہ السلام۔ ۱۲۸۰

آیت[۱۸]'وَاِنْ تُکَذِّبُوْا فَقَدْ کَذَّبَ اُمَمٌ' ۱۲۸۱

آیت[۱۹]'اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ' ۱۲۸۱

آیت[۲۰]'قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ' ۱۲۸۲

آیت[۲۱]'یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ' تاختم آیت[۲۳]'لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ' ۱۲۸۳

آیت[۲۴]'فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖ' ۱۲۸۴

آیت[۲۵]'وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ...' ۱۲۸۵

آیت[۲۶]'فَاٰمَنَ لَہٗ لُوْطٌ' تاختم آیت[۲۷]'لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ' ۱۲۸۶

آیت[۲۸]'وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ' تا ختم آیت[۳۰]'عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ' ۱۲۸۷

بیانِ حدِّ لواطت۔ ۱۲۸۷

آیت[۳۱]'وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰہِیْمَ' تاختم آیت[۳۲]'کُنْتَ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ' ۱۲۸۹

آیت[۳۳]'وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا' تاختم آیت[۳۵]'لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ' ۱۲۹۰

آیت [۳۶] 'وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا تا ختم آیت [۳۷] 'فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ' ۱۲۹۱

آیت [۳۸] 'وَعَادًا وَّثَمُوْدَ' تا ختم آیت [۴۰] 'کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ' ۱۲۹۲

آیت [۴۱] 'مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا' تا ختم آیت [۴۴] 'اٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ' ۱۲۹۴

بت اور بت پرستوں کی مثال مکڑی اور اُس کے جالے سے۔ ۱۲۹۴

آیت [۴۵] 'اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ... ۱۲۹۶

ذکر چار قسم پر ہے۔ ۱۲۹۶

حقیقتِ ذکر کا بیان۔ سالک کو بعد ادائے فرائض وسنن کیا کرنا چاہئے۔ ۱۲۹۶

ایک شغل میں کامل نہ ہوکر دوسرا شروع کرنا وصول سے مانع ہوتا ہے۔ ۱۲۹۷

نماز وہی ہے جو بُری باتوں سے مانع ہو ۱۲۹۷

آیت [۴۶] 'وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ' ۱۲۹۸

آیت کو بے دلیل منسوخ نہ کہنا چاہئے ۱۲۹۸

بیانِ کتب سابقہ ۱۲۹۹

آیت [۴۷] وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ ۱۳۰۰

آیت [۴۸] 'وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ' تا ختم آیت [۴۹] 'اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ' ۱۳۰۱

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امّی تھے ۱۳۰۲

کتاب تمدنِ عرب پر سرسری نظر۔ ۱۳۰۲

فضیلتِ حافظِ قرآن۔ ۱۳۰۳

جنت کے درجہ قرآن کی آیتوں کے برابر ہیں ۱۳۰۳

آیت [۵۰] 'وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیٰت ۱۳۰۴

علمِ حقیقی معرفتِ قرآن ہے۔ ۱۳۰۴

آیت [۵۱] قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۱۳۰۵

آیت [۵۲] 'وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ' تا ختم آیت [۵۵] 'مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ' ۱۳۰۵

آیت [۵۶] 'یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا... ۱۳۰۷

آیت [۵۷] 'کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ۱۳۰۷

حکمِ ہجرت۔ ۱۳۰۷

آیت [۵۸] 'وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تا ختم آیت [۵۹] یَتَوَکَّلُوْنَ ۱۳۰۸

آیت [۶۰] 'وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ... ۱۳۰۸

آیت[٦١]'وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ' تاختم
آیت[٦٣]'بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ' ١٣٠٩
آیت[٦٤]وَمَاهٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا... ١٣١٢
آیت[٦٥]'فَاِذَارَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ' تا
ختم آیت[٦٦]'فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ' ١٣١٣
عکرمہ کا واقعہ ١٣١٣
آیت[٦٧]'اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا
اٰمِنًا... ١٣١٤
آیت[٦٨]'وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى... ١٣١٤
آیت[٦٩]'وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا... ١٣١٥
خدا کی راہ میں کوشش کرنے والا محروم
نہیں رہتا۔ ١٣١٥
معنی احسان۔ ١٣١٥

بحمد اللہ تفسیر سورۂ عنکبوت ختم ہوئی۔

٣٠۔سورہ روم[مکی]

(آیتیں[٦٠] ، رکوعات[٦]

کلمات[٨١٩]،حروف[٣٥٣٤])

ابتدائے سورۂ روم ١٣١٦
آیت[١]'الم' تاختم آیت[٦]'اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ' ١٣١٦
بیانِ روم۔ ١٣١٧
ابتدائے ضلالتِ نصاراے۔ ١٣١٧
ابتدائے رہبانیت۔ ١٣١٨
فرق نصاراے۔ ١٣١٨
جنگِ کسریٰ وقیصر۔ ١٣١٨
فریبِ قیصر۔ ١٣١٩
قیصر کا ملکِ فارس پر حملہ کرنا۔ ١٣١٩
قیصر کا دوسرا حملہ۔ ١٣٢٠
قتالِ روم وفارس۔ ١٣٢١
قرآن کی پیشگوئی۔ ١٣٢٢
کافروں سے فتح کے متعلق صدیق اکبر کا
شرط لگانا ١٣٢٣
آیت[٧]'يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ ١٣٢٤
حضرت حسن بصری کا فرمانا کہ دنیادار
امر دنیوی میں ہوشیار اور امرِ اخروی میں
غافل ہیں ١٣٢٤
آیت[٨]'اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ١٣٢٥

آیت [۹] 'اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا' تا ختم
آیت [۱۰] 'بِمَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ۱۳۲۶
گناہوں کا نتیجہ کفر ہوتا ہے۔
۱۳۲۷
تاویل آیت غلبت الروم۔ الخ ۱۳۲۷
آیت [۱۱] 'اَللّٰهُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ۱۳۲۸
آیت [۱۲] ''وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ
' تا ختم آیت [۱۳] کٰفِرُوْنَ ۱۳۲۸
آیت [۱۴] ''وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَئِذٍ ۱۳۲۹
آیت [۱۵] 'فَاَمَّا الَّذِیْنَ' تا ختم
آیت [۱۶] 'مُحْضَرُوْنَ ۱۳۲۹
آیت [۱۷] 'فَسُبْحَانَ الَّذِیْ حِیْنَ
تُمْسُوْنَ تا ختم آیت [۱۹] 'وَکَذٰلِکَ
تُخْرَجُوْنَ ۱۳۳۰
حدیث شریف آیتِ فسبحان اللہ الخ
کو جس نے صبح کو پڑھا گویا دن کا حق
پورا کیا۔ اور جس نے شام کو پڑھا رات کا
حق پورا کیا۔ ۱۳۳۰
آیت [۲۰] 'وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَابٍ ۱۳۳۱
آیت [۲۱] ''وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلَقَ لَکُمْ ۱۳۳۱
آیت [۲۲] 'وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ ۱۳۳۲
آیت [۲۳] 'وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ مَنَامُکُمْ ۱۳۳۲
ایک آدمی کا دوسرے سے پورا مشابہ نہ
ہونا دلیل قدرت ہے۔ ۱۳۳۲
آیت [۲۴] 'وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ یُرِیْکُمْ ۱۳۳۳
دعاءِ سکون وخواب۔ ۱۳۳۳
اشعارِ تصوف از ابنِ کثیر۔ ۱۳۳۴
آیت [۲۵] 'وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ اَنْ تَقُوْمَ ۱۳۳۳
السَّمَاءُ
آیت [۲۶] ''وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ اختم
آیت [۲۷] 'العزیز الحکیم ۱۳۳۴
آیت [۲۸] 'ضَرَبَ لَکُمْ' تا ختم آیت
[۲۹] 'مِنْ نَّاصِرِیْنَ ۱۳۳۶
آیت [۳۰] 'فَاَقِمْ وَجْهَکَ' تا ختم
آیت [۳۲] 'بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۱۳۳۷
مذمتِ شرک۔ ۱۳۳۷
امتِ مرحومہ کا تہتر (۷۳) فرقے ہونا۔ ۱۳۳۹
آیت [۳۳] 'وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ' تا ختم
آیت [۳۵] 'کَانُوْا بِهٖ یُشْرِکُوْنَ ۱۳۴۰

آیت [۳۶] 'وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ' تا ختم
آیت [۳۷] 'لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ' ۱۳۴۱
خدا کا ہر کام مومن کے حق میں بہتر ہے ۱۳۴۲
آیت [۳۸] 'فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ' ۱۳۴۲
آیت [۳۹] 'وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا...' ۱۳۴۲
آیت [۴۰] 'اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ...' ۱۳۴۳
آیت [۴۱] 'ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ' ۱۳۴۴
تاویلِ آیت ظہر الفساد الخ ۱۳۴۴
آیت [۴۲] 'قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ' ۱۳۴۵
حدود کا قائم کرنا ۱۳۴۵
موتِ فاسق باعثِ راحتِ مخلوق ہے ۱۳۴۵
آیت [۴۳] 'فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ' ۱۳۴۵
آیت [۴۴] 'مَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ' تا
ختم آیت [۴۵] 'لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ' ۱۳۴۶
آیت [۴۶] وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ
الرِّیَاحَ...... ۱۳۴۷
آیت [۴۷] 'وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
رُسُلًا...... ۱۳۴۷
آیت [۴۸] 'اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ' تا
ختم آیت [۵۱] 'مِنْ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ' ۱۳۴۸
آیت [۵۲] 'فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی
تا ختم آیت [۵۳] 'فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ' ۱۳۴۹
ثبوتِ سماعِ موتٰی ۱۳۵۰
آیت [۵۴] 'اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ
ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ...... ۱۳۵۱
آیت [۵۵] 'وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ' تا ختم
آیت [۵۷] 'وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ' ۱۳۵۱
آیت [۵۸] 'وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ' تا
ختم آیت [۶۰] 'لَا یُوْقِنُوْنَ' ۱۳۵۳
کلمۂ صبر۔ ۱۳۵۴
مراتبِ صبر۔ ۱۳۵۴

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ روم ختم ہوئی۔

۳۱۔سورہ لقمان [مکی]

(آیتیں [۳۴] ، رکوعات [۴] کلمات [۵۴۸]، حروف [۲۱۱۰])

ابتدائے سورۂ لقمان۔ ۱۳۵۶
آیت [۱] 'الٓمّٓ' تا ختم آیت [۵] 'هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ' ۱۳۵۶
آیت [۶] 'وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ' تا
ختم آیت [۷] 'عَذَابٌ اَلِیْمٌ' ۱۳۵۷

حرمتِ غنا	۱۳۵۸	آیت [۸] 'اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوۡا' تا	
بیانِ وَجد	۱۳۵۹	ختم آیت [۱۱] 'فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ	۱۳۷۸
حلّتِ غنا	۱۳۶۰	آیت [۱۲] 'وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ' تا ختم	
سماع چار قسم پر ہے	۱۳۶۱	آیت [۱۳] 'لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ'	۱۳۷۹
باعتبارِ اشخاص حکم مختلف ہوتا ہے	۱۳۶۱	ذکر حضرت لقمان علیہ السلام۔	۱۳۷۹
بیان محبتِ الٰہی	۱۳۶۱	تعریفِ حکمت۔	۱۳۷۹
سماع پانچ سبب سے حرام ہوتا ہے۔	۱۳۶۲	حضرت لقمان کے بعض اقوالِ حکمت	۱۳۷۹
غناءِ نساء	۱۳۶۲	تعریفِ وعظ۔	۱۳۸۰
شعر کو اپنے مطلب پر ڈھالنا	۱۳۶۴	حکایتِ حضرت لقمان۔	۱۳۸۰
خیار کو نیکوں کے معنی میں سمجھنا	۱۳۶۴	آیت [۱۴] 'وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ' تا ختم	
سامعین تین قسم کے ہیں	۱۳۶۶	آیت [۱۵] 'بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ	۱۳۸۱
حلّتِ سماع از صحابہ رضی اللہ عنہم۔	۱۳۶۷	مسئلہ رضاعت	۱۳۸۲
تعریفِ غنا	۱۳۶۸	آیت [۱۶] 'یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَکُ . . .	۱۳۸۳
تقسیمِ آواز	۱۳۶۹	آیت [۱۷] 'یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ . . .	۱۳۸۴
آلاتِ لہو حرام لغیرہ ہیں	۱۳۶۹	آیت [۱۸] 'وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ . . .	۱۳۸۴
کلمۂ سماع	۱۳۷۰	آیت [۱۹] 'وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ . . .	۱۳۸۵
اہلِ سماع تین قسم کے ہیں	۱۳۷۲	آواز پست کرنا۔	۱۳۸۵
سماع کے قبل و بعد قرآن پڑھنا	۱۳۷۶	گدھے کی آواز سُن کر آعوذ پڑھنا۔	۱۳۸۶
بعض اوقات میں حلّتِ سماع کی وجہ	۱۳۷۷	آیت [۲۰] 'اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمۡ	۱۳۸۶
		آیت [۲۱] 'وَاِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا . . .	۱۳۸۷

آیت[۲۲] وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ... تاختم
آیت[۲۴] اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۱۳۸۷
معنیِ عروہ ۱۳۸۷
معنیِ اضطرار۔ ۱۳۸۸
آیت[۲۵] وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ... ۱۳۸۹
آیت[۲۶] لِلّٰهِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... ۱۳۸۹
آیت[۲۷] وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ... ۱۳۹۰
سات سمندر ۱۳۹۰
آیت[۲۸] مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ... ۱۳۹۱
آیت[۲۹] اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ ۱۳۹۱
آیت[۳۰] ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ... ۱۳۹۲
آیت[۳۱] اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ ۱۳۹۲
آیت[۳۲] وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ ۱۳۹۲
آیت[۳۳] يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۱۳۹۳
آیت[۳۴] اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۱۳۹۴
پانچ چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے ۱۳۹۴
آنحضرت کو باعلامِ الٰہی علم ہے ۱۳۹۴
بیانِ علمِ غیب ۱۳۹۴

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ماکان وما یکون پر ہے ۱۳۹۶
امتیاز مابین علم اللہ وعلم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۳۹۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح ووقتِ قیامِ ساعت کا علم بھی دیا گیا تھا ۱۳۹۴
علم کے تین قسم ہیں ۱۳۹۸
جمیع احوالِ مخلوقات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خبر دینا ۱۴۰۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مافی السموت والارض کا جاننا ۱۴۰۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم دیئے جانے کا ثبوت ۱۴۰۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعدِ انتقال امت سے مطلع رہنا ۱۴۰۵
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انجام کار سے واقف ہونے کا ثبوت ۱۴۰۶
پسِ دیوار علم نہ ہونے کی حدیث بے اصل ہے ۱۴۰۶
منکرانِ امدادِ اولیا کے متعلق حضرت شاہ عبدالحق کا بیان ۱۴۰۷

قرآن مین سب کچھ ہے اوراس کے عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۱۴۰۸

لوحِ محفوظ میں سب کچھ ہے اوراس کے عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۱۴۰۸

آیاتِ عدمِ علم غیب سے، نفیِ علم مطلق و استقلالی وغیرہ ہے ۱۴۱۰

بیانِ علم آدم علیہ السلام ۱۴۱۲

تعریفِ غیب ۱۴۱۳

بیانِ علم نوح علیہ السلام ۱۴۱۴

بیانِ علم ابراہیم علیہ السلام ۱۴۱۵

بیانِ علم اسحاق علیہ السلام ۱۴۱۵

بیانِ علم یعقوب علیہ السلام ۱۴۱۷

بیانِ علم عیسیٰ علیہ السلام ۱۴۱۷

بیانِ علم اولیاء رضی اللہ عنہم ۱۴۱۸

بیانِ علم آصف۔ ۱۴۱۸

بیانِ علم خضر ۱۴۱۸

علمِ غیب دینے کا ثبوت ۱۴۱۹

بیانِ علم یعقوب علیہ السلام ۱۴۱۹

امتیاز مابین علم الٰہی وعلم مخلوق ۱۴۲۰

علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ۱۴۲۱

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ لقمان ختم ہوئی۔

۳۲۔سورہ سجدہ []

(آیتیں [۳۰] ، رکوعات [۳]
کلمات [۳۰۸]، حروف [۱۵۱۸])

ابتدائے سورۂ سجدہ۔ ۱۴۲۲

آیت [۱] 'الٓمّٓ' تاختم آیت [۳] 'لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ' ۱۴۲۲

آیت [۴] 'اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ' تا ختم آیت [۵] 'مِّمَّا تَعُدُّوْنَ' ۱۴۲۳

آیاتِ متشابہات کے معنی نہ کرنا اسلم ہے۔ ۱۴۲۳

آیت [۶] 'ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ' تاختم آیت [۹] 'قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ' ۱۴۲۵

آیت [۱۰] 'وَقَالُوْا ءَاِذَا ضَلَلْنَا' تاختم آیت [۱۱] 'اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ' ۱۴۲۶

آیت [۱۲] 'وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ' تاختم آیت [۱۴] 'بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ' ۱۴۲۷

بیانِ ملک الموت ۱۴۲۷

مسئلہ جبرو اختیار ۱۴۲۸

آیت [۱۵] 'اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا' تاختم
آیت [۱۷] 'بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ' ۱۴۳۰
کیفیتِ ثوابِ الٰہی۔ ۱۴۳۰
آیت [۱۸] 'اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا' تاختم
آیت [۲۲] 'مُنْتَقِمُوْنَ' ۱۴۳۳
نمازِ تہجد و سکوت ۱۴۳۲
فراقِ الٰہی عذابِ اکبر ہے۔ ۱۴۳۴
آیت [۲۳] 'وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی' تاختم
آیت [۲۵] 'فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ' ۱۴۳۴
صبر موجبِ امامت ہے۔ ۱۴۳۵
آیت [۲۶] 'اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ کَمْ اَهْلَکْنَا تا
ختم آیت [۲۷] 'اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ' ۱۴۳۵
آیت [۲۸] 'وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ
تاختم آیت [۳۰] 'اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ' ۱۴۳۷

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ سجدہ ختم ہوئی۔

ابتدائے سورۂ احزاب۔ ۱۴۳۸
آیت [۱] 'یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ'
تاختم آیت [۳] 'کَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا' ۱۴۴۸
بیانِ تقویٰ ۱۴۳۸
آیت [۴] 'مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ' تاختم
آیت [۵] 'وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا'
بیانِ متبنیٰ ۱۴۴۰
بیانِ ظہار ۱۴۴۰
بیانِ محبتِ حق ۱۴۴۰
محبت سے کسی کو بیٹا کہنا جائز ہے ۱۴۴۲
غیر نسب کی طرف منسوب ہونے کی ممانعت ۱۴۴۲
آیت [۶] 'اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ... ۱۴۴۳
محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۴۴۳
لطیفہ ۱۴۴۳
فضیلت حضرت علیؓ ۱۴۴۵
آیت [۷] 'وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ تا
ختم آیت [۸] 'لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۱۴۴۸
مواخات مہاجرین و انصار۔ ۱۴۴۶
اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں ۱۴۴۷

۳۳۔ سورہ احزاب [مدنی]

(آیتیں [۷۳] ، رکوعات [۹]

کلمات [۱۲۸۰] ، حروف [۵۷۹۶])

آیت [۹] 'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا' تا	۱۴۴۷	لشکر کفار کی خبر لانے کے لئے صحابہؓ سے	۱۴۶۲
ختم آیت [۱۱] 'زُلْزِلُوْا' زِلْزَالًا شَدِیْدًا		آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا	
بیانِ غزوۂ خندق۔	۱۴۴۹	حضرت حذیفہؓ کو لشکر کفار کی خبر لانے	۱۴۶۲
جہاد کے لئے کوہِ سلع کے پاس آنحضرت	۱۴۵۰	بھجوانا	
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام فرمانا اور خندق کھودنا		لشکر کفار کا بھاگنا	۱۴۶۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجز پڑھنا	۱۴۵۰	استقامتِ اہلِ اسلام	۱۴۶۴
معجزہ زیادتی طعام بمکانِ حضرت جابر	۱۴۵۲	آیت [۱۲] 'وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ' تا ختم	۱۴۶۵
معجزۂ اخبارِ غیب۔	۱۴۵۳	آیت [۱۵] 'وَکَانَ عَھْدُ اللّٰہِ مَسْئُوْلًا'	
معجزۂ زیادتی خرما	۱۴۵۳	مدینۂ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت	۱۴۶۶
تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ میں	۱۴۵۴	اسماءِ مدینۂ منورہ	۱۴۶۶
دس (۱۰) ہزار کفار کا آنا۔		آیت [۱۶] 'قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَکُمُ الْفِرَارُ'	۱۴۶۷
لشکرِ کفار سے عمرو بن ود پہلوان کا نکلنا	۱۴۵۵	آیت [۱۷] 'قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ'	۱۴۶۸
پہلوان سے شیرِ خدا کا مقابلہ	۱۴۵۶	آیت [۱۸] 'قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ' تا	
شیرِ خدا کے ہاتھ سے پہلوان کا مارا جانا	۱۴۵۷	ختم آیت [۲۰] 'مَا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِیْلًا'	۱۴۶۹
حضرت سعد بن معاذ کی دعاءِ شہادت		آیت [۲۱] 'لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ	۱۴۷۱
قبول ہونا	۱۴۵۸	اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ	
ہر قضا نماز کے لئے اقامت کہنا	۱۴۵۸	اقتدائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۷۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا فرمانا	۱۴۵۹	مشابہت ہنود و نصارے	۱۴۷۲
لشکر کفار مین سخت ہوا کا چلنا	۱۴۶۰	آیت [۲۲] 'وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ' تا	۱۴۷۲
حضرت حذیفہؓ کا لشکر کفار میں جانا	۱۴۶۱	ختم آیت [۲۴] 'کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا'	

شانِ نزول	۱۴۷۲
آیت [۲۵] 'وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا' تا ختم آیت [۲۷] 'اِنَّ اللّٰهَ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا'	۱۴۷۴
ذاتِ مبارک مانع عذاب ہے	۱۴۷۵
مراجعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از خندق بمدینۂ منورہ	۱۴۷۶
غزوۂ بنی قریظہ	۱۴۷۷
دونوں مجتہد مصیب ہیں	۱۴۷۷
یہود کا ابولبابہ کو بلانا	۱۴۷۷
ابولبابہ کو ستون مسجد سے زنجیر میں اپنے کو باندھ لینا	۱۴۷۸
ثبوتِ شکر	۱۴۷۸
حضرت ابولبابہؓ کی قبولیت توبہ میں قرآن اُترنا	۱۴۷۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے دستِ مبارک سے زنجیر کھولنا	۱۴۷۹
حضرت سعدؓ کی دعا قبول ہونا۔	۱۴۷۹
مدینۂ منورہ سے حضرت سعدؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طلب فرمانا۔	۱۴۷۹
حضرت سعدؓ کے استقبال میں مسلمانوں کو کھڑے ہونے کا حکم	۱۴۷۹
بنی قریظہ کے حق میں حضرت سعدؓ کا فیصلہ	۱۴۷۹
موافقت فیصلہ سعد بہ حکم الٰہی	۱۴۸۱
زخم بہنے کے لئے حضرت سعد کی دعا	۱۴۸۱
وفاتِ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ	۱۴۸۲
حضرت سعدؓ کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں کا شریک ہوئے	۱۴۸۲
بوجہ انتقال حضرت سعدؓ عرش ہل گیا	۱۴۸۲
آیت [۲۸] يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ تا ختم آیت [۲۹] 'اَجْرًا عَظِيْمًا'	۱۴۸۳
شانِ نزول آیتِ تخییر	۱۴۸۴
حضرت عمرؓ کا مطلع ہونا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی	۱۴۸۴
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں حاضر ہونا	۱۴۸۴
آیت [۳۰] 'يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ...	۱۴۸۵

حضرت عمرؓ کا لوگوں کو مطلع کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کو طلاق نہیں دی ۱۴۸۵

آیتِ تخیر سے ازواجِ مطہرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطلع فرمانا۔ اوران کا اللہ ورسول کو اختیار کرنا۔ ۱۴۸۵

آیت [۳۱] 'وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ... ۱۴۸۶

آیت [۳۲] 'یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ...... ۱۴۸۶

آیت [۳۳] 'وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ۱۴۸۷

معنی رجس ۱۴۸۷

بیانِ حجاب ۱۴۸۸

بیانِ اہلِ بیت ۱۴۸۹

گرامی نامہ حضرت مولانا مولوی سید محمود حسام الدین جیلانی ۱۴۹۰

پنجتن پاک اہلِ بیت ۱۴۹۱

ردِّ اعتراض ۱۴۹۳

مدحِ از شیخِ اکبر ۱۴۹۳

آیت [۳۴] 'وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ۱۴۹۵

آیت [۳۵] 'اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ۱۴۹۵

صفتِ خشوع ۱۴۹۷

مدحِ صدق ۱۴۹۷

ذکرِ الٰہی سب عبادتوں سے افضل ہے ۱۴۹۸

غازی سے ذاکر افضل ہے ۱۴۹۹

آیت [۳۶] 'وَمَاکَانَ لِمُؤْمِنٍ' تا ختم آیت [۳۷] 'وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا' ۱۴۹۹

قرآن میں سوائے زید کے کسی صحابی کا نام نہیں۔ ۱۴۹۹

بیان عقد بی بی زینب رضی تعالیٰ عنہا ۱۵۰۰

فضائل زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵۰۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دل میں وہی بات چھپاتے تھے جو اللہ تعالیٰ آپ پر ظاہر فرمائی تھی ۱۵۰۱

بی بی زینبؓ کا دوسرے ازواج پر فخر کرنا ۱۵۰۱

مطاعنِ انبیاء اکرام بے اصل ہیں ۱۵۰۲

آیت [۳۸] 'مَاکَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ ۱۵۰۳

مانع قضا وقد ۱۵۰۳

آیت [۳۹] 'اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ ۱۵۰۴

آیت [۴۰] 'مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ ۱۵۰۵

مدحِ خاتم النبیین ۱۵۰۶

آیت [۴۱] 'یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا 'تاختم آیت [۴۴] 'لَهُمْ اَجْرًا کَرِیْمًا	۱۵۰۷
فضیلت ذکرِ کثیر	۱۵۰۷
آیت [۴۵] 'یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا تاختم آیت [۴۸] 'وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا	۱۵۰۹
اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۰۹
اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در توراۃ	۱۵۰۹
اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از اخبارِ شعیا علیہ السلام	۱۵۱۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سراجِ منیر فرمانے میں نکتے	۱۵۱۲
آیت [۴۹] یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَکَحْتُمُ	۱۵۱۳
آیت [۵۰] 'یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ	۱۵۱۵
مہر ازواجِ مطہرات	۱۵۱۶
آیت [۵۱] 'تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ...	۱۵۱۸
حضرت کی خوشنودی خدا کو مقصود ہے	۱۵۱۹
آیت [۵۲] 'لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ...	۱۵۲۱
حالات امّ حاکم مؤمنین رضی اللہ عنہا	۱۵۲۱
آیت [۵۳] 'یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا 'تاختم آیت [۵۴] 'بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا	۱۵۲۳
مذمتِ طفیلی	۱۵۲۳
ولیمہ ام المؤمنین زینب بنتِ جحشؓ	۱۵۲۴
ازواجِ مطہرات اہلِ بیت سے ہیں	۱۵۲۵
بیانِ حجاب	۱۵۲۶
قبولِ دعوت	۱۵۲۶
عورتوں کے لئے باریک کپڑے پہننے کے لئے ممانعت۔	۱۵۲۷
آیت [۵۵] 'لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْ اٰبَآئِهِنَّ	۱۵۲۷
آیت [۵۶] 'اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ...	۱۵۲۸
فضیلتِ درود	۱۵۲۸
بھائی کی تین قسمیں ہیں	۱۵۲۸
مشرکہ سے ستر	۱۵۲۸
دعا کے پہلے درود پڑھنا	۱۵۲۹
درود پڑھنے والے کیلئے فرشتے دعا کرتے ہیں	۱۵۲۹
عدم قبول دعا بغیر درود	۱۵۲۹
کثرتِ درود موجبِ قربت حضرت ہے	۱۵۳۰
ہمیشہ درود پڑھا کرنا	۱۵۳۰
درود وسلام کا عوض خدا کرتا ہے	۱۵۳۰
ایک درود کے عوض میں دس بار رحمتِ الٰہی	۱۵۳۱
صیغے درودِ جامع	۱۵۳۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے اور سننے کے وقت درود پڑھنا	۱۵۳۱	شانِ مبارک	۱۵۳۶
		استخوانِ مبارک	۱۵۳۷
نامِ پاک لکھتے وقت درود لکھنا	۱۵۳۲	بغلِ مبارک	۱۵۳۷
غیر انبیاء پر صلوۃ وسلام کا حکم	۱۵۳۲	پسینہ مبارک	۱۵۳۷
تصور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۳۳	مہرِ نبوت	۱۵۳۷
حلیہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۵۳۳	پشتِ مبارک	۱۵۳۷
رنگِ مبارک	۱۵۳۳	سینہ وشکنِ مبارک	۱۵۳۷
سرِ مبارک	۱۵۳۳	بازو ودست وکفِ مبارک	۱۵۳۷
چہار گیسوئے مبارک	۱۵۳۴	آیت [۵۷] 'اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ	۱۵۴۰
سفیدی موٗ مبارک	۱۵۳۵	موذی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملعونِ الہ	۱۵۴۰
پیشانی وابرو مبارک	۱۵۳۴	موذی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کیا جائے	۱۵۴۱
گوش وچشمِ مبارک	۱۵۳۴	آیت [۵۸] 'وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ	۱۵۴۱
مژہ وبینی مبارک	۱۵۳۵	آیت [۵۹] 'یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ	۱۵۴۱
رخسار، مبارک	۱۵۳۵	عمدگی حجاب	۱۵۴۳
لب ودہنِ مبارک	۱۵۳۵	آیت [۶۰] 'لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ' تا	۱۵۴۳
لعاب ودندانِ مبارک	۱۵۳۵	ختم آیت [۶۲] 'لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا	
آوازِ مبارک	۱۵۳۵	آیت [۶۳] 'یَسۡئَلُکَ النَّاسُ عَنِ	۱۵۴۴
ریش مبارک	۱۵۳۶	السَّاعَۃِ تاختم آیت [۶۸] 'لَعۡنًا کَبِیۡرًا	
چہرہِ مبارک	۱۵۳۶	بیان قائلین قیامت	۱۵۴۵
گردنِ مبارک	۱۵۳۶		

آیت[۶۹] 'یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی ۱۵۴۶
برات موسیٰ علیہ السلام ۱۵۴۶
آیت[۷۰] 'یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا اللّٰہَ' تا ختم آیت[۷۰] 'فَوْزًا عَظِیْمًا ۱۵۴۷
آیت[۷۲] 'اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالَ ۱۵۴۸
انسان ہی نے بارِ امانت اٹھالیا ۱۵۴۸
وجوہ ظلم وجہل ۱۵۴۹
امانت کے متعلق حضرت عبدالکریم جیلی کا بیان ۱۵۵۱
آیت[۷۳] 'لِیُعَذِّبَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ ۱۵۵۳

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ احزاب ختم ہوئی۔

۳۴۔سورہ سبا [مکی]

(آیتیں [۵۴] ، رکوعات [۶] کلمات [۸۰۳]، حروف [۳۵۱۲])

ابتدائے سورۂ ۱۵۵۴
آیت[۱] 'اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ تا ختم آیت[۲] 'وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۱۵۵۴
آیت[۳] 'وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ۱۵۵۵
آیت[۴] 'لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا' تا ختم آیت[۶] 'الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۱۵۵۶
آیت[۷] 'وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّکُمْ تا ختم آیت[۸] 'وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ۱۵۵۷
تعریف افترا ۱۵۵۷
آیت[۹] 'اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ۱۵۵۸
دلائلِ وقوعِ قیامت ۱۵۵۹
آیت[۱۰] 'وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ' تا ختم آیت[۱۱] 'تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۱۵۶۰
معجزہ داؤد علیہ السلام ۱۵۶۰
سلیمان علیہ السلام کو جو نعمتیں عنایت ہوئیں ۱۵۶۱
آیت[۱۲] 'وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ' تا ختم آیت[۱۳] 'مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ ۱۵۶۱
ممانعتِ تصویر ۱۵۶۳
مصوروں کو سخت عذاب ہوگا ۱۵۶۳
جس گھر میں تفسیر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے ۱۵۶۴
صومِ داؤد علیہ السلام ۱۵۶۴
آیت[۱۴] 'فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ ۱۵۶۵

کیفیتِ انتقال سلیمان علیہ السلام	۱۵۶۶
آیت [۱۵] 'لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ' تا ختم آیت [۱۷] 'اِلَّا الْکَفُوْرُ'	۱۵۶۶
تحقیقِ سبا	۱۵۶۷
بشارت ظہورِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۵۶۸
آیت [۱۸] 'وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْقُرٰی' تا ختم آیت [۱۹] 'صَبَّارٍ شَکُوْرٍ'	۱۵۶۹
آیت [۲۰] 'وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْهِمْ اِبْلِیْسُ' تا ختم آیت [۲۱] 'شَیْءٍ حَفِیْظٌ'	۱۵۷۰
آیت [۲۲] 'قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ'	۱۵۷۱
آیت [۲۳] 'وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهٗ'	۱۵۷۱
کیفیتِ وحی	۱۵۷۳
آیت [۲۴] 'قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ' تا ختم آیت [۲۷] 'الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ'	۱۵۷۳
آیت [۲۸] 'وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا'	۱۵۷۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن وانس کے رسول ہیں	۱۵۷۴
آیت [۲۹] 'وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ' تا ختم آیت [۳۲] 'کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ'	۱۵۷۵
فضیلتِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۵۷۵
آیت [۳۳] 'وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا'	۱۵۷۶
مانعِ غل	۱۵۷۶
آیت [۳۴] 'وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ'	۱۵۷۷
آیت [۳۵] 'وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا' تا ختم آیت [۳۶] 'لَا یَعْلَمُوْنَ'	۱۵۷۷
تصدیقِ رسالت	۱۵۷۷
آیت [۳۷] 'وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ'	۱۵۷۸
مال واولاد باعثِ قربِ الٰہی نہیں	۱۵۷۸
جسم بیگانہ ہے	۱۵۷۹
آیت [۳۸] 'وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا' تا ختم آیت [۳۹] 'خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ'	۱۵۷۹
مالِ امرِ حق سے دینا	۱۵۷۹
بیانِ سخاوت	۱۵۸۰
آیت [۴۰] 'وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا' تا ختم آیت [۴۱] 'بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ'	۱۵۸۰
نصیحت ابراہیم ادھم	۱۵۸۰
آیت [۴۲] 'فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِکُ' تا ختم آیت [۴۳] 'اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ'	۱۵۸۱

آیت [۴۴] 'وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ کُتُبٍ' تا ۱۵۸۱
ختم آیت [۴۵] 'کَانَ نَکِیْرِ'
آیت [۴۶] 'قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَةٍ ۱۵۸۲
سادات پر زکواۃ حرام ہے
آیت [۴۷] 'قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۱۵۸۳
آیت [۴۸] 'قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۱۵۸۴
آیت [۴۹] 'قُلْ جَآءَ الْحَقُّ...... ۱۵۸۴
پیشین گوئی قرآن ۱۵۸۴
آیت [۵۰] 'قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ...... ۱۵۸۴
آیت [۵۱] 'وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا' تا ختم ۱۵۸۵
آیت [۵۴] 'فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ'
اعتقادات میں شک نہ چاہیئے ۱۵۸۷

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ سبا ختم ہوئی۔

۳۵۔سورہ فاطر [مکی]

(آیتیں [۴۵] ، رکوعات [۵]

کلمات [۷۷۷]، حروف [۳۱۳۰])

سورۂ ابتداء ۱۵۸۸
آیت [۱] 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ ۱۵۸۸
بیانِ ملائکہ ۱۵۸۸
آیت [۲] 'مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ ۱۵۸۹
آیت [۳] 'یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْکُرُوْا ۱۵۹۰
آیت [۴] 'وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ ۱۵۹۰
آیت [۵] 'یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ تا ۱۵۹۰
ختم آیت [۶] 'مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ
آیت [۷] 'اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ ۱۵۹۱
شَدِیْدٌ' تا ختم آیت [۸] 'بِمَا یَصْنَعُوْنَ
آیت [۹] 'وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ ۱۵۹۲
آیت [۱۰] 'مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ ۱۵۹۳
الْعِزَّةُ جَمِیْعًا
فضیلتِ ذکر ۱۵۹۳
آیت [۱۱] 'وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ۱۵۹۴
آیت [۱۲] 'وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ ۱۵۹۶
قبض و بسط ۱۵۹۶
آیت [۱۳] 'یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ' تا ختم ۱۵۹۷
آیت [۱۴] 'مِثْلُ خَبِیْرٍ'
آیت [۱۵] 'یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۱۵۹۹
اِلَی اللّٰهِ
آیت [۱۶] 'اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ وَیَاْتِ ۱۵۹۹
بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ' تا ختم آیت [۱۷] 'بِعَزِیْزٍ

دفعِ خطرات کی دعا	۱۵۹۹	آیت [۲۵] 'وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ	۱۶۰۲
آیت [۱۸] 'وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى	۱۶۰۰	الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ' تاختم آیت [۲۶] 'نَكِيْرِ	
آیت [۱۹] 'وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ	۱۶۰۱	آیت [۲۷] 'اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ	۱۶۰۳
' تاختم آیت [۲۴] 'فِيْهَا نَذِيْرٌ		السَّمَاءِ' تاختم آیت [۲۸] 'عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ	
		مدحِ علماء	۱۶۰۵

پیرومرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصرالحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین و دنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک

خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصرالحق

الحمدللہ ربّ

العالمین

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ — حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ

جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو — ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کرلیا

لمعان کمپیوٹر گرافکس

ناصر کمرشیل کامپلکس، متصل کمان چھتہ بازار، حیدر آباد۔

سل : 9440-877806۔ مکان 24460038

ڈی ٹی پی، کلرزیراکس، مودی زیراکس، لامینشن، اسپارل بیانڈنگ، امونیا پرنٹ،

لمعان کمپیوٹر گرافکس ایک ہمہ لسانی ادارہ ہے جہاں اردو کے علاوہ انگریزی، عربی، فارسی، ہندی اور تلگو وغیرہ کا کام بھی کی جاتا ہے۔

ہماری پاس کی چند خاص مایہ ناز کتابیں

۱۔نورالمصابیح جلد نہم ترجمہ زجاجۃ المصابیح ۲۔نورالمصابیح جلد دس

۳۔نورالمصابیح جلد گیارہ ۴۔نورالمصابیح جلد بارہ

۵۔دلائل خیرات ۶۔دلائل خیرات (بطریق حضرت عبداللہ شاہ رحمہ اللہ)

۷۔امام اعظم امام المحدثین ۸۔ثروۃ القادری من انوار البخاری

۹۔حبیب الفتاویٰ جلد اول ۱۰۔مقالاتِ طاہر

۱۱۔نعلین مبارک (تلگو)

آپ ہمارے کونٹر سے **اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ** کی تمام کتابیں اور **قادری پبلکشنز** کی شائع شدہ درسی کتابوں کی شرح وغیر درسی کتابیں اس کے علاوہ دینی کتب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۶۰۵	آیت [۴۴] اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ	۱۶۱۵
کثرتِ روایات کا نام علم نہیں	۱۶۰۵	آیت [۴۵] وَلَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ	۱۶۱۶
آیت [۲۹] اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ	۱۶۰۶	طغیانی رودِ موسیٰ	۱۶۱۷
، تاختم آیت [۳۱] لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ		وجہِ طغیانی رودِ موسیٰ	۱۶۱۹
آیت [۳۲] ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا تاختم آیت [۳۳] فِیۡہَا حَرِیۡرٌ	۱۶۰۷	معذب اُمتوں کا حال	۱۶۱۹
بیان ظالم ومقتصد وسابق بالخیرات	۱۶۰۷		
آیت [۳۴] وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَذۡہَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ، تاختم آیت [۳۵] فِیۡہَا لُغُوۡبٌ	۱۶۰۹		
آیت [۳۶] وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ نَارُ جَہَنَّمَ، تاختم آیت [۳۷] مِنۡ نَّصِیۡرٍ	۱۶۱۰		
بڑھاپے میں غفلت بُری ہے	۱۶۱۱		
اس اُمّت کی عمریں ۶۰اور ۷۰ میں ہے	۱۶۱۱		
آیت [۳۸] اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ، تاختم آیت [۳۹] اِلَّا خَسَارًا	۱۶۱۲		
نصیحت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ	۱۶۱۲		
آیت [۴۰] قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ شُرَکَآءَکُمُ	۱۶۱۳		
آیت [۴۱] اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ	۱۶۱۳		
آیت [۴۲] وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ، تاختم آیت [۴۳] لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحۡوِیۡلًا	۱۶۱۴		

سورۂ قصص ۲۸

مکی ہے اس کے حروف ۵۸۰۰- اس کے کلمات ۱۴۱۱- اسکی آیات ۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ

بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ یہ ظاہر کتاب کی آیتین

ہین۔ (اے نبی) ہم واقعی خبر موسیٰ اور فرعون کی تمھین پڑھ سُناتے ہین ان لوگوں کو

وَيَرَى فِرْعَوْنُ وَهَامَانُ وَجُنُوْدُهُمَا حمزہ وکسائی ساتھ یا کے ثلاثی مجرد سے اور تینون اسم مرفوع ہونگے بنابر فاعلیت۔

طٰسٓمٓ۔ حروف مقطعات سے ہے۔ علا۔ ای تکبر و تجبر وطغے۔ شیعا۔ ای اصنافا منھم ای بنی اسرائیل۔ لہ اس معنے کے لحاظ سے بالحق حال مفعول سے ہوگا۔ اور حال فاعل نتلوا سے بھی ہوسکتا ہے اسوقت یہ معنے ہون گے ہم موسےٰ اور فرعون کا قصہ سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہین ۱۲

جوایمان رکھتے ہین۔ بے شک فرعون نے زمین مین تکبر کیا اور اُس کے رہنے والون
کو الگ الگ گروہ بنا دیا ان مین سے ایک فرقہ (یعنے بنی اسرائیل) کو کمزور بنا رکھا تھا
اُن کے بیٹون کو ذبح کر ڈالتا تھا اور اُنکی عورتون کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک
وہ مفسدون مین سے تھا۔ اور ہم ارادہ کرتے ہین کہ اُن لوگون پر جو زمین مین کمزور
بنا دیے گئے ہین احسان کرین اور انھین پیشوا بنائین اور انھین وارث کردین
اور ہم انھین زمین مین جمائین اور ہم فرعون و ہامان اور دونون کے لشکرون کو
اُن (بنی اسرائیل) سے وہ چیز دکھائین کہ جس سے وہ ڈرتے تھے۔ پہلی نعمت 7
جواُن عاجزون پر ہوی وہ اسطرح ہے۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ 7

ف اسواسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ میری اولاد مین سے ایک شخص ہوگا جسکے
ذریعہ سے بادشاہِ مصر ہلاک ہوگا اور یہ سرکشی و غرور مٹ جائیگا یہ بشارت بنو اسرائیل کے پاس لکھی چلی آتی تھی
پس بنو اسرائیل سے قبطیون نے سن کر فرعون سے بیان کی تو اُس نے لڑکون کے قتل کرنے کا حکم کیا تھا
حالانکہ تقدیر آلہی عزوجل نہین ٹلتی ہے۔ ف یعنے وہ اپنے زوالِ ملک سے ڈرتے تھے۔ لیکن خدا نے اپنی قدرت
انھین دکھلائی اور موسٰی علیہ السلام ہی کے ہاتھ سے۔ اَوْحَیْنَا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و
الھمنا (در) اصمعی سے حکایت ہے کہ انھون نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ بہت ہی فصاحت سے باتین کرتی تھی اُس سے کہا تو کیا ہی
فصیح ہے۔ وہ بولی کیا اسی فصاحت کہتے ہین مقابلہ مین آیت وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ موسٰی کے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس
ایک آیت مین دو امر دو نہی۔ دو خبر دو بشارت جمع کی ہین۔ اُمِّ موسٰی۔ موسےٰ کی مان کی طرف کہ لاوی بن
یعقوب کی اولاد مین تھین اور ان کا نام نوخابذ تھا نام کا پہلا حرف نون ہے۔ اور تیسیر اور عین المعانی مین
یوخابذ لکھا ہے یعنے پہلا حرف یاے مثناۃ ہے (تفسیر حسینی)

8-8 فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ

8-9 وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ

حَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ○ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ اور ہم نے موسٰے کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو

موسٰے کو دودھ پلا پھر جب تو اس پر خوف کرے تو اُسے دریا میں ڈال دے اور نہ

کچھ خوف کر اور نہ غم کر بے شک ہم اُسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور (اُسے)

پیغمبروں میں سے کرنے والے ہیں۔ (ماں نے اُنھیں دریا میں ڈالدیا) پس فرعون

کے لوگوں نے اُنہیں اُٹھالیا تاکہ وہ اُن کے دشمن اور باعث غم ہوں بیشک فرعون

اور ہامان اور اُن دونوں کے لشکر خطا کرنے والے تھے۔ اور فرعون کی عورت بولی

کہ (یہ بچہ) میرے اور تیرے لئے آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اسے نہ مارو شاید یہ ہمیں فائدہ

حُزْنًا حمزہ وکسائی ساتھ ضم حا اور سکون زا کے یہ دونوں قرأتیں دو لغتیں ہیں۔

قُصِّیْہ ۱۲

فالتقطہ۔ اصل اسکی لقطہ سے ہے۔ جو گم شدہ چیز کسی کو مل جاوے۔ اب عرب جو بغیر طلب کے یکایک کوئی شے مل جاوے تو کہتے ہیں۔ اصبنہ التقاطا۔ ولقیت فلانا التقاطا (ابن جریر)۔ قرت خبر مبتدا محذوف ہوا ہو۔ لہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اللہ تعالٰی جل شانہ نے ازل سے تقدیر فرمایا تھا کہ یہ بچہ آخر کار فرعونیوں کے واسطے عدو ہوویں جو لوگ تقدیر سے انکار کرتے ہیں واللہ تعالٰی کی کتاب کو جھٹلاتے ہیں۔ (ابن کثیر) لہ نسائی میں ہے کہ فرعون نے کہا کہ تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے میری نہیں۔ الخ اللہ تعالٰے نے اسی طرح کیا کہ بی بی آسیہ کو اُن کے باعث ہدایت ہوئی اور فرعون موسٰی علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک ہوا ۱۲

پھینک دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور وہ نہ جانتے تھے۔ یعنے وہ نہیں جانتے تھے کہ موسے
کے اٹھا لینے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں جن کا اللہ نے ارادہ کیا ہے۔ جب اُن
لوگوں کا حال جنہوں نے موسے علیہ السلام کو پایا تھا بیان فرمایا اب اُن کا حال
جو موسے کے فراق میں تھے اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى
فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اور موسے
کی ماں کا دل (سوائے موسے کے سب سے) خالی ہو گیا۔ بیشک قریب تھی کہ

ان کادت لتبدی بہ۔ ای ان کادت من شدۃ حزنہا واسفہا تظہر انہ ذہب لہا ولد وتخبر بحالہا لولا
ان اللہ ثبتہا وصبرہا۔ یہ ان مخففہ مثقلہ ہے۔ اسکا اسم محذوف ہے ای انہا۔ بہ ای بامر موسے۔ لولا۔ اسکا جواب
محذوف ہے ای لابدت بہ۔ قصیہ۔ ای اتبعی اثرہ وخذی خبرہ وتطلبی شانہ من نواحی البلد فخرجت لذلک
(ابن کثیر) اخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ
وقالت لاختہ قصیہ ای اتبعی اثرہ فبصرت بہ عن جنب قال عن جانب (در) فبصرت بہ عن جنب۔
قال ابن عباس عن جانب۔ وقال مجاہد عن بعید۔ وقال قتادہ جعلت تنظر الیہ وکانہا لا تریدہ۔
(ابن کثیر) لہ ای من کل شیئ من امور الدنیا الا من موسے قالہ ابن عباس ومجاہد
وعکرمہ والحسن البصری وغیرہم (ابن کثیر) واخرج ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید
وابن جریر وابن المنذر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ من طریق ابن عباس
رضی اللہ عنہما فی قولہ فارغا قال خالیا من کل شیئ غیر ذکر موسے علیہ السلام۔ وفی قولہ
ان کادت لتبدی بہ قال تقول یا ابناہ (در) ۱۲

(شدتِ غم سے تمام) واقعہ کو ظاہر کردے اگر ہم اُس کے دل کو ثابت نہ رکھتے تاکہ وہ

یقین کرنے والوں میں سے ہو جاے - اور وہ موسےٰ کی بہن (یعنے اپنی بیٹی) سے

بولی کہ (دریا کے کنارہ کنارہ) اُس کے پیچھے پیچھے چلی جا - (وہ گئی) پس اُسے دور سے

دیکھا اور وہ نہیں جانتے تھے - پھر موسےٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے اسباب بیان

فرماتا ہے - وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ 3-11

يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَ 3-12

لِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ع اور ہمنے موسےٰ پر دائیوں کا ع ۱۳

دودھ پہلے سے روک رکھا تھا پس (موسےٰ کی بہن) بولی کہ کیا میں تمھیں ایک گھروالوں کا

پتہ بتاؤں جو تمھارے لئے اس (بچہ) کی پرورش کریں اور وہ اُس کے خیرخواہ ہیں

پس ہم نے موسےٰ کو اُنکی ماں کی جانب لوٹا دیا تاکہ اُسکی آنکھہ (اُن کے سبب سے)

ٹھنڈی رہے اور نہ رنج کرے اور تاکہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے

وحرمنا - اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ وحرمنا علیہ المراضع من قبل قال لایقبل ثدی امراۃ حتی یرجع الی امہ (در) اس سے تحریم قدری مراد ہے تاکہ موسےٰ علیہ السلام اپنے ماں کے سوا دوسرے کا دودھ نہ پئیں - اور اس سے اُنکی بزرگی مقصود ہے اور یہ کہ اس سبب سے آپ اپنی والدہ کے پاس آجائیں اور وہ دودھ پلائیں - پہلے ڈرتی تھیں اب بے فکر ہو جائیں عینہا - ای بہ - لایعلمون - یعنے افعال الٰہی کو نہیں جانتے - کہ بہت سے کام نفس کو برے معلوم ہوتے ہیں لیکن انجام اسکا اچھا ہوتا ہے - ۱۲

ولیکن اُن مین کے اکثر لوگ نہین جانتے۔ یعنی حقیقت وعدہٗ آلہی کو نہین پہچانتے کیونکہ اُن کا آئینۂ دل زنگ سے آلودہ ہی۔ اس لئے وہ آیاتِ آلہی مین تدبر نہین کرتے آدمی کو چاہیئے کہ صفائی قلب کی جانب جلد متوجہ ہو۔ تا مشاہدہ حاصل ہووے۔ مولانا فرماتے ہین ؎

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست
پرشعاعِ نورِ خورشیدِ خداست

رو تو زنگار از رخِ او پاک کن
بعد ازان آن نور را ادراک کن

یہی تعلقات اُسکی حضوری سے مانع ہین۔ اگر تعلقاتِ ناجایز ہین اُس کا ترک تو فرض ہی اور اگر تعلقاتِ مباح ہین اُسکو بھی جس قدر کم کرین بہتر ہے۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ اور خود کو اہلِ قبور مین شمار کرنا ارشادِ مصطفوی ہی۔ مولانا گویا اسکی شرح فرماتے ہین۔ ؎

بند بگسل[1] باش آزاد اے پسر
چند باشی بندِ سیم و بندِ زر

کوزۂ چشمِ حریصان پُر نشد
تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نشد

[1] جاننا چاہیئے کہ طریقۂ سلوک دو قسم پر ہی۔ ایک یہ کہ رذائل سے پاک ہوکر مستعدِ معرفت آلہی رہے۔ بعد اس کے معرفت آلہی و عشق باری حاصل ہووے۔ اسی لئے کہتے ہین کہ تخلیہ تحلیہ سے مقدم ہے۔ دوسرے یہ کہ پہلے عشق حاصل ہووے بعد حصول عشق کے تمام رذائل و نقایص خود بخود زایل ہو جاتے ہین۔ پہلی قسم کو "بند بگسل الخ" مین بیان فرمایا۔ اور دوسری قسم کو "ہر کرا جامہ الخ" مین ۱۲۰

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد	او ز حرص و عیب کلّی پاک شد
شاد باش ای عشقِ خوش سودائے ما	اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما	اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

چنانچہ اُن دونوں وعدوں (موسےٰ کو اُن کی ماں کی طرف واپس کرنا اور اُنھیں نبوت دینا) کے پورے ہونے کی کیفیت اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ مُوسٰی

ع ۲

اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَدَخَلَ

الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ

۱۵ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اَشُدَّهٗ۔ ای قوتہ (مختار) وَاسْتَوٰى۔ ای انتھی شبابہ (مختار) بمعنی کمل وتم وھو تاکید لما قبلہ ولذا عطف علیہ۔ فَوَكَزَهٗ۔ ای ضربہ ودفعہ (مختار) جاننا چاہیئے کہ ضرب اعضا کے یہ چند اقسام ہیں۔ اَلضَّرْبُ بِالرَّاحَةِ عَلٰى مُقَدَّمِ الرَّأْسِ صَقْعٌ۔ وَعَلَى الْقَفَا صَفْعٌ۔ وَعَلَى الْوَجْهِ صَكٌّ۔ (وَبِهٖ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ) وَعَلَى الْخَدِّ بِبَسْطِ الْكَفِّ لَطْمٌ۔ وَبِقَبْضِ الْكَفِّ لَكْمٌ۔ وَبِكِلْتَا الْيَدَيْنِ لَدْمٌ۔ وَعَلَى الذَّقَنِ وَالْحَنَكِ وَهْزٌ وَلَهْزٌ۔ وَعَلَى الصَّدْرِ وَالْجَنْبِ بِالْاَصْبَعِ وَخْزٌ۔ وَعَلَى الصَّدْرِ وَالْبَطْنِ بِالرُّكْبَةِ زَبْنٌ۔ وَبِالرِّجْلِ رَكْلٌ۔ وَرَفْسٌ۔ وَعَلَى الضَّرْعِ كَسْعٌ۔ وَعَلَى الْعَجُزِ بِالْكَفِّ نَخْسٌ۔ وَبِالرِّجْلِ صَفْنٌ (فقہ اللغۃ) صفحہ ۱۹۲-۱۲

عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اور جب موسےٰ اپنی جوانی کو پہونچے اور کامل ہوے تو
ہم نے انھین حکم (یعنے نبوّت) اور علم دیا۔ اور (جس طرح ہم نے موسےٰ اور اُنکی
ماں پر کرم کیا) اسیطرح ہم نیکی کرنے والون کو بدلا دیتے ہین۔ اور موسےٰ شہر (مصر)
مین داخل ہوے ایسے وقت کہ وہان کے لوگ غفلت مین تھے تو اُس (شہر)
مین دو مردون کو لڑتے ہوے پایا۔ یہ (ایک) موسےٰ کی گروہ مین سے (یعنے
اسرائیلی) تھا اور یہ (دوسرا) اُن کے دشمنون مین سے (یعنے قبطی) تھا۔ پس جو
اُنکی گروہ مین سے تھا اُس نے اُس پر جو اُن کے دشمنون مین سے تھا موسےٰ سے
فریاد چاہی۔ تو موسےٰ نے اُسے گھونسا مارا پس اُسے مار ڈالا (بعدِ قتل) کہا یہ عمل
شیطان سے ہے بے شک وہ صریح دشمن گمراہ کرنے والا ہے۔ چونکہ یہ لغزش آپکی
رتبۂ عالی کی نسبت گناہ تھی اس لئے آپ اس طرح دعا کرتے ہین۔ قَالَ رَبِّ
اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قَالَ
رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ

۱؎ قال مجاهد یعنے النبوۃ (ابن کثیر) ۲؎ موسےٰ علیہ السلام کو مان سے جدا رہنا ایک دن رات تھا یا اسکے
قریب۔ غرض تھوڑا ہی زمانہ تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ متقیون کو بھی ہر تکلیف کے بعد راحت عنایت فرماتا ہے
۳؎ یعنے درمیان مغرب و عشا کے کہ اسوقت سب لوگ اپنے اپنے کامون مین مشغول تھے۔ اور بعضون نے کہا وہ وقت
قیلولہ تھا۔ ۴؎ بعضون نے کہا کہ خدا نے اسپر موت کا حکم کر دیا تو وہ مرگیا۔ ۵؎ بما۔ الباء للقسم وما مصدریۃ

خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ
إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ۝ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ 28-19
يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ
جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ۝ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ
أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ
فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ
ع ۲ ۸ ۵ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ کہا کہ اے میرے رب بیشک میں نے اپنی ذات
پر ظلم کیا پس تو مجھے بخشدے تو اس نے انھیں بخشدیا۔ اس لئے کہ وہی بخشنے والا مہربان
ہے۔ کہا کہ اے میرے رب بسبب اس چیز کے جو تونے انعام فرمائی (یعنے مغفرت وغیرہ)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وجواب القسم محذوف ای اقسم بانعامك علیّ لا متنعن عن مثل هذا الفعل۔ او الباء سببية متعلقة بفعل مقدر يعطف عليه لن اكون الخ وما موصولة او (لمعنی) بسبب الذی انعمت علیّ من القوة اشكرك الخ (روح المعانی) يستصرخه۔ مشتق من الصراخ و هو الصياح۔ ثم تجوز به عن الاستغاثة حتى صار حقيقة عرفية (خفاجی) اخرج عبد بن حميد وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله فاذا الذی۔ قال هو صاحب موسى الذی استنصره بالامس (در) اقصا۔ القصا البعد۔ والقصی البعيد يقال قصوت عنه۔ واقصيت ابعدت۔ والمكان الاقصى والناحية القصوى (مفردات) يأتمرون۔ يتشاورون وانما سمی التشاور ائتمارا لان كلا من المتشاورين يأمر الاخر ويأتمر (ای يقبل الامر) (بيضاوی) ۱۲

پس[1] ہرگز گناہگارون کے لئے پشت پناہ نہ ہون گا۔ پس (موسےٰ علیہ السلام نے) اس شہر مین
ڈرتے انتظار[2] کرتے صبح کی۔ پس ناگہان وہ شخص جس نے اُن سے کل مدد چاہی تھی
وہ (پھر) اُن سے فریاد کرنے لگا (دوسرے قبطی پر) موسےٰ نے اُس[3] سے کہا بیشک
البتہ تو ایک[4] ظاہر گمراہ ہے۔ پھر جب موسےٰ علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ جو اُن[5] دونون کا دشمن
ہے اُسے پکڑین تو بولا کہ اے موسےٰ کیا تم چاہتے ہو کہ تم مجھے بھی قتل کرو جسطرح تم نے
کل ایک شخص کو قتل کیا۔ تم نہین چاہتے مگر یہ کہ زمین مین سرکش ہو کر رہو۔ اور تم
نہین چاہتے یہ کہ تم اصلاح کرنے والون مین سے ہو جاؤ۔ اور ایک مرد شہر کے پرے
سرے سے دوڑتا ہوا آیا بولا کہ اے موسےٰ بے شک سردار (قوم) تمھارے بارے
مین مشورہ کر رہے ہین تاکہ تمھین قتل کرین پس تم نکل جاؤ بے شک مین تمھارے لئے
خیر خواہون مین سے ہون پس اس (شہر) سے ڈرتے ہوئے خیال[6] کرتے ہوئے

[1] یعنے ایسی کسی کی مدد نہ کرونگا کہ وہ گناہ کا باعث ہو جیسے اس اسرائیلی وسبطی کی مدد سے قبطی قتل ہوگیا۔ [2] انتظار اس بات کا تھا کہ شاید کوئی انھین بلائے اور قصاص لے [3] یعنے اسرائیلی سے کہا کیونکہ وہ کل ایک قبطی کے قتل کا باعث ہو چکا تھا۔ اور آج چاہتا تھا کہ دوسرے قبطی کے قتل کا باعث ہو [4] یعنے تیرے ہی سبب سے کل ایک شخص قتل ہو چکا ہے پھر دوسرے کا قتل چاہتا ہے [5] یعنی موسےٰ علیہ السلام اور سبطی کا جو دشمن تھا یعنی قبطی۔ لیکن اسرائیلی نے بے وقوفی سے یہ خیال کیا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام میرا قصد کرتے ہین۔ کیونکہ آپ نے اسے گمراہ کہا تھا اس لئے اُس راز کو ظاہر کر دیا۔ اور اس راز سے سوا اسرائیلی کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ قبطی نے اسرائیلی سے قتل کا واقعہ سنکر فرعون کو اطلاع دی۔ فرعون نے آپ کو پکڑ لانے کے لئے روانہ کیا۔ (ابن کثیر بزیادۃ یسیر) [6] خیال اس بات کا تھا کہ شاید کوئی ان کے پیچھے آتا ہے

نکل گئے۔ کہا کہ اے میرے رب مجھے ظالمون کی گروہ سے نجات دے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ مین گناہگارون کا مددگار نہ ہونگا علمانے اس سے استدلال کیا ہے کہ ظالمون کی امداد اور اُنکی خدمت ممنوع ہے۔ حدیث مین آیا ہے کہ ظالمون کے مددگار ظالمون کے ہمراہ ایک ہی عذاب مین گرفتار رہین گے۔ جب حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کو قرآن کے مخلوق نہ کہنے سے قید کیا گیا۔ تو دار وغہ محبس نے آپسے پوچھا کہ جو وعید مددگار ظلمہ کے لئے آئی ہے کیا مین بھی اُس مین شامل ہون۔ آپنے فرمایا تو خود ظالم ہے۔ مددگار ظالم وہ ہین جو اُسے پکاتے اور کھلاتے اور اُسکی خدمت کرتے ہین افسوس کا مقام ہے کہ جو لوگ اپنے دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالتے ہین۔ اور خلاف احکام خدا و رسول مین حکّام کی مدد کرتے ہین۔ انھین چاہیئے کہ اپنے حال پر آٹھ آٹھ آنسو روئین۔ اور اُس ملازمت سے کہ جسمین ظالمونکی مددگاری ہو آج ہی علحدہ ہو جائین۔ مولانا فرماتے ہین ؎

باشد ابن الوقت صوفی اے رفیق۔	نیست فردا گفتن از شرط طریق
تو مگر خود مرد صوفی نیستی؛	نقد را از نسیہ خیزد نیستی

ادبار

؎ جس طرح کہ بیٹا باپ کا حق ادا کرتا ہے۔ اسی طرح صوفی ادائی حقوق وقت کرتا ہے۔ اور جو حال وارد کہ اُس پر آتا ہے اُس کا حق پوری طور سے بجالاتا ہے ۱۲

ظالمون کی مدد کرنا ظلم ہے انسے علحدہ رہو

اب آگے موسیٰ علیہ السلام کی نکلنے کا حال بیان فرماتا ہے وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ
يَّهْدِيَنِيْ سَوَاءَ السَّبِيْلِ ۝ اور جب (موسیٰ) مدین کیطرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا پروردگار
مجھے سیدھی راہ دکھائے۔ ظاہر میں تو موسیٰ علیہ السلام سے لغزش کا کام ہوا لیکن حقیقت میں نیکیوں کا
انجام ہوا اس لغزش نے شہر چھوڑایا سب سے توڑایا۔ دیکھنے کو تو آپ کا رخ شہر مدین کی طرف
تھا لیکن دل رب ذوالمنن کی طرف تھا ۝

عمت تا یارِ من شد روئے در راہِ عدم کردم		خوش است آوارگی آنرا کہ ہمراہِ چنین باشد

اب جس مقام پر پہنچے اُس کا ذکر فرماتا ہے۔ وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ
وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ
وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝
فَجَاءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا
فَلَمَّا جَاءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝
قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝

یَصْدُرَ بصری اور شامی ثلاثی مجرد سے یعنے جب چرواہے پھریں

یا ابتَ شامی سات فتح تا

عسے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ مدین کی جانب متوجہ ہو کر نکلے لیکن راہ نہ معلوم ہونے سے اللہ سے حسن ظن رکھ کے فرمایا
عسے ربی الخ (ابن جریر) لہ ایک شہر کا نام ہے۔ ماء مدین۔ یہ پانی ایک باولی میں تھا۔ چرواہے بکریوں کو لیکر وہاں
آتے تھے۔ تذودان۔ ای تحبسان غنمہما۔ یقال منہ ذاد فلان عنہ وما شیتہ۔ اذا اراد شئی من ذلک یشذ
ویذہب فردہ ومنعہ۔ یذود ہا ذودًا۔ وعن ابن عباس تحبسان (ابن جریر) ما خطبکما۔ بمعنی ما امرکما و
حالکما عن ابن عباس قال قال لہما ما خطبکما معتزلتین لا تسقیان مع الناس (ابن جریر) علی استحیاء۔
عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مستترۃ بکم درعہا او بکم قمیصہا (ابن جریر) ۱۲

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ
اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰلِحِیْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَ
اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ۝ ع اور جب (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے پانی پر پہونچے تو اسپر ایک گروہ
لوگوں سے پایا کہ وہ (اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے ہیں۔ اور ان سے نیچے دو عورتیں
پائیں کہ بکریاں روکے ہوئے ہیں (تاکہ اوروں کے گلّے میں نہ مل جائیں) موسیٰ علیہ السلام نے
کہا کہ تم دونوں کا کیا حال ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم نہیں پلاتے یہاں تک کہ
چرواہے (اپنے جانوروں کو) پھیر لیجائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں (جو پانی
پلانے کو آ نہیں سکتے)۔ پس (موسےٰ علیہ السلام نے) ان دونوں کے واسطے (انکی بکریوں کو)
پانی پلایا پھر سایہ کی طرف پھرے پس کہا کہ میرے پروردگار بے شک میں اس بھلائی کا

هٰتَیْنِ بکسرہ تشدید نون کے

ع ۳ ۷

۱ مدین میں ایک باؤلی تھی کہ جہاں چرواہے اپنے جانوروں کو لایا کرتے تھے۔ ۲ یعنے جہاں وہ لوگ پانی پلا رہے تھے اُس سے نیچے ایک جائے پر یہ دونوں لڑکیاں تھیں۔ اکثر مفسروں نے کہا کہ ان لڑکیوں کے باپ کا نام شعیب علیہ السلام تھا۔ لیکن اس میں دوسرے اقوال بھی مذکور ہیں۔ تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔ ۳ مفعول محذوف ہے یعنے مواشی۔ ۴ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب موسےٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر وارد ہوئے۔ تو وہاں لوگوں کو پانی پلاتے پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا پھر جب یہ لوگ پانی پلانے سے فارغ ہوئے تو بدستور ایک بھاری پتھر کو کنوئیں پر ڈھانک دیا جس کو دس آدمیوں سے کم نہیں اٹھا سکتے تھے پس ناگاہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے دو عورتوں کو دیکھا کہ الگ کھڑی ہیں تو پوچھا

جو تو میری طرف نازل کرے محتاج[1] ہوں۔ پس اُن دونوں عورتوں میں سے ایک
موسےٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ کہنے لگی کہ بے شک میرے باپ تمھیں بلاتے
ہیں تاکہ تمھیں اسکی مزدوری دیں جو تم نے ہمارے واسطے (ہماری بکریوں کو) پانی
پلایا ہے۔ پس جب موسےٰ اُن کے (باپ کے) پاس آئے اور اُن سے سارے احوال
بیان کئے۔ کہا نہ ڈرو۔ تم نے ظالموں کی گروہ سے نجات پائی۔ اُن دونوں عورتوں
میں سے ایک نے کہا کہ اے میرے باپ اُنھیں اُجرت پر مقرر کر لو بے شک جنھیں تم مقرر
کرتے ہو اُنمیں بہتر وہی ہے جو قوت[2] والا امانت دار ہو۔ کہا کہ بے شک میں چاہتا ہوں

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) تمہارا کیا حال ہے پس انہوں نے اپنا حال بیان کیا پس حضرت موسےٰ علیہ السلام کنویں پر آئے اور پتھر اٹھا کر الگ کر دیا۔ پھر صرف ایک ہی چرس (یعنے بڑا ڈول) کھینچا کہ اس سے تمام بکریاں سیراب ہوئیں (ابن کثیر ابن ابی شیبہ سے اور کہا کہ سند اسکی صحیح ہے) اور ابن ابی شیبہ کے سوا عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم مع تصحیح کے اسکی تخریج کی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسےٰ نے اُن لڑکیوں کو اپنے پیچھے چلنے حکم دیا (در) [1] شیخ ابن عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اپنی عبودیت کی نگاہ سے ربوبیت کو دیکھکر محتاجی کی زبان کھولی کیونکہ اُن کے دل پر انوارِ ربوبیت کا ظہور ہوا۔ اکثر لوگوں نے اس سے احتیاج غذا سمجھا اور بعضوں نے کہا یہاں خیر سے مراد خیرِ دینی ہے نہ دنیوی یعنے تونے جو میری طرف دینی بھلائی اتاری ہے اس کے لئے میں فقیر ہو گیا ہوں اور وہ عیش و مالداری جو فرعون کے پاس مجھے حاصل تھی میں نے چھوڑ دی ہے

با فقر بسازم کہ مرا فقر خوش است	اگر ہیچ ندارم چو تو دارم ہمہ ہست

[2] ابنِ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت ہے کہ باپ نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تجھے اُسکی قوت و امانت کہاں سے معلوم ہوئی اس نے عرض کیا کہ اس نے تنہا کنویں کا پتھر پھینکدیا اور چرس کھینچ لیا اور جب میں اُسکو

کہ تمھارے ساتھ اپنی اُن دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کر دوں اس بات پر کہ تم آٹھ
سال میری مزدوری کرو۔ اور اگر تم دس برس پورے کروگے تو (یہ پورا کرنا) تمھاری
طرف سے (احسان) ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر سختی کروں۔ عنقریب انشاء اللہ
تم مجھے نیکوں میں سے پاؤگے (موسیٰ نے) کہا کہ (عہد) میرے اور تمھارے درمیان
میں ہے۔ کوئی اُن دونوں مدتوں میں سے پوری کردوں تو مجھ پر زیادتی (کا کسی کو
حق) نہیں ہے اور اللہ اس بات پر جو ہم کہہ رہے ہیں آگاہ ہے۔ **صحیح بخاری**
میں ہے کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حیرہ کے ایک یہودی نے مجھ سے پوچھا کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون میعاد پوری کی۔ میں نے جا کر ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ دس برس پورے کئے۔ **غرض** جب اللہ تعالےٰ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بلانے گئی تو اس نے نظر نہیں اٹھائی اور مجھی کو پیچھے چلنے کا حکم دیا اور کہا کہ جہاں راہ مختلف ہو مجھ کو
آگاہ کرنے کے لئے پتھر پھینک دینا میں آگاہ ہو جاؤں (ابن کثیر) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ تین شخصوں کی فراست تین شخصوں کے مقدمہ میں یادگار رہے گی ایک شعیب علیہ السلام کی بیٹی کی فراست
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقدمہ میں اور دوسرے صاحب یوسف کی فراست حضرت یوسف علیہ السلام کے
مقدمہ میں تیسرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فراست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں۔ ۱؎ یعنی آٹھ سال میری بکریاں
چرایا کرو اگر دو سال بطور احسان زیادہ کرو تو تمہارا احسان ہے ورنہ آٹھ سال ہی کافی ہیں ۲؎ یعنی میں تم پر دس سال
پورے کرنے کا بار نہیں رکھتا یا کہ ہر وقت میرا کام پورے کرنے کے لئے جھگڑا نہ کروں گا اور اس طرح کام لوں گا کہ جس سے
تمھیں تکلیف نہ ہو۔ ۳؎ یعنی خوش معاملہ اور عہد پورا کرنے اور اجرت دینے میں شائستہ پاؤگے۔ ۱۲

کسی بندے کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے تو اسے پریشان کر دیتا ہے تا سب سے منہ موڑ کر حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ پھر اس توجہ میں جب انوار الٰہی کا کشف ہوتا ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ سب عنایت و مہربانی تھی نہ تشویش و پریشانی۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ
لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ
الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ
فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ
اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ
وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ
وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ
اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ
اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا
فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ڔ بِاٰيٰتِنَآ ڔ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ

شَاطِئِ الْوَادِ۔ ای جانبہ (مفردات) جَآنٌّ قیل ضرب من الحیات (مفردات) اَلرَّهْبِ۔ قال مجاهد الفزع وقال قتادة الرعب (ابن کثیر) رِدْاً۔ الذی یتبع غیرہ معینا له (مفردات) ۱۲

لِاَهْلِهٖ حمزہ ساکنہ ضم ہا کے

جِذْوَةٍ نافع و مکی و بصری و شامی و کسائی ساکنہ کسرہ جیم کے | جُذْوَةٍ حمزہ ساکنہ ضم جیم کے پڑھتے ہیں۔

الرُّهْبِ شامی و شعبہ و حمزہ و کسائی ساکنہ ضم را اور سکون ہا کے پڑھتے ہیں | فَذٰنِّكَ مکی و ابو بصری ساکنہ تشدید نون کے ساتھ طویل سے

يُصَدِّقُنِيْ نافع و مکی و ابو بصری و شامی و کسائی ساکنہ جزم قاف کے جواب امر ہے | يُكَذِّبُوْنِيْ ورش ساکنہ زیادتی یا بعد نون کے

مُوسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّمَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا
الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰی رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْھُدٰی مِنْ عِنْدِہٖ وَمَنْ
تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ۭ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّھَا
الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰھَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ
لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی اِلٰہِ مُوْسٰی ۙ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَاسْتَکْبَرَ
ھُوَ وَجُنُوْدُہٗ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰہُ
وَجُنُوْدَہٗ فَنَبَذْنٰھُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ
جَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰھُمْ
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ھُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ۝ پھر جب موسےٰ نے

ع ۴ / ۱۴ / ۷

مدت پوری کی اور اپنے لوگوں کو لیے جاتے تھے تو (کوہ) طور کی طرف سے ایک آگ
دیکھی تو اپنے لوگوں سے کہا کہ ٹھہرو بیشک میں نے ایک آگ دیکھی شاید کہ میں
تمھارے پاس اُس سے کچھ خبر یا چنگاری آگ کی لے آؤں تاکہ تم اپنے کو گرم کرلو۔
پھر جب اُس (آگ) کے پاس آئے تو میدان کے کنارے سے جو سیدھی جانب تھا درخت

تکون — حمزہ و کسائی نے یا سے پڑھا ہے۔

قال — کی سات ... واو کے ... مصحف ... میں اسا ... ہے۔

لا یرجعون — نافع و حمزہ و کسائی نے ساتھ معروف کے

فاوقد لی۔ یعنے تجعل لہ اجرا یعنے اینٹیں تیار کر۔ ابن منذر نے ابن جریر سے روایت کی کہ فرعون نے ہی
سب سے پہلے اینٹ بنانے کا حکم دیا۔ صرحا۔ الصرح بیت عال (مفردات) سلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بڑی مدت پوری کی یعنے دس برس تک بکریاں چرائیں۔ سلہ یعنے جب وادی ایمن کے کنارے پہونچے

جگہ میں درخت سے یہ آواز دی گئی کہ اے موسےٰ بیشک میں اللہ رب العالمین ہوں
اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو پہر جب (موسےٰ نے) اُسے دیکہا کہ حرکت کرتا ہی گویا کہ وہ
سانپ ہی پہرے منہ موڑکر اور نہ التفات کیا۔ (ندا آئی کہ) اے موسےٰ متوجہ ہو اور نہ
ڈرو۔ بے شک تم امن والوں میں سے ہو۔ اپنا ہاتہ اپنے جیب میں ڈالو کہ سفید (چمکیلا
ہوا) بے عیب نکلیگا۔ اور اپنی طرف اپنا ہاتہ ڈر سے لگا لو پس یہ دونوں (عصا
اور ید بیضا) تمہارے رب کی طرف سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اُسکی گروہ
کی جانب بے شک وہ ایک گروہ فاسق ہی۔ (موسےٰ نے) کہا کہ میرے رب میں نے
اُن میں سے ایک کو قتل کیا ہی تو ڈرتا ہوں یہ کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اور میرے بہائی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یعنے پہاڑ کے متصل وادی کا کنارہ جو موسےٰ علیہ السلام کے دائیں ہاتہ بجانب مغرب پڑتا تہا جس طرح فرمایا وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر الخ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے آگ کا قصد بجانب قبلہ کیا اور کوہ غربی آپ کے دائیں پڑتا تھا (ابن کثیر) ؎۱ ای اذا ادخلت یدک فی جیب درعک ثم اخرجتها فانها تخرج تتلألا کانها قطعة قمر فی لمعان البرق (ابن کثیر) قمیص کے چاک سے بغل کے نیچے قلب سے متصل اپنا ہاتہ لیجانے میں اس طرف اشارہ ہی کہ تمھارے نورِ قلبی کا عکس تمھارے ہاتہ پر ظاہر ہوگا جسکو دیکہکر اہلِ ایمان مطمئن ہوں گے۔ ؎۲ یعنے جب کبھی بمقتضائے بشریت کچھ خوف ہو تو تم اپنے سینہ پر اپنا ہاتہ رکہہ لو۔ تو وہ خوف دفع ہو جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان حضرت موسےٰ کی اقتدا کے لحاظ سے ایسا کرے اور دل پر ہاتہ رکھے تو امید ہی کہ اُس کا خوف دور ہو یا کم ہو جائے۔ (ابن کثیر) ؎۳ یعنے دائرۂ اسلام سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ ۱۲

ہارون وہ مجھ سے زبان آوری میں بہت فصیح ہیں پس میرے ساتھ انھیں مددگار
بناکے بھیجدے تاکہ میری تصدیق کریں۔ بیشک میں ڈرتا ہوں یہ کہ وہ تکذیب کریں
(حق تعالےٰ نے) کہا قریب ہے کہ ہم تمھاری قوت[1] تمھارے بھائی کے سبب سے
بڑھادیں گے اور ہم تمھیں غلبہ دیں گے پھر وہ تم دونوں کی طرف بسبب ہماری
آیات (پہونچانے)[2] کے نہ پہونچ سکیں گے (یعنے انھیں تم پر غلبہ نہ ہوگا) تم دونوں
اور جو تم دونوں کی پیروی کرے وہ غالب ہے۔ پھر جب موسےٰ علیہ السلام ان کے پاس
ہمارے ظاہر معجزے لائے تو بولے نہیں ہے یہ مگر جادو افترا کیا ہوا۔ اور ہم نے یہ
پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔[3] (یعنے اس دین پر کسی کو نہیں دیکھا) اور موسےٰ علیہ السلام نے
کہا کہ میرا رب اس شخص کو جو ہدایت لیکر اس کے پاس سے آیا خوب جانتا ہے اور
اس کو کہ جس کا انجام دنیا میں بہتر ہو[4] (یعنے نصرت و تائید) بے شک شان یہ ہی
کہ ظالم نجات نہ پائیں گے۔ اور فرعون نے کہا کہ اے لوگو میں نے تمھارے لئے
کوئی معبود اپنے سوا نہیں جانا پس میرے لئے اے ہامان مٹی پر آگ جلا (یعنے پکی اینٹ

[1] سنشد عضدك کے لفظی معنے یہ ہیں کہ ہم تمھارا بازو سخت کردیں گے۔ [2] ای لاسبیل لھم الی الوصول الی اذاکم بسبب ابلاغکما ایات اللہ (ابن کثیر) [3] یقولون مارأینا احدا من اباءنا علی ھذا الدین (ابن کثیر) بعض کہتے ہیں یعنے گذشتہ زمانے میں بھی ایسا جادو نہیں سنا۔ [4] ای من النصرۃ والظفر والتائید (ابن کثیر) ۱۲

بنا) پھر میرے لئے بلند محل بنا شاید کہ میں موسیٰؑ کے خدا کی طرف اطلاع پاؤں
اور بے شک میں اُنھیں جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔ اور وہ اور اُس کے
لشکروں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور اُنھوں نے گمان کیا کہ بیشک وہ ہماری
طرف نہ پھیرے جائیں گے۔ تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا پھر ہم نے
اُنھیں دریا میں ڈالدیا۔ پھر دیکھو (اے نبی کریم) کہ انجام ظالموں کا کیا ہوا۔ اور
ہم نے اُنھیں پیشوا بنایا کہ لوگوں کو آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور وہ قیامت
کے دن بدصورتوں میں سے ہیں۔ فرعون کا قصہ سورۃ طٰہٰ میں تفصیل سے
گذر چکا ہے یہاں اس کا ذکر بھی ہے کہ فرعون نے اپنے وزیر کو جو ہامان تھا محل[1] بنانیکا
حکم دیا۔ اور اس فرعون کی یہ عادت تھی کہ جہاں دلیلِ موسیٰؑ غالب ہوی تو وہ
اس دلیل کے دفع کرنے کے لئے کوئی نہ کوی شبہ پیدا کرتا جس سے وہ اپنی قوم کو حیلہ
انگیزی کر کے خراب کرنا چاہتا تھا۔ یہی حال فرعونِ نفس کا ہے کہ سینکڑوں طرح کے حیلے
اور فریب سے موسیِٰ قلب کو راہ حق سے پھراتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

---

[1] بعض کہتے ہیں کہ محل بنایا گیا اپنے احمق سے اُس پر چڑھکر آسمان کی جانب تیر پھینکا اور وہ تیر خون آلودہ ہوکر واپس کر دیگئی لیکن غالبًا یہ روایت صحیح نہ ہوگی۔ اور بعض نے کہا کہ اس نے مکان نہیں بنایا صرف اپنی قوم کو دھوکا دینے کے لئے اس طرح کہا اور ان کو اس دھوکہ میں ڈالدیا کہ میں اس امر کی تحقیق کر رہا ہوں ۱۲-

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر	قصۂ دوزخ بخوان با ہفت در
ہر نفس مکرے و در ہر مکر زاں	غرق صد فرعون با فرعونیاں
مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست	زانکہ آں بت مار و ایں بت اژدہاست
بت شکستن سہل باشد نیک سہل	سہل دیدن نفس را جہل ست وجہل

بعد ہلاکِ فرعون وفرعونیاں موسٰے علیہ السلام پر جو کچھ انعامات ہوے اور توریت نازل ہوئی اُسے بیان فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا

ل یعنے صورت نفس کو اگر تحقیق کرنا چاہو تو دوزخ کا حال پڑھ لو۔ یعنے نفس مشابہ دوزخ کے ہے۔ جس طرح دوزخ میں ہر قسم کے شرور وآفات ہیں اسیطرح نفس میں بھی بلکہ شرورِ دوزخ اُن ہی شرور نفس کا ثمرہ ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ نفس امارہ سات دروازوں والے دوزخ کے ساتھ تشبیہ کامل رکھتا ہے جسطرح دوزخ کے سات دروازوں سے آدمی مبتلاے عذاب ہونگے اسیطرح نفس سات اعضا سے افعالِ قبیحہ صادر کراکے مبتلاے عذاب کردیتا ہے۔ وہ سات اعضا یہ ہیں (۱) منہ (۲) فرج (۳) ہاتھہ (۴) پانو (۵) آنکھہ (۶) کان (۷) دل۔ بصآئر۔ حال من الکتب علی انہ نفس البصائر۔ والبصائر جمع بصیرۃ وھی نور القلب الذی بہ یستبصر (روح) بجانب الغربی۔ ای بجانب الجبل الغربی الذی کلم اللہ موسٰی من الشجرۃ التی ھی شرقیۃ علی شاطئ الوادی (ابن کثیر) جسطرح نوح علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک ما کنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ھذا الایہ ۱۲-

فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۙ وَلَٰكِنَّا
كُنَّا مُرْسِلِينَ ○ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ 8-4
قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ○ وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ 8-47
مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ
آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ اور بیشک ہم نے موسٰے علیہ السلام کو کتاب دی بعد اس کے
کہ ہم اگلی امتوں کو ہلاک کر چکے (اس حال میں کہ اس کتاب میں تھیں) دلیلیں لوگوں
کے لئے اور ہدایت اور رحمت تا کہ وہ نصیحت مانیں۔ اور (اے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تم) کو وہ طور
کے غربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسٰے علیہ السلام کے جانب وحی بھیجی اور نہ تم (اس واقعہ
کے وقت) حاضرین میں سے تھے۔ ولیکن ہم نے کئی قرن پیدا کئے پس ان (قرن
والوں) پر ایک زمانہ دراز گذرا۔ اور نہ تم مدین والوں میں رہتے تھے کہ اُن پر ہماری آیتیں
پڑھتے ولیکن ہم (تمہاری طرف ان خبروں کے) بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تم طور کے
طرف تھے جب ہم نے آواز دی لیکن تمہارے پروردگار کی رحمت (کے باعث جو تم پر ہے
ان واقعات سے اطلاع دی) تا کہ تم اُس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا

ثاویا۔ الثواء ھو الاقامۃ والاستقرار ای وما کنت مقیما فی اھل مدین۔ تتلوا علیھم ای
تقرأ علی اھل مدین بطریق التعلم منھم۔ رحمۃ من ربک۔ ای ارسلناک رحمۃ کائنۃ
منا لک۔ لہ عدل فی المضاف ای بجانب الجبل الغربی کہ ولکن نحن اوحینا الیک ذلک (ابن کثیر)۔

نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت مانیں۔ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ (جب) بسبب اُس کے جو اُن کے
ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے انھیں کوئی مصیبت پہونچتی تو کہتے کہ ہمارے پروردگار ہماری
طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تاکہ تیری آیتوں کی اتباع کرتے اور ایمان داروں میں سے ہو جاتے
(تو ہم رسول نہ بھیجتے) اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں اخبارِ غیب کو آپ کا معجزہ بتلاتا ہے کیونکہ
نہ آنحضرت نے ان واقعات کو مشاہدہ کیا اور نہ اُس وقت موجود تھے۔ اور نہ کبھی آپ نے
اُن لوگوں سے جو ان حالات سے واقف تھے تعلیم پائی۔ پس یہ آپ کے نبوت کی صریح
دلیل ہوئی۔ پھر ارسالِ رسل میں یہ حکمت بتلائی کہ اگر ہم ان کفار کو بسبب شرک و
معاصی کے عذاب کرتے تو صاف کہدیتے کہ تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا۔
تو ہم نے اس عذر کے دفعیہ کے لئے رسول نازل فرمایا۔ لیکن قبل بعثت تو یہ شبہ تھا اور
اب بعدِ بعثت عناد و سرکشی سے یہ شبہ کرتے ہیں کہ موسٰی کی طرح آپ کو معجزات کیوں
نہیں دئے گئے جس طرح فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ

لہ والجواب محذوف (ای) ما ارسلناک ای انما ارسلناک قطعا لئے جو مختلف الزاماً للحجة علیهم (بیضاوی)
الحق۔ ابن عباسؓ نے کہا فلما جاءھم محمد اور اس میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصول
مقامِ عندیت کے مبعوث ہوئے۔ اور آپ مستحق ہوئے کہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ حق رکھے حالانکہ
یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسمیں اشارہ آپ کی انانیت سے فنا ہونے اور ہویت حق سے باقی
رہنے کا ہے اور آپ کو انا الحق کہنا سزاوار ہے اگرچہ یہ کلمہ آپ کے بعض متبعین سے صادر ہوا ہے۔ اور

مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَکْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ۙ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوْنَ ۝ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آگیا تو کہنے لگے کہ کیوں نہیں دیا گیا (محمد عربی کو معجزہ عصا وغیرہ) جیسا کہ موسےٰ کو دیا گیا تھا۔ کیا انہوں نے اس کا انکار نہ کیا تھا جو پہلے موسےٰ کو دیا گیا۔ کہنے لگے کہ (توریت وقرآن) دو جادو ہیں باہم ایک دوسرے کے موافق ہو گئے اور بولے کہ بیشک ہم سب کا انکار کرتے ہیں۔ جب موسےٰ کی نبوت کا انکار کیا تو آنحضرت کی نبوت سے بھی انکار کرنا کچھ بعید نہیں۔ اگرچہ آپ کی نبوت دلائل سے ثابت ہو جائے۔ **بعد جواب شبہ آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل بیان فرماتا ہے۔ قُلْ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ع (اے نبی) کہدو کہ (اچھا) تم پھر کوئی کتاب

سَاحِرَانِ نافع ومکی وبصری و شامی بصیغہ اسم فاعل پڑھتے ہیں۔ یعنی موسےٰ وآنحضرت علیہما السلام

ع ۸

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا عجب ہے کہ آئینہ قلب انکا کمال صفائی سے انعکاس انوار ولایت نبوت کو قبول کیا ہو جبکہ آئینہ قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہو۔ اور منبع اس آب حقیقت کا قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور بطور تبعیت اس قائل کے زبان سے نکلا ہے۔ کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة اسی طرح تاویلات نجمیہ میں ہے (روح البیان) تَظٰهَرَا۔ ای تعاونا۔ لہ قال علی بن طلحہ والعوفی عن ابن عباس یعنون التوراة والقرآن۔ اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ تفسیر ابن کثیر دیکھو۔

اللہ کی طرف سے ایسی لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بہتر ہو۔ تاکہ میں اسکی پیروی
کروں اگر تم سچے ہو (تو ایسا کروگے)۔ پس (اے نبی) اگر تمھاری بات نہ قبول کریں تو
جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے
جو بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت
نہیں کرتا۔ جب کوئی کتاب توریت و قرآن سے بہتر نہیں لاسکتے تو انپر الزام قایم ہو گیا
اب صرف اتباعِ خواہش نفسانی باقی رہی۔ اور جو خدا کی ہدایت چھوڑکر نفس کا پیرو
ہوا وہ تو بڑا ہی گمراہ ہے **فقیر** عرض کرتا ہے کہ عقل مثل نورِ بصارت ہے۔ اور شریعت مثل نورِ
شمس۔ جب تک نورِ آفتاب نہ ہو آنکھہ سے کچھہ نظر نہیں آتا۔ اور جو بے نورِ آفتاب
راہ چلتا ہے ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور منزلِ مقصود تک ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔
اسلئے پیغمبروں کی ضرورت ہوئی۔ **بعد** دلیلِ نبوت کے قرآن کا ذکر فرماتا ہے وَلَقَدْ

وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ

وصّلنا لهم القول۔ مجاہد نے کہا فصّلنا۔ سدی نے کہا بیّنا (ابن کثیر) یعنی ہم نے گفتگو کو برابر بیان کیا اس طرح
کہ دعوے کو دلیلوں سے نصیحت کو وعیدوں سے قصہ کو مثالوں سے الذین اٰتینٰھم الکتٰب تا جٰھلین
شانِ نزول محمد بن اسحٰق سیرۃ میں لکہتے ہیں کہ بیس آدمی نصاریٰ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر
مسلمان ہوئے تو یہ آیات اُن کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور زہری کہتے ہیں کہ نجاشی اور اسکے لوگوں میں نازل ہوئی
ہیں (مختصر ابن کثیر) صاحب تفسیر کبیر کہتے ہیں العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب تو جس میں
یہ صفت پائی جائے گی وہ ان آیات میں داخل ہوگا ۱۲۔

آیت ۵۱ ـــ ۵۵

الربع

هُم بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلِهِ
مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا
وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝ اور بیشک ہم نے ان کے لئے بات
بیان کی شاید کہ وہ نصیحت مانیں۔ ہم نے جن لوگوں کو اس (قرآن) سے پہلے کتاب
عنایت کی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب وہ ان پر پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں
کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ برحق ہمارے رب کی طرف سے ہے بیشک ہم اس (کے
اترنے) سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ یہی ہیں جنھیں انکا دوہرا اجر دیا جائیگا بسبب
اس کے کہ انہوں نے صبر کیا اور بدی کا نیکی سے دفعیہ کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی میں
سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب بیہودہ بات (طعن و تشنیع) سنتے ہیں تو اس سے روگردانی
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے عمل اور تمھیں تمھارے عمل اتم پر سلام ہے۔ ہم (طریقہ)
جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ اللہ تعالےٰ ان آیتوں میں ان علماء اہل کتاب کا حال بیان
فرماتا ہے جو قرآن پر ایمان لائے تھے۔ اور پہلے بھی موحد تھے۔ اسی لئے انھیں دوہرا ثواب ہے[1]

لا نبتغی الجٰھلین۔ ای لا نجازیھم بالباطل علی باطلھم۔ [1] ای لا نرید طریق الجھلین ولا نحبھا
(ابن کثیر) [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین فریق ہیں کہ اپنا ثواب دو بار پائیں گے ایک

پہلی کتاب پر ایمان لاکر پھر اس قرآن پر بھی ایمان لائے۔ اور چونکہ یہ نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ انہوں نے صبر سے کام لیا۔ بعد ایمان کے طاعاتِ بدنی کا ذکر فرمایا کہ وہ لوگ گناہ کو نیکی سے مٹاتے ہیں۔ یا یہ کہ کوئی برائی کرے تو اسے معاف کر دیتے ہیں۔ پھر طاعاتِ مالی کا بیان فرماتا ہے کہ ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی زکاتِ فرض اور صدقاتِ نفل میں مال فقراء پر تقسیم کرتے ہیں۔ پھر انکا جاہلوں سے روگردان ہونا بیان فرماتا ہے کہ جب وہ لغو سنتے ہیں تو ان لوگوں سے دور ہٹ جاتے اور اُنکی صحبت میں نہیں بیٹھتے اور جب کوئی جاہل ان سے جہالت کا جھگڑا کرتا ہے اور نالائق باتیں کہتا ہے تو اس کے جواب میں کچھ گفتگو نہیں کرتے بلکہ عمدہ طور پر اُنسے کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ ہیں اور تم پر سلام ہے ہم تمھیں محبوب نہیں رکھتے۔ **بعد** بیان ایمانِ اہلِ کتاب ایمانِ قریش کے متعلق ذکر فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وہ شخص جو اہل کتاب میں سے تھا کہ اپنے پیغمبر پر ایمان لایا پھر مجھ پر ایمان لایا دوم وہ غلام و مملوک جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کیا سوم وہ مرد جس کے پاس کوئی باندی تھی پس اُس نے اس باندی کو ادب سکھلایا پس اس کے ادب سکھلانے میں اچھی کوشش کی پھر اُس کو آزاد کرکے اس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ یہ حدیث صحیح ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے (تفسیر ابن کثیر) [۱] پھر جو مطلق کسی کتاب پر ایمان نہ لایا ہو (جسطرح کفارِ مکہ) اسکو تو ضرور ہی ایمان لانا چاہئے [۲] یہ سلام تحیت نہیں بلکہ سلامِ رخصت و وداع ہے

أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ٥ (اے خاتم المرسلین علیہ السلام) بیشک تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے

اور لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہی راہ پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ تم جسے طبعی طور سے چاہتے ہیں اسے ایسی ہدایت کہ جس سے اسلام میں داخل ہو جائے نہیں کر سکتے۔ بلکہ تمہاری شان یہ ہے کہ لوگوں کو پیغام الٰہی پہونچائیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ اپنے علم وحکمت کے موافق جس کو چاہتا ہے ہدایت دیکر داخل اسلام کرتا ہے۔ کیونکہ بندوں کے افعال اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہی ہدایت کے قابلیت والوں کو خوب جانتا ہے۔ ایک جائے فرمایا۔ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ یعنے بہت سے لوگ مومن نہیں ہیں اگرچہ (اے نبی علیہ السلام) تم حرص کرو۔ **شانِ نزول**۔ اکثر احادیث میں اس آیت کا نزول ابوطالب کی شان میں ہے۔ اور ان کے اسلام کا مسئلہ[ف] خلافی ہے۔

بیانِ حالِ ابوطالب

ف اگرچہ اکثر صحیح روایتوں سے ابوطالب کا لا الہ الا اللہ نہ کہنا اور عبد المطلب کے دین پر مرنا ثابت ہوتا ہے لیکن ابن اسحٰق کی روایت میں جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وقت موت اسلام لائے اور جب انکی موت قریب ہوئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی جانب نظر کیا کہ وہ ہونٹھ ہلاتے تھے آپ نے اُسے کان لگا کر سنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اے بھتیجے واللہ بیشک میرے بھائی نے وہ کلمہ جو تم نے تکلم کیا تھا کہا۔ اس روایت کو حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۸۰ مطبوعہ نول کشوری میں تحریر کرکے لکھتے ہیں "وبالجملہ اعانت و امداد و حمایت و رعایت و مدح

ان کے کفر پر اجماع کا دعوے صحیح نہیں۔ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دینا اوران کے اکثر قصاید اسلام پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر عدم اسلام کا قول اختیار بھی کیا جاے تو انھیں گالی دینا اور برا کہنا نہ چاہئے۔ کیونکہ اس سے علویوں کو ایذا پہنچتی ہی۔ بلکہ کیا عجب ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے تکلیف پہنچے۔ چنانچہ خود اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا ان کے لئے ثابت ہوتا ہی۔ غرض ہر حال میں احتیاط بہتر ہے ع وَلِاَجْلِ عَیْنٍ اَلْفُ عَیْنٍ تُکْرَمُ ۔ اب کافروں کا ایک شبہ بیان فرما کے اس کے دو جواب دیتا ہی۔

آیت ۵۷ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وثنای ابوطالب آنحضرت را و اعلای شان و رفع مکان وی صلی اللہ علیہ وسلم در اشعار و اخبار بسیار است و باوجود آن میگویند کہ وی ایمان نیاورد و مسلمان از عالم نرفت جواب میگویند کہ وی اقرار کرد بزبان و تصدیق کرد در دل اما اذعان و قبول و اطاعت از وی بوجود نیامد معتبر تصدیق و اقرار است مقارن اذعان و قبول و انقیاد و تسلیم چنانکہ در کتب کلامیہ تحقیق یافتہ است۔ آخر میں لکھی ہیں بالجملہ قصیۂ ابوطالب خالی از غرابت نیست۔ حال میں مکہ کے علامہ مفتی شافعیہ نے ان کے اسلام میں ایک سالہ لکھا ہی اس کا جواب بھی ہند میں کسی انکے شاگرد عالم نے لکھا ہی فقیر اس مسئلہ میں سکوت کرتا ہے اور حقیقی علم کو اللہ کی جانب تفویض کرتا ہے۔ نُتَخَطَّفْ۔ قال المبرد الخطف الانتزاع بسرعة۔ یُجْبٰی۔ ای یجمع۔ من قولهم جبیت الماء فی الحوض اذا جمعته۔ کل شیء سے مراد کثرت ہی۔ رِزْقًا۔ یا مصدر ہی کیونکہ یجبی یرزق کے ہم معنے ہی۔ یا مفعول لہ ہی۔ یا بمعنی مرزوق ثمرات سے حال ہے۔ ۱۲

تُجْبٰی یاء ساتھ تانیث کے کیونکہ تانیث ثمرات تانیث جمع ہے اور وہ حقیقی تانیث نہیں ہے تو باعتبار لفظ تانیث اور باعتبار معنی تذکیر ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور کہنے لگے کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں

تو اپنی زمین سے بہت جلد دور کیے جائیں گے۔ کیا ہم نے انھیں امن دینے والے حرم

میں جگہ نہیں دی جسکی جانب ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں روزی ہمارے پاس سے

ولیکن ان میں سے بہیترے نہیں جانتے۔ حارث بن عامر بن نوفل نے (اسی طرح دوسرے

کفار قریش نے بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "اگر ہم آپ کے پیرو ہو کر

اسلام کی اتباع کرتے ہیں تو مشرکین قبایلِ عرب ہمیں ایک کر کے چن لیں گے

اور زمینِ حرم سے نکال دیں گے"۔ اللہ تعالے ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ انکا

عذر سراسر جھوٹ اور باطل ہے۔ اس لئے کہ جب سے یہ شہر بسا ہے اللہ تعالے وہاں کے

لوگوں کو ہر طرح کی آفت سے بچاتا ہے۔ انھیں کفر و شرک کے حال میں تو اس حرمِ معظم

لہ نسائی۔ لہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے چچا زاد بھائی کے اونٹ لے لئے پس مالک نے حرم میں پاکر دعوے کیا کہ یہ میرے اونٹ ہیں چور نے کہا کہ نہیں بلکہ تو جھوٹا ہے۔ مالک نے کہا کہ مقامِ ابراہیم میں کھڑا ہو کر قسم کھا۔ چور وہاں کھڑا ہو کر قسم کھا گیا۔ پس اونٹ کے مالک نے رکن و مقام کے درمیان اپنے ہاتھ پھیلا کر بددعا کرنی شروع کی پس وہ ہنوز وہاں سے نہ ہٹا تھا کہ چور کی عقل جاتی رہی اور وہ مکہ کے نالوں میں چلاتے پھرتا تھا کہ میرا اور اونٹوں کے مالک کا فیصلہ کرو جب یہ خبر عبد المطلب کو پہونچی تو جابجا سے وہ اونٹ جمع کرا کے مظلوم کو دیدئے اور یہ ظالم یہیں پھرتا رہا یہانتک کہ ایک پہاڑ سے گرا اور درندے اس کو کھا گئے۔ ایوب ابن موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت کی پرورش میں اسکا چچا زاد بھائی تھا اس عورت نے بضرورتِ انسانی اپنا

ہر طرحکا امن حاصل رہی۔ اور جب وہ مسلمان ہوں اور حق کی پیروی کریں تو امن نہ
نصیب ہوگا۔ بیشک ہم انھیں نکالدئے جانے سے امن میں رکھیں گے جس طرح
وہ آفات سے مامون ہی اسی طرح اس میں اُن کے لئے ہر طرحکی نعمتیں بھی موجود ہیں
چنانچہ ہم طائف وغیرہ سے ہر طرحکے میوے اور ہر قسم کی منفعت کی اشیا وہاں پہونچاتے ہیں

حکایت لڑکے کا کعبہ سے پناہ لینا۔ اور ظالم کے دونوں ہاتہ شل ہونا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نکاح کیا اور اس صغیر لڑکے کو دیکھکر دل بھر آیا اور اُس نے کہا کہ میں مجبوری سے جاتی ہوں اور مجھے خوف ہی کہ کوئی ظالم تجھکو پکڑ کر اپنا غلام بنا لے پس اگر ایسا اتفاق ہو تو تجھے چاہیئے کہ خانہ کعبہ میں گھس جائیو کہ اللہ تعالے تجھے پناہ دیگا ناگاہ اس عورت کا خیال ٹھیک ہوا اور ایک ظالم اُس بچہ کو پکڑ لے بھاگا۔ یہ بچہ بیچارہ نہایت پریشان تہا کہ ناگاہ یہ ظالم اوسکو حرم محترم کی طرف سے لے گذرا۔ اُس وقت اُس بچہ کو اپنی بہن کا کہنا یاد آیا اور بے تحاشہ دوڑکر خانہ کعبہ کے پردے سے لپٹ گیا اور ظالم مذکور جو اُس کے پیچھے دوڑتا آتا تہا جب اُس نے بچہ کو کہڑا دیکھا تو پکڑنے کو اُسکی جانب ہاتہ بڑہایا پس ہاتہ اوسکا خشک ہوگیا یعنی شل ہوگیا کہ حس وحرکت نہیں کرتا تہا وہ اسکو باد سموم کا اثر سمجھا اور اس نے دوسرے ہاتہ سے اُس کو پکڑنا چاہا کہ وہ بھی خشک ہوگیا آخر وہ نہایت پریشان ہوا اور قریش نے اُس کو فتوے دیا کہ اپنے ہر ایک ہاتہ کے عوض قربانی کرے جب اُس نے اُس پر عمل کیا تو اوس کے ہاتہ چھوٹے اور اُس نے طفل مظلوم کی راہ چھوڑی۔ عبد العزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک گروہ روانہ ہوکر ذی طوی تک پہونچا تو وہاں ایک ہرن اُن کے قریب آیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے اُسکی ٹانگ پکڑ لی ہوئی ہنستا اور نہیں چھوڑتا تہا یہاں تک کہ ہرن نے خوف کے مارے مینگنیاں کیں اور پیشاب کر دیا پھر اُس نے ہرن کو چھوڑ دیا پھر اُن لوگوں نے دہوپ کی تپش سے دوپہر کو آرام کیا اور سو گئے جب جاگے تو دیکھا کہ جس شخص نے ہرن کو پکڑا اُس کی پیٹھ پر ایک سانپ چپٹا ہی ہرچند کوشش کی گئی کہ وہ سانپ ہٹ جاوے لیکن وہ سانپ نہیں ہٹا یہاں تک کہ اُس شخص نے بھی مارے خوف کے پیخانہ پھر دیا اور پیشاب کر دیا تو وہ سانپ اسکو چھوڑکر چلا گیا ۱۲۔

لیکن اکثر ان میں کے نہیں جانتے۔ اسی لئے ایسے باتیں کرتے ہیں۔ **یہ پہلا جواب**
ہو کہ جب تمہاری کفر کی حالت میں وہ حرم باعثِ امن تھا تو اسلام کے بعد تو بطریقِ
اولیٰ رہیگا۔ **دوسرا جواب** یہہ ہے کہ ایمان لانے سے نعمتِ دنیوی زائل نہیں
ہوتی بلکہ عدمِ ایمان ان نعمتوں کو زائل کرتا ہی جس طرح فرمایا۔ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ
بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ
الْوَارِثِينَ ۝ اور ہم نے بہت سی بستیاں کہ اپنی معیشت (یعنے نعمت کے وقت) میں ۵۸
اترائیں ہلاک کردیں پس یہ انکی بستیاں ہیں کہ اُن کے بعد (انمیں) کوئی نہیں بسا
مگر کم (بسیرا) اور ہم وارث ہیں۔ یعنے سب کے فنا ہو جانے کے بعد ہمیں باقی ہیں
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسافر راہ چلتے گھڑی یا دو گھڑی اُس جگہ ٹھہر جاتا ہے سچ پوچھو
تو دنیا کا بھی یہی حال ہے ۵

در خانۂ دنیا چہ نشینی برخیز	کایں خانہ بداں خوش است کآیند و روند

لیکن ہم پہلے ہیل ہلاک نہیں کر ڈالتے بلکہ ہم رسول بھیجکر اپنی حجت قایم کرتے ہیں اور
جب اونکی تکذیب کی جاتی ہی تو پھر عذاب نازل کرتے ہیں جس طرح فرماتا ہی۔ وَمَا كَانَ ۵۹

بطرت۔ البطر دهش يعترى الانسان من سوء احتمال النعمة وقلة القيام بحقها وصرفها
الى غير وجهها (مفردات) البطر الطغيان فى النعمة۔ **معيشتها**۔ انتصابها بنزع الخافض
اى فى معيشتها ۱۲

رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي
الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ اور (اے نبی) تمہارا رب بستیوں کو تباہ کرنے والا نہیں
ہے یہانتک کہ اس دیار کی بڑی بستی میں رسول بھیجے جو ان پر ہماری آیات تلاوت کرے
اور ہم بستیوں کو تباہ نہیں کرتے مگر یہ کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہوں۔ یعنے
رسولوں کی تکذیب اور حق سے انکار کریں۔ چونکہ کافر دنیا کا آرام فوت ہونے کے
خوف سے ایمان نہیں لاتے تھے اس لئے فرماتا ہے اور یہ تیسرا جواب ہے۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی وہ دنیوی زندگی کی راحت اور اسکی زینت ہے اور جو
نعمت کہ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور بڑی پائدار ہے۔ کیا پس تم نہیں سمجھتے۔ کہ زندگی
کا اصل فائدہ یہی ہے کہ درجات آخرت حاصل کریں۔ اور جو کام کریں اس میں
آخرت پیش نظر رکھیں۔ اور کار دنیوی پر کار آخروی کو مقدم سمجھیں نہ یہ کہ صرف
کھانے پینے میں اپنی عمر برباد کردیں۔ اور حسرت سے مریں۔ انسان جو اشرف
المخلوقات ہے وہ برساتی کیڑوں کی طرح نہیں کہ ہزاروں پیدا ہوتے اور مرجاتے

لہ یعنے دارالحکومت کیونکہ وہاں کے رہنے والے بہ نسبت دوسرے گاؤں کے بڑے ہوشیار
اور سمجھدار ہوتے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے ام القرے سے مکہ مراد لیا ہے۔ فمتاع۔ سمی
منافع الدنیا متاعا لانها تفنے ولا تبقی کمتاع البیت ۱۲

اِمِّهَا حمزہ و کسائی ساتھ کسرۂ ہمزہ کے وصل میں

ع ۱۰ يَعْقِلُوْنَ بصری ساتھ ۹ یا یا غیب کے۔

بلکہ وہ یہاں توشۂ آخرت جمع کرنے آیا ہے۔ کافروں کا یہ شبہ تھا کہ ہم ایمان لائیں گے تو منافع دنیوی جاتے رہیں گے فرمایا کہ یہ دھوکا ہے۔ کیونکہ اللہ کے پاس کی چیز دو طرح سے بہتر ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کا ثواب بڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ ضرر سے غیر مخلوط ہے۔ اور اس کے منافع دائمی غیر منقطع ہیں۔ برخلاف دنیوی منافع کے۔ تو جب متناہی غیر متناہی سے مقابل ہوگا تو عدم ہو جائے گا تو پھر دنیا و آخرت کے منافع میں کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ پس یہ بڑی جہالت ہے کہ[ل] منافع دنیوی کے لحاظ سے منافع اُخروی چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر اللہ تعالٰے انھیں جوابات کی تاکید فرماتا ہے کہ جو کفار کہتے تھے ہم نے دین کو دنیا کے لئے چھوڑ دیا ہے تو جواب میں فرماتا ہے کہ اگر بعد دنیا کے مضرت عذاب نہ ہو تو بھی عقل منافعِ دنیا پر منافعِ آخرت کو ترجیح دیتی ہے پھر اب تو یہ ہے کہ اس دنیا کے بعد عذابِ دائمی حاصل ہونے والا ہے جس طرح فرمایا۔ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ

وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○

ل اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ○

حیف باشد لعل وزر دادن زجنگ۔	برگرفتن در برابر خاک و سنگ۔

الْمُحْضَرِيْنَ۔ وتخصیص لفظ المحضرین بالذین احضروا للعذاب امر عرف من القرآن (کما قال وفی العذاب محضرون) وفی لفظہ اشعار بہ لان الاحضار مشعر بالتکلیف والالزام۔ و ذلک لا یلیق بمجالس اللذات انما یلیق بمجالس الشرور والمکارہ (کبیر) ۱۲

آیت ٦١ رکوع ٧

28- وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ مَا
-64 كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۝ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا
الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ۝ پس وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا
ہے پھر وہ (مومن) اُسے پانے والا ہے کیا اُس شخص کے مانند ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا
فائدہ دیا ہے پھر وہ قیامت کے دن (عذاب کے لئے) حاضر کیا جائیگا۔ اور (اے نبی
یاد دلاؤ) وہ دن کہ (اللہ) انھیں پکاریگا پس فرمائیگا کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک
جنھیں تم گمان کرتے تھے (کہ وہ میرے شریک ہیں)۔ تو بول اٹھیں گے وہ لوگ
جن پر عذاب ثابت ہوگیا ہے کہ اے ہمارے پروردگار یہ وہی ہیں جن کو ہم نے گمراہ
کردیا جس طرح ہم (اپنے اختیار سے) گمراہ ہوئے تھے (اسیطرح) ہم نے انھیں گمراہ کردیا

ویوم ینادیھم۔ یوم قیامت پر عطف ہے یا منصوب ساتھ اذکر کے ہے۔ ھٰؤلاء الذین اغوینا۔ ھٰؤلاء مبتدأ۔ والذین اغوینا صفتہ۔ والراجع الی الموصوف محذوف (کبیر) اغویناھم کما غوینا۔ ھو الجواب فی الحقیقۃ وماقبلہ تمھید لہ۔ والمراد کما ان غینا باختیارنا فکذا اغیھم باختیارھم (کبیر)

۱؎ کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ پورا ہو کر ہی رہے گا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد

۲؎ اصل میں تزعمونھم شرکائی ہے۔ دونوں مفعولوں کو بسبب اختصار اور دلالتِ کلام کے حذف کیا گیا۔ افعال قلوب میں صرف ایک مفعول کو حذف کرنا اصح قول پر جائز نہیں ہے۔

۳؎ جو گمراہی کے راہ بتلانے والے ہوں گے یا شیاطین۔ ۱۲

(یعنے گمراہ کرنے پر مجبور نہیں کیا صرف وسوسہ ہمارا کام تہا) ہم (اُن سے) بیزار ہیں تیری
طرف (رجوع کرتے ہین) وہ لوگ ہمیں نہیں پوجتے تھے[1]۔ اور کہا جائیگا کہ اپنے شرکا کو
بلاؤ پس وہ انھیں بلائیں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے۔ اور وہ عذاب دیکہیں گے
(تو تمنا کرین گے کہ) کاش وہ (دنیا مین) ہدایت یافتہ ہوتے۔ پہلی ندا سوالِ توحید کے
لئے بھی اور اب اس ندا مین اثباتِ نبوت مقصود ہے جس طرح فرمایا۔ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ
فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ۝
اور جس دن کہ (اللہ) انھیں پکاریگا پس فرمائیگا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ پس
اُس دن اُن سے خبرین پوشیدہ ہوجائین گی پس وہ باہم سوال نہ کرین گے چونکہ یہ کافر
دنیا مین اندھے تھے وہان بھی اندھے ہی رہین گے۔ جس طرح ان سے قبر مین منکر
نکیر کے سوال مین کوئی جواب بن نہ آئیگا اسی طرح انھین قیامت مین بھی کوئی دلیل
نہ سوجھیگی۔ اور ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکین گے۔ کیونکہ سائل و مجیب دونون
عمیِ بصیرت و جہالت مین برابر ہون گے۔ یا یہ کہ دہشت سے منہ سے بات نہ نکل سکیگی۔
یہ تو انکا حال تھا جسکی موت شرک پر ہوئی اب تائبون کا حال بیان فرماکر توبہ کی رغبت

[1] بلکہ وہ اپنی خواہشون کی پرستش کرتے تھے۔ فعمیت علیهم الانباء۔ کہتے ہین عمی عنی خبر القوم اذا خفی (ابن جریر) عمی علیه ای اشتبه حتی صار بالاضافة الیه کالاعمی قال فعمیت علیهم الانباء (مفردات)

والا ہے۔ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝
وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

پھر لیکن جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے تو امید ہے کہ وہ کامیابوں میں سے ہو جائے
اور (اے نبی) تمہارا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) پسند

فعسیٰ۔ (۱) کریم سے عسیٰ تحقیق پر دال ہے۔ پھر اللہ تو اکرم الاکرمین ہے۔ (۲) تائب کو چاہئے کہ فلاح کا امیدوار رہے یہ ترجی باعتبار تائب کے ہے (۳) تائب کو فلاح اسوقت حاصل ہوگی جب اسے مداومت و استقامت حاصل ہو۔ الخیرۃ۔ اسم من الاختیار قام مقام المصدر۔ والخیرۃ ایضا اسم للمختار (کبیر) سے تنویر فی اسقاط التدبیر میں اس آیت کی یوں تفسیر ہے کہ بندے کو لازم ہے کہ اللہ تعالے کے سامنے کچھ تدبیر نہ کرے کیونکہ جب وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے تو تدبیر بھی جو چاہے کریگا۔ جو پیدا کرنے کا مالک نہیں وہ تدبیر کا بھی مالک نہیں چنانچہ فرمایا اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ یعنے کیا پیدا کرنے والا اور نہ پیدا کرنے والا برابر ہوسکتا ہے ایا تم نصیحت نہیں قبول کرتے اور یختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار رہیں وہ یکتا ہے اور اس کے افعال صادر بالاضطرار نہیں بلکہ وہ صفت اختیار کے ساتھ موصوف ہے اب بندہ پر لازم ہے کہ اپنا اختیار اور تدبیر اللہ کے سامنے ساقط کر دے کیونکہ جو صفت اوسکی ہے وہ تیری نہیں ہوسکتی۔ اور مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ کے دو معنے ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ لوگ اس لائق نہیں کہ اُن کے لئے اختیار حاصل ہو اور وہ اس کے مستحق ہوں۔ دوسرے یہ کہ ہم نے اُن کو اختیار نہیں دیا

کرتا ہی۔ اُنھیں کچھہ بھی اختیار نہیں۔ پاک ہی اللہ اور برتر ہے اُس سے جسے یہ شریک بناتے ہیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور اس امر کا مستحق نہیں بنایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یعنے اللہ تعالے اس سے پاک ہی کہ اُس کے آگے انکا اختیار چلے۔ اور اس آیت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ اختیار کا دعوےٰ کرے وہ مشرک ہی لسانِ حال سے دعوئے ربوبیت کا کر رہا ہی اگرچہ زبانی اس سے برارت ظاہر کرتا ہو الخ

فائدہ جاننا چاہئیے کہ اللہ تعالے کی حکمتوں کا ادراک ممکن نہیں اس لئے کہ علمِ الٰہی تمام مخلوقات کو محیط ہے اور منجملہ اُسکی مخلوقات کی عقلِ انسانی بہی ایک مخلوق ہی۔ پس اس عقل مخلوق کو قطعاً مجال نہیں کہ اپنے خالق کی حکمت کا احاطہ کرے۔ دیکھو ایک مخلوق کہ جب دوسرے مخلوق کی حکمتوں سے آگاہ نہیں ہوتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے۔ چنانچہ گھڑی ساز بہت سے پُرزے ٹیڑھے اور سوراخدار وغیرہ مختلف شکلوں کے بناتا ہی پس اگر جاہل اسکی نقص و کجی دیکھکر اعتراض کرے تو یہ اسی سبب سے ہی کہ وہ اُسکی حکمت سے مطلق واقف نہیں۔ تعجب ہے کہ اپنے مثل و برابر مخلوق کے افعال و ترکیب میں یہہ سرگردانی ہے تو خالق عزوجل کی حکمت سے عاجز ہونے کا اقرار نہ کرنا صرف وسوسۂ شیطانی ہی

فائدہ تقدیر کا ثبوت علمِ الٰہی سے ہوتا ہے وہ اسطرح کہ ہم پوچھتے ہیں کہ زید جو آئندہ پیدا ہوگا کیا اللہ تعالی جانتا ہی کہ اس کے افعال اسکی تمام عمر میں کیا کیا ہوں گے۔ یا نہیں جانتا۔ پس اگر کوئی بے ایمان کہے کہ نہیں جانتا ہی تو وہ کافر ہی۔ اور حق یہی ہی کہ وہ جانتا ہی۔ کیونکہ جو جانتا ہی نہیں تو وہ کب کسی شے کو پیدا کر سکتا ہی پس یہی تقدیر و مشیتِ الٰہی عزوجل ہی۔ پس جو کچھہ اللہ عزوجل نے جانا ہی۔ اس مخلوق کے افعال اُس سے خلاف نہیں ہو سکتے۔ بعض نصرانیوں کے تربیت یافتہ کہتے ہیں کہ تقدیر کچھہ نہیں وہ لوگ اللہ کے منکر ہیں۔ اور بعض فاسق تقدیر کا حیلہ کر کے شرعی احکام ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جسمی ضروریات کے لئے کھانا پینا وغیرہ ترک نہیں کرتے۔ کسی بزرگ سے ایک آزاد نے کہا کہ مجھے باطنی نماز سکھلائے۔ فرمایا جب تو باطنی غذا کھائیگا اور ظاہری غذا ترک کر دیگا تو تجھے باطنی نماز بھی سکھلا دونگا۔ غرض جسم و روح دونوں کا حق ادا کرنا ضروری ہے۔ ۱۲

حکمتِ الٰہی

مسئلہ تقدیر

اور تمہارا پروردگار جانتا ہی جو کچھہ اُن کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھہ وہ ظاہر کرتے ہیں اور

وہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے لئے تعریف ہی دنیا اور آخرت

میں۔ اور اسی کے لئے حکومت ہی اور اسیکی طرف (جزا کے لئے) لوٹائے جاؤگے۔ خدا جو

چاہے پیدا کرتا ہی تو تدبیر بھی جو چاہیگا سو کریگا۔ کیونکہ تدبیر کے لئے ربوبیت کی ضرورت ہی

تخلیق ۵

مقدم ہم رضائے مالکِ تقدیر رکھتے ہیں	اٹھا کر طاق میں اپنی ہراک تدبیر رکھتے ہیں

چونکہ ترکِ تدبیر متعلق توکل سے ہی اسلئے اُسکی تفصیل اسطرح ہے **توکل** کے دو قسم ہیں۔ ایک علمی دوسرے عملی۔ **علمی** تو یہ ہی کہ ہر امر میں اللہ تعالے پر اعتماد کرے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے۔ اور دل سے جانے کہ جو کچھہ ہو رہا ہی اُسی کے حکم سے ہو رہا ہے خواہ سبب درمیان ہو وے یا نہو وے۔ اور خود کو خدائے تعالے کے سامنے مثلِ میت کے غسّال کے ہاتہ میں جانے کہ جس طرح چاہتا ہی حرکت دیتا ہی وہاں سعی کو کچھہ دخل نہیں۔ **عملی** یہ کہ اسباب کو ترک کرے۔ پھر اسباب کے دو قسم ہیں دینی و دنیوی۔ دینی کاموں میں اسباب کو چھوڑ دینا جس سے دین کا کوئی نفع حاصل ہو یہ شرعاً توکل نہیں۔ اور دنیوی نفع کے دو قسم ہیں حلال یا حرام۔ حرام کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہی۔ اگر حلال ہو اس کے تین قسم ہیں (۱) یقینی (۲) ظنی (۳) وہمی۔ اسبابِ وہمیہ جیسے اہلِ حرص و طمع اختیار کرتے ہیں

جس کا نام طولِ امل ہے۔ اور آسبابِ یقینیہ جن پر نفع عادۃً ضرور مرتب ہوتا ہی جس کے کھانے کے بعد آسودگی پینے کے بعد سیرابی ہوتی ہے۔ اس کا ترک کرنا۔ اس طرح کہ جس میں موت کا یقین ہو جایز نہیں (ہاں جس شخص کو خرقِ عادت میسر ہو اور عذرِ باطنی سے تائید ہوتی ہو اور اُسے جان کا خوف نہ ہو تو اس کے لئے جایز ہے) اور اسبابِ ظنیہ جن پر اکثر نفع مرتب ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا ہے جیسے علاج کے بعد صحت وغیرہ ان اسباب کا ترک کرنا قوی النفس کے لئے کمالِ توکل ہی غرض کسب اور تلاشِ اسباب منافیِ توکل نہیں۔ بعد اس علم کے کہ ہر شے کی تقدیر خدا کی جانب سے ہی۔ اگر جمع اسباب[لہ] کرے تو

بیانِ مسائل

توکل کی قسمیں

لہ غرض علمی توکل تو یہ ہے کہ اگر اسباب تقدیر کے موافق ہوں گے تو نافع ہوں گے ورنہ نہیں۔ اشیاء کو مستقل بالتاثیر نہ سمجھے بلکہ تاثیرِ غیر مستقل کا اعتقاد رکھے۔ اب رہا عملی یعنی اپنے کاموں کے لئے اسباب کا اختیار کرنا۔ تو پہلے اس کام کو دیکھے۔ دینی ہے یا دنیوی مباح ہے یا گناہ۔ اگر معصیت ہے تو اُس کے اسباب کا فراہم کرنا بھی معصیت ہے۔ اگر دینی ہے تو واجب ہے یا مستحب جو ہوگا اُسی طرح اُس کے لئے اسباب کا جمع کرنا بھی واجب و مستحب ہوگا اور اگر وہ دنیوی مباح ہے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ دنیوی مباح ضروری ہے یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہے تو اس اسباب کو دیکھنا چاہیے کہ ان پر اس مقصد کا ترتب یقینی ہے یا غیر یقینی اگر یقینی ہے تو اُس کے اسباب کا اختیار کرنا بھی واجب ہے اور اگر غیر یقینی ہے تو ضعفا کے لئے اختیار اسباب واجب ہے اور اقویا کے لئے گو جائز ہے مگر ترک افضل ہے اور اگر وہ دنیوی مباح غیر ضروری ہے تو اگر اُس کے اسباب کا اختیار کرنا مضرِ دین ہو تو ناجائز ہے ورنہ جائز مگر ترک افضل ہے یہ کل دس صورتیں ہیں اور ہر ایک کا خاص حکم ہے اس تقریر سے معلوم ہو جائیگا کہ کس مرتبہ میں توکل جائز یا ناجائز ہے اور کس مرتبہ میں تدبیر جائز یا ناجائز ہے۔ کذا قال بعضہم امام غزالی نے احیاء العلوم میں۔ اور مولانا رومؒ نے مثنوی میں ان بحثوں کو خوب بسط سے بیان فرمایا ہے۔ ایک مقام پر مولانا فرماتے ہیں

	اشقیا در کارِ عقبیٰ جبریند		اولیا در کارِ دنیا جبریند	

سمجھے یہ بھی اُسی کی توفیق سے ہے لیکن جمع اسباب کے لئے استخارہ کرے۔ اور خدا سے ہر کام میں بہتری دہونڈنے کا نام استخارہ ہے اور صحیح حدیث[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کام میں استخارہ اس طرح سکہاتے تھے جس طرح قرآن کا سورہ سکہاتے تھے بعد بیانِ توحید اُن نعمتوں کو بیان فرماتا ہے جس میں کافروں کے فرضی معبود بس ہیں۔ تا اس سے توحید کا پورا ثبوت ہوجائے۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ

[1] بخاری وابوداود وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہ جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور اس متن حدیث کا بقیہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت سوائے فرض کے پڑہے پہر یہ دعا کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ (در) اور حصن حصین میں بجائے بخاری کے مسلم لکہا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ھٰذَا الْاَمْرَ کے موقع میں اپنی حاجت کا ذکر کرے اور ابن سنی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اپنے رب سے سات بار استخارہ کر۔ پہر دیکہ کہ دل کا رجحان کس طرف ہے۔ پس بہلائی اُسی میں ہے" حج اور جہاد اور جتنے کارِ خیر ہیں سب میں استخارہ چاہئے لیکن نفسِ فعل کے لئے نہیں بلکہ تعیینِ وقت کے لئے اور جس کام کے لئے شرحِ صدر ہو وہی اُسی اختیار کرے۔ بعضوں نے کہا کہ جو رکعت پڑہتے ہیں اُنہیں سورے اس طرح پڑہے پہلی رکعت میں کافرون اور دوسری رکعت میں اخلاص (حرز الثمین شرحِ حصن حصین) ۱۲

تعریفِ استخارہ

تاکیدِ استخارہ

دعاءِ استخارہ ٣

ترکیبِ استخارہ

ہر کارِ خیر میں استخارہ

ضِيَآءٍ تسہیل ثانیہ ہمزہ کے بجائے یا کے۔

اَلَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○
قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ النَّہَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ
اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ
لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○

(اے نبی) کہدو کیا تم نے دیکھا ہی کہ اگر اللہ تم پر رات کو قیامت تک دائمی کردے تو
اللہ کے سوا کوئی معبود ہی جو تمہارے لئے روشنی لائے تو کیا تم سنتے نہیں۔ کہدو کیا
تم نے دیکھا ہے کہ اگر اللہ تم پر دن کو قیامت تک دائمی کردے تو اللہ کے سوا کون
معبود ہی جو تمہارے واسطے رات لائے جس میں تم سکون حاصل کرو۔ تو کیا تم نہیں
دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس
(رات) میں سکون حاصل کرو اور (دن میں) اسکا فضل (رزق) طلب کرو اور

سرمدا ـ من السرد وهو المتابعة والاطراد ـ والميم مزيدة للدلالة الاشتقاق عليه فوزنه فعمل
و مختار صاحب القاموس ان الميم اصلية ووزنه فعلل (خفاجی) لے اس آیت میں اشارہ
نہارِ تجلی اور لیل ستر بشریت کی طرف ہی۔ پھر اگر ہمیشہ نہار تجلی رہے تو متجلے لہ (کہ جس پر تجلی ہووے)
کو اس کے سطوات کے تحمل کی قدرت نہووے۔ تو اللہ تعالے نے اسے ظلِ بشریت سے ڈھانپ
دیا تا تعب سطوات سے آرام پاے۔ اور یہ ستر قبیل حجاب سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ستر کہ عقیب تجلی
ہوتا ہی وہ حجابِ رحمت ہی نہ حجابِ زحمت ۔ یہ از قبیل لف و نشر ہے۔ ۱۲

شاید تم شکر کرو۔ اسمیں اپنا احسان جتلاتا ہی کہ اگر قیامت تک رات باقی رہتی تو طبیعت اندھیرے سے گھبرائی جاتی۔ اور طلبِ معاش کے لئے بڑی دقت ہوتی۔ چونکہ یہ رات کی درازی کا بیان تھا اور رات میں زیادہ تر کانوں سے کام لیا جاتا ہی اور دکھائی کم دیتا ہی اس لئے فرمایا۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ یعنی تو کیا تم نہیں سنتے اور اسی طرح تا قیامت دن باقی رہتا تو جسم حرکت اور کام کاج سے تھک جاتا اس لئے رات کو لاتا ہی تا اسمیں سکون و آرام ہو۔ تو یہ سکون کسی کو سونے سے ہوتا ہی کسی کو حضوریِ رب سے ؎

خلوتِ شب بہرِ آن تا جانِ ریش ۔	رازِ دل گوید بر جانانِ خویش
روزہا از بہرِ غوغائے عوام ۔	تا بدیشاں کارِ تن گیرد نظام

چونکہ دن میں دیکھنا ہو سکتا ہی اور روشنی میں آنکھ زیادہ کام دیسکتی ہے اس لئے یہاں افلا تبصرون فرمایا اور تم پر اللہ کی مہربانی ہی کہ اُس نے رات اور دن اُن دونوں کو بنایا تا کہ تم رات میں راحت حاصل کرو اور دن میں محنت و مشقت سے رزق تلاش کرو (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل کا خیال رکھ کر رزق طلب کرنا پسندیدہ بات ہی) اور تا کہ تم لوگ رات اور دن میں شکر گذار ہو۔ یعنی دن کی بگڑی رات کو بناؤ۔ اور رات کی الجھی دن کو سلجھاؤ۔ **اوّلاً** اللہ تعالےٰ نے طریقۂ مشرکین کی

ہجو کی ثانیاً بیانِ توحید اور اُس کے دلائل ذکر کیے۔ اب دوسرے مرتبہ پھر اُنکی مذہب و روش کی ہجو اور اُن کا حال جو آخرت میں ہو گا بیان فرماتا ہے وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ

فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ ع ۱۵ ۱۰

اور (اے نبی یاد دلاؤ) جس دن کہ (اللہ) اُنھیں پکاریگا پس فرمائیگا کہ میرے وہ ساجھی کہاں ہیں جنھیں تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے۔ اور ہم ہر گروہ سے ایک گواہ نکالیں گے پھر کہیں گے اپنی دلیل لاؤ پس (کافر) جان جائیں گے کہ بے شک حق (الوہیت تو) اللہ کے لئے ہے اور جو کچھ وہ افترا کرتے تھے اُن سے جاتا رہیگا یعنے اُن کے فرضی معبودوں سے اُنھیں کچھ بھی نفع نہ پہونچیگا۔ چونکہ اکثر دنیا کی فانی چیزوں پر فخر کرنے اور دنیوی زندگی پر مطمئن ہونے سے فسق بلکہ کفر تک نوبت پہونچتی ہے اور بعض کافروں کو اسلام کی ہدایت نہیں ہوتی اس لئے کافروں کے حال کے بعد قارون کا قصہ جو مال کی نشہ میں مخمور ہو کر مرتد ہو گیا تھا بیان فرماتا ہے۔

نزعنا۔ میز نا و احد الیشہد علیہم۔ شہیداً۔ قال مجاھد یعنے رسولاً۔ (ابن کثیر) بعض نے کہا کہ وہ نبی اپنے زمانے کے لوگوں پر اور جو اُن کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے اُنپر بھی گواہی دیں گے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اعمالِ امت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں۔ وضلّ عنہم وغاب عنہم غیبۃ الضائع (بیضاوی) ۱۲

آیت ۷۶ تا ختم آیت ۷۷

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ
مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ○ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ
مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ
اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○ بیشک قارون موسےٰ کی قوم میں سے تھا۔ پھر اس نے
اُن پر سرکشی کی اور ہم نے اُسے اس قدر خزانے دئے تھے کہ بیشک اُنکی کنجیاں ایک
زور آور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں جب اُسکی قوم نے اُسے کہا کہ تو نہ اترا اس لئے
کہ اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اُس سے
دارِ آخرت کو تلاش کر اور اپنا حصہ دنیا سے نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ

فبغی علیھم۔ اصل معنی بغی طلب و یختلف معناہ باختلاف متعلقہ فاما ان یکون المطلوب العلو
والتکبر وھو المعنی الاول و تعدیتہ بعلی کالفضل والعلو۔ اوھو بمعنی تکبر وتعدیتہ
بذلک ایضا۔ اوھو بمعنی الظلم والحسد لما فیہ من طلب ما لیس حقہ وطلب زوال نعمۃ
المحسود (خفاجی) الکنوز۔ جمع کنز ہے۔ اور رکاز و معدن و کنز میں یہ فرق ہے کہ رکاز وہ مال ہے جو
رکھا ہوا ہو یا زمین میں پیدا ہوا ہو۔ اور معدن وہ ہے جو پیدا ہوا ہو۔ اور کنز وہ ہے جو رکھا ہوا ہو۔ لتنوء
بالعصبۃ۔ ناء بہ الحمل اذا اثقلہ حتی امالہ۔ والعصبۃ الجماعۃ الکثیرۃ والعصابۃ مثلھا والعشرۃ
عصبۃ۔ والجملۃ صلۃ ما وھو ثانی مفعولی اٰتی۔ لا تفرح و علل النھی ھھنا بکونہ مانعا من محبۃ اللہ۔ و
قد روی عن الحسن ان اٰیۃ ولا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتٰکم جمعت الزھد کلہ (خفاجی) ۱۲

نیکی کی ہے تو بھی نیکی کر۔ اور زمین میں فساد کی خواہش نہ کر کیونکہ اللہ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسٰی[1] کا چچیرا بھائی تھا۔ اور توریت کو بہت ہی خوش آوازی سے پڑھتا تھا۔ پھر کثرت مال کی وجہ سے بنی اسرائیل پر برائی چاہی۔ اور اس بڑائی ظاہر کرنے کے لئے اپنا لباس بھی ایک بالشت بڑھا دیا تھا اُسے خزانے اسقدر دے گئے تھے کہ جن کی کنجیاں اگر ایک قوی جماعت اٹھاتی تھیں تو انھیں اسکا اٹھانا بار ہوتا تھا۔ پھر بنی اسرائیل کے نیک بختوں نے[2] اُسے بطور وعظ سمجھایا کہ اس مال پر خوش ہونا اور اترانا نہ چاہیے کیونکہ یہ اترانا اور خوش ہونا محبت دنیا اور اُس سے راضی ہونیکا نتیجہ ہے اور یہ اللہ کی محبت کا مانع ہے اور تو اس مال سے دارِ آخرت کی خواہش کر یعنے اس فانی کو راہ خدا میں خرچ کر کے نعمتِ باقی یعنی جنت کی نعمتوں کو طلب کر۔ بیت

بجز جانِ من ورنہ حسرت بری	بدنیا توانی کہ عقبےٰ خری۔

اور جسے یقین ہو گیا کہ دنیا سے سفر کرنا ہے وہ کبھی خوش نہ ہو گا۔ ہ

تَیَقَّنَ عَنْہُ صَاحِبُہٗ انْتِقَالَا	اَشَدُّ الْغَمِّ عِنْدِیْ فِیْ سُرُوْرٍ

[1] قال ابن جریج واکثر اھل العلم علی انہ کان ابن عمہ واللہ اعلم (ابن کثیر)۔

[2] اسیطرح شہر بن حوشب نے کہا (ابن کثیر) ۱۲

اور دنیا میں سے بھی مباح کام یعنے کھانے پینے شادی کرنے کا مضایقہ نہیں۔ اور بعضوں نے کہا دنیا میں سے یعنے موت کے وقت اس جہان سے تجھے کفن ہی نصیب ہوگا۔ رباعی۔

گر ملکِ تو شام تا یمن خواہد بود
ور سر حدِ روم تا ختن خواہد بود
آں روز کزیں جہاں کنی عزمِ سفر
ہمراہِ تو چند گز کفن خواہد بود

مال کے احسان کے بعد مطلق احسان کا ذکر کیا خواہ مال سے ہو یا جاہ سے ہو جسطرح کسیکی سفارش وغیرہ کرے اور خوش خلقی بھی اسی میں داخل ہے۔ اور ملک میں فساد کرنا جس طرح تیری عادت ظلم و سرکشی کی ہے چھوڑ دے اس لئے کہ اللہ ظالموں کو نہیں چاہتا ہے غرض اُن واعظوں نے نصیحت کا حق ادا کیا۔ لیکن قارون نے کوئی نصیحت نہ مانی بلکہ نعمت کی ناشکری کی اور اسطرح کہا۔ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ 2
عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ

لہ صحیح حدیث میں ہے کہ تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل و عیال کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے پس ہر حقدار کو اس کا حق دے۔ علی علم۔ ای انما اعطیته بعلم اللہ فی انی اهل له - عندی - ای عندی ان الامر کذلك - کما یقول المفتی عندی ان الامر کذلك ای مذهبی واعتقادی ذلك - جیسے دوسری آیت میں انسانی جبلت کا وہ کا بیان ہے۔ واذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولنه نعمة منا قال انما اوتيته على علم (کبیر و ابن کثیر)

مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

بولا کہ مجھے یہ (مال) اپنے علم کی وجہ سے ہی دیا گیا ہے۔ کیا اُس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ نے اُس سے پہلی قوموں میں سے اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا جو اُس سے قوت میں سخت اور جمع (مال) میں اُس سے زیادہ تھے۔ اور گنہگار اپنے گناہوں (کے عذر) سے نہ پوچھے جائیں گے۔ قارون بولا اللہ تعالیٰ نے یہ مال جو مجھے عطا فرمایا ہے تو میرے احوال سے آگاہ ہو کر اور جانکر عنایت کیا ہے اگر اِس کا میں مستحق نہ ہوتا اور وہ مجھے محبت نہ کرتا تو اس قدر نہ دیتا۔ میرا خیال تو یہی ہے۔ بعض نے کہا کہ علم سے یہ غرض ہے کہ کسب و انواعِ تجارت کا ڈھنگ خوب یاد تھا۔ بعض نے کہا کہ اُسے کیمیا[۱] کا علم

جان کر ہی دیا گیا ہے میرا خیال (تو یہی) ہے۔

بیانِ کیمیا

[۱] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "یہ روایت ضعیف ہے۔ اور علمِ کیمیا باطل ہے۔ (دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ باطل نہیں ہے لیکن بوالہوسوں کو اپنی اوقاتِ عزیز اُس میں ضایع کرنی نہ چاہیئے) ہاں بعض اولیاء اللہ کے ہاتھ پر بطورِ کرامت اللہ تعالیٰ نے چاندی کو سونا یا اس کے مانند کر دیا تو اس سے کوئی مسلمان و مومن انکار نہیں کر سکتا مگر یہ کچھ ترکیبی صنعت نہیں ہے بلکہ خالقِ آسمان و زمین کے فعل اختیاری سے ہے یعنے تاکہ اس ولی کی کرامت اُس کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تصدیق ہو چنانچہ حیوہ بن شریح المصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُن سے ایک سائل نے سوال کیا حالانکہ اُس وقت اُن کے پاس ایسی چیز موجود نہ تھی جو اُسے دیتے اور آپ نے دیکھا کہ سائل کو ضرورت ہے پس زمین سے کچھ کنکریاں اُٹھا کر اپنی مٹھی میں ہلا کر اُس سائل کے سامنے پھینکدیں۔ اُس نے دیکھا کہ نہایت عمدہ سرخ سونا ہے۔ وہ اُنکو لیکر چلا گیا۔ اور ان کرامات میں احادیث و آثار بکثرت ہیں جن کے ذکر سے تطویل ہو گی"۔

کرامات

تھا جس کے ذریعہ سے بہت سا سونا بنایا۔ اللہ تعالے اُس کے جواب میں فرماتا ہے کیا
قارون کو معلوم نہیں کہ اس سے پہلے کے لوگ جو اس سے قوت اور مال میں زیادہ تھے
ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔ اور یہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا اپنی محبت کے باعث نہیں
دیا تھا بلکہ آزمایش تھی جب انھوں نے شکر نہ کیا تو ہم نے ہلاک کر ڈالا تو یہ اس کا دعوے
کہ مال کا عنایت ہونا محبتِ الٰہی کی دلیل ہی بالکل غلط ہی۔ پھر فرمایا اور گنہگاروں[ل]
سے اُن کے گناہوں کا عذر نہ طلب کیا جائیگا۔ کیونکہ اُن کی صورتوں سے خود انکی بری
حالت ظاہر ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک جا فرمایا يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ۔ اب
قارون کی سواری جس کرّ و فر سے نکلی اور آخر میں کس عذاب میں گرفتار ہوا اُس کا
آیت ۷۹ ذکر فرماتا ہی۔ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ
آیت ۸۰ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا

[ل] چونکہ قیامت میں متعدد مقامات ہوں گے تو ہر وقت کے لائق اُن سے معاملہ ہو گا۔ کسی مقام پر تو اُن سے
سوال ہو گا جس طرح فرمایا لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اور کسی مقام پر پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ۱۲
مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ۔ ان لوگوں نے اس کے مثل کی آرزو کی نہ اُس کے عین کی اس لئے کہ حسد
مذموم ہی بخلاف غبطہ کے۔ وَلَا یُلَقّٰىهَا۔ اس میں ضمیر اُس کلمہ (یعنے ثواب اللہ خیر) کی طرف پھرتی ہی جو
علمانے کہا تھا یا ثواب کی طرف ہی کیونکہ وہ معنی میں مثوبت کے ہی یا جنت کی طرف ہی (بیضاوی) ۱۲

الصّٰبِرُوْنَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ
بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ
لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ع پس وہ

(یعنے قارون) اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں (آراستہ ہو کر) نکلا۔ جو لوگ دنیا
کی زندگی چاہتے تھے (اُسے دیکھکر) کہنے لگے کہ اے کاش ہمارے لئے بھی اُس کے مثل ہوتا
جو قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ بڑے نصیبے والا ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا

خسف ... حفص کے ... قرار بصیغہ ... ل پڑھتے ہیں
ع ۸ ۷ ۱۱

فئة - من فاءت راسه اذا میلته فسمیت الجماعة مطلقا به لمیل بعضهم الی بعض وهو محذوف
اللام ووزنه فعة وقال الراغب انه محذوف العین فوزنه فلة وانه من الفیٔ وهو الرجوع
لان بعضهم یرجع لبعض ولکل وجهة - (خفاجی) بالامس متعلق ساتھ تمنوا کے ہے۔ اور امس مجاز
ہے قرب زمان سے جسطرح ایک جاے فرمایا کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ - ویکان - قال ابن کثیر وقد
اختلف النحاة فقال بعضهم معناه ویلك اعلم انّ ولکن خففت فقیل ویك ودل فتحها انّ علی
حذف اعلم وهذا القول ضعفه ابن جریر والظاهر انه قوی ولا یشکل علی ذلك الا کتابتها فی المصاحف
متصلة ویکان والکتابة امر وضعی اصطلاحی والمرجع الی اللفظ العربی والله اعلم
وقیل معناها ویکان ای الم تران قاله قتادة وقیل معناها وی کان ففصلها وجعل حرف
وی للتعجب او التنبیه وکان بمعنی اظن واحسب قال ابن جریر واقوی الاقوال فی هذا
قول قتادة انها بمعنی الم تران واستشهد بقول الشاعر ؎

سالتانی الطلاق ان رأتانی	قل مالی قد جئتمانی بنکر
ویکان من یکن له نشب یحبب	ومن یفتقر یعش عیش ضر

اُنہوں نے (اُن تمنا کرنے والوں سے) کہا کہ تمہاری خرابی ہو اللہ کا ثواب اُس شخص
کے لئے جو ایمان لایا اور اُس نے نیک کام کئے بہت بہتر ہے اور اس (ثواب) کو
نہیں پاتے ہیں مگر صبر کرنے والے۔ پھر ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا
پھر اُس کے لئے کوئی جماعت اللہ کے سوا نہ ہوئی جو اُسکی مدد کرتی اور نہ وہ (خود)
مدد پا سکا۔ اور جن لوگوں نے اُس کے مرتبہ کی کل آرزو کی تھی صبح کو کہنے لگے افسوس
ہے تجھپر (جان لے کہ) اللہ[1] اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ
کرتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو بے شک ہمیں (بھی) دھنسا دیتا
افسوس ہے تجھپر (جان لے) بات یہ ہے کہ کافر نجات نہیں پاتے۔ جسطرح[2] رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اگلے لوگوں میں ایک شخص ایک وقت اپنی
دو سبز چادروں میں اتراتا ہوا تکبر کے ساتھ چلا جاتا تھا کہ یکایک اللہ تعالےٰ نے
زمین کو حکم دیا کہ اُس نے اُسے گرفتار کر لیا اور وہ اُس میں قیامت تک دھنستا چلا
جائیگا۔" غرض قارون[3] موسےٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہلاک ہو گیا۔ اس قصے نے

[1] رزق کی فراخی و تنگی حسب مشیت الٰہی ہے نہ کسی کی بزرگی کے باعث کشادہ کرتا ہے اور نہ کسی کی ذلت کے سبب تنگ کرتا ہے۔ [2] امام احمد ساتھ اسناد حسن کے کہ آپ اس میں منفرد ہیں۔ بخاری میں بھی اس کے قریب قریب ہے۔ [3] ابن ابی شیبہ مصنف میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم مع تصحیح وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قارون قوم موسےٰ سے تھا یعنے انکا چچیرا بھائی

دنیاداروں کو عبرت لینی چاہئے۔ اور فقرا کو اُمرا کی سواری اور مال و متاع دیکھکر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تھا۔ کچھ تھوڑا سا علم حاصل کر لیا اور موسےٰ سے سرکشی کی اور حسد کیا۔ موسےٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ سے زکوٰۃ لوں پس زکوٰۃ دینے سے انکار کیا (اور بنی اسرائیل سے) کہنے لگا کہ موسےٰ نے جو جو کہا تم نے مانا مگر انھیں کافی نہ ہوا اب تمہارے مال لینے کی فکر کی ہے وہ بولے تو جو بولیگا ہم سنیں گے تو اُس نے کہا کہ فلاں زن فاحشہ کو لاؤ اُسے کچھ دیکر آمادہ کریں کہ (حضرت) موسےٰ پر تہمت لگائے۔ غرض وہ عورت راضی ہوی اور قارون موسےٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا بنی اسرائیل کو جمع کر کے وعظ فرمائے آپ باہر تشریف لائے۔ اور اُنھیں جمع کیا۔ اور بیان کرنے لگے اور منجملہ اُن احکام کے فرمایا کہ اگر زانی محصن ہو اُس کو سنگسار کرنے کا حکم ہے لوگوں نے کہا اگر آپ ہوں تو فرمایا اگرچہ میں ہوں۔ بولے کہ آپ نے فلاں عورت سے فعل بد کیا۔ فرمایا میں نے۔ بولے ہاں۔ انہوں نے اُس عورت کو بلایا وہ آئی حضرت موسےٰ نے فرمایا تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں سچ سچ کہدے۔ بولی کہ جب آپ اللہ کی قسم دیکر پوچھتے ہیں تو میں سچ کہدیتی ہوں کہ انھیں لوگوں نے بلایا اور میرے لئے اس قدر مال معین کیا ہے اس بات پر کہ میں اپنے ساتھ آپ کو متہم کروں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ پاک اور رسول خدا ہو۔ پس حضرت موسےٰ علیہ السلام روتے ہوے سجدے میں گر پڑے۔ اللہ نے وحی فرمائی کیوں روتے ہو ہم نے تمہارے لئے زمین کو محکوم کر دیا ہے جو کہو گے بجا لائے گی۔ آپ نے سر مبارک اٹھایا اور ارشاد کیا کہ اے زمین ان کو لے زمین نے انھیں قدم تک دھسا لیا۔ اور وہ یا موسےٰ یا موسےٰ کہکر پکارتے تھے۔ پھر فرمایا انہیں لے تو وہ گھٹنوں تک دھس گئے۔ پھر انہوں نے پکارا پھر آپ نے اسی طرح کہا یہانتک کہ زمین میں غائب ہو گئے۔ اللہ نے موسےٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسےٰ تمہیں پکارا اور گڑگڑایا لیکن تم نے انھیں جواب نہ دیا میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے میں انھیں جواب دیتا (در) بعض علما نے لکھا کہ موسےٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے رب وہ مجھے اپنی قرابت کا واسطہ دیتا تھا اور تو علیم ہے اگر مجھے تیرے نام پاک کا واسطہ دیتا تو قبول کرتا ابن کثیر نے کہا اس قصہ میں بہت سے اسرائیلی حکایات ہیں ۱۲

آرزو نہ کرنی چاہیے۔ اور اس سے اہلِ علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جنہوں نے ثوابِ
الٰہی کے مقابلہ میں مال و دولت کو حقیر سمجھا **خلیق** ؎

بس تمہارے عشق کی دولت ہمیں	کیا کریں دینار و درہم کیا کریں

وہ علما نہیں ہیں جو دنیا پر جان دیتے اور مرتے ہیں **بعد** قصہ قارون کے عام نصیحت
کہ آخرت کا جو طالب ہو وہ دنیا میں تکبر و فساد نہ کرے اس طرح بیان فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وہ آخرت کا گھر ہم نے اُن لوگوں کے لیے بنایا ہے جو زمین میں
بڑائی اور فساد کرنا نہیں چاہتے اور انجام (خیر) پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ بڑائی اور
فساد یہ ہے کہ گناہوں کا مرتکب ہو اور مخلوق کو بوجہ تکبر باطنی کے حقیر سمجھے **(فائدہ)**
ایک خود ذات کا تجمل ہے جس میں دوسرے کے مقابلہ کا خیال نہیں آتا ہے یہ جائز
ہے۔ اور جو اس تجمل و خوبصورتی سے دوسرے پر فخر کرنا مقصود ہو تو یہی بُرا ہے اور علو

تلک ع۔ یہ اشارہ تعظیمی ہے اور تعظیم بُعد سے ماخوذ ہے جو مستعار واسطے علو مرتبت کے ہے۔ الدار صفت
اسم اشارہ ہے اور آخرت صفت دار ہے۔ اور خبر اسم اشارہ کی نجعلھا الی آخرہ ہے۔ لے اسکی معرفت
یہ ہے کہ جب غنی کو اس تجمل کی حالت میں اپنے مسکین بھائی سے ملاقات ہو تو اُس کا لباس وغیرہ دیکھکر
اس کو شرم آئے۔ کہ کہیں میری لباسِ فاخرہ سے میرے بھائی کو شرم دامنگیر نہ ہو۔ غرض اپنے بھائی مسلمان
کو ہر حال میں خوش رکھنا بہت ہی بڑی نیکی ہے۔ ۱۲

اور بُرائی میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے کہ اچھے اخلاق والے مسلمان کو بوجہ اس کے خُلق کے اُس شخص کا درجہ ملتا ہے کہ جس نے دن روزے میں اور رات عبادت میں بسر کی ہو۔ بعد بیان آخرت جزای نیکوکار و بدکار کو بیان فرماتا ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ جو کوئی نیکی کرے اُس کے لئے اُس سے اچھا (بدلہ) ہے۔ اور جو کوئی بُرائی کرے پس جن لوگوں نے برائیاں کیں ہیں[1] اُنھیں اُسی کے مثل سزا دیجائے گی جو وہ کرتے تھے۔ یعنی یہ وسعتِ رحمتِ الٰہی ہے کہ نیکیوں میں زیادتی ہو گی اور بُرائی میں نہیں۔ جب اپنے رسول کے لئے حالاتِ قیامت کو پوری طور سے بیان فرمایا آپ کو جس دھوم دھام سے قیامت میں لائیگا اُسے بیان فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ

[1] ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا لانا بدکاروں کے حال کی خرابی ظاہر کرنے کو ہے۔ اور اُن کی طرف بُرائی کی اسناد مکرر کرنے سے فائدہ یہ ہے کہ عقلمندوں کو زجر ہو۔ اور برائی سے باز رہیں۔ [2] بعض نے کہا کہ جس طرح حضرت موسےٰ کو قارون پر فتح نصیب ہوئی اور وہ ہلاک ہو گیا اسیطرح آپ کو کافروں پر فتح حاصل ہو گی۔ گو فی الحال آپ کو مکہ سے نکالا ہے لیکن پھر ایک روز بڑی دھوم دھام سے مکہ میں داخل ہوں گے۔ معاد۔ وھو المقام المحمود ای مقام الشفاعة العظمیٰ فی یوم القیمة او مکة التی اعتدت بھا علی انه من العادة ردہ الیھا یوم الفتح وعلی ھذہ الروایة فھذہ الاٰیة لیست مکیة (خفاجی) جب عاقبت کا متقین کے لئے حکم لگا دیا گیا اور اُسکی تاکید محسنوں کو وعدہ سے اور گناہگاروں کو وعید سے کی گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاقبت حسنے کا دارین میں وعدہ کیا گیا ہے (بیضاوی) ۱۲

مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً

مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا

تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ

ع ۵ / ۶ / ۱۲ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ بیشک (اے نبی) جس نے قرآن تم پر (بھیجا یا) فرض

کیا وہ تمھیں ضرور معاد[1] کی طرف واپس کرنے والا ہے۔ (اے نبی) تم کہدو کہ میرا پروردگار

الّا رحمۃ من ربّک۔ ای وماکنت ترجوا الّا ان یرحمک برحمۃ فینعم علیک بذٰلک ای کنت ترجوا الّا علیٰ ھذا۔ او الا بمعنی لکن للاستدراک ای ولکن رحمۃ من ربک القی الیک الخ (کبیر)

[1] معاد پھرنے کی جگہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معاد کی تفسیر روز قیامت۔ ایک روایت میں فتح مکہ۔ ایک میں موت۔ ایک میں جنت ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اختلاف نہیں بلکہ اسطرح تطبیق ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رجوع مکہ کی جو تفسیر کی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ مکہ فتح کریں گے۔ اور یہ فتح ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس علامت قرب موت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جسطرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ میں فرمایا کہ اس میں آپ کے وفات کی خبر دی گئی ہے۔ اور یہ ذکر حضرت عمر کی حضوری میں ہوا اور آپ نے اس میں اُن سے موافقت کی۔ اور فرمایا جو تم جانتے ہو وہی میں جانتا ہوں۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معاد کی تفسیر میں دوسری روایت موت آئی ہے۔ اور ایک روایت میں یوم القیمہ ہے جو بعد موت ہے۔ اور ایک روایت میں جنت ہے کیونکہ بعد موت آپ کے جزا کا مقام وہی ہے۔ "تاویلات کاشی میں ہے کہ معاد فنا فی اللہ احدیت ذات میں ہے۔ اور بقا باللہ مقام تحقیق جمع صفات میں ہے۔ سالک صاحب بصیرت پر یہاں مِنْهُ بَدَا وَاِلَيْهِ يَعُوْدُ کا راز کھلتا ہے ۝

خوب جانتا ہی اُس کو جو ہدایت کے کام کرے اور اُس کو جو صریح گمراہی میں ہی۔ اور (اے نبی)
تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمھاری طرف کتاب بھیجی جائے گی مگر تمھارے پروردگار کی رحمت سی
(ہی تمھیں امید تھی تو اُسی طرح ہوا) پس تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہو۔ اور تمھیں (کافر)
اللہ کی آیات (کی تبلیغ) سے باز نہ رکھیں اس کے بعد کہ وہ تمپر نازل کی گئیں اور تم
اپنے پروردگار کی جانب بلاؤ اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور
معبود کی پرستش نہ کرو۔ کوئی معبود سوا اُس کے نہیں ہر چیز[1] نیست ہی سوا اُسکی ذات[ع۵] کی
اُسی کی حکومت ہی اور تم اُسی کی طرف (روزِ قیامت) لوٹائے جاؤگے۔ جس نے آپ پر
قرآن فرض کیا یعنے اُس پر عمل کرنا۔ تلاوت کرنا۔ اسکی تبلیغ کرنا وہی آپ کو معاد یعنی

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

چوں از و بُد این و آں را ابتدا	ہم بدو باید کہ باشد انتہا۔
نور ہاے را کہ گرد از حق طلوع۔	جملہ را ہم سوے او باشد رجوع

[1] یا سب عمل باطل ہیں مگر جس سے کہ وجہ اللہ مقصود ہو۔ یہ قول پہلے قول کا منافی نہیں ہی کیونکہ اس قول کا یہ مطلب ہی کہ وہی عمل صالح جو مطابق شریعت ہیں کام کے ہیں کہ جس سے قرب الٰہی مقصود ہو۔ اور پہلے قول کے یہ معنے ہیں کہ خداے تعالےٰ کے سوا ہر ایک ذات فانی و باطل ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت ہی سچا کلمہ لبید (شاعر) نے کہا ہے ع اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ شروحِ عوارف میں مذکور ہے کہ حق تعالےٰ نے ہالک نہ فرمایا۔ تا کہ معلوم ہو جائے کہ سب چیزوں کا وجود آج ہی اُسکے وجود میں فنا ہے۔ اور محجوبوں کے لئے اس حال کے مشاہدہ کا کل قیامت پر جا ہی۔ يَوْمَ يَرَوْنَهٗ بعيدًا وَنَرٰهُ قَرِيبًا یعنے وہ دن کہ وہ اُسے دور دیکھتے ہیں اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں۔ غرض کسی کو جو حقیقی بعض ہے

[2] علماے محققین نے فرمایا کہ وجہ وغیرہ جو متشابہ آیتیں ہیں اُسکا ترجمہ نہ کرنا ہی اچھا ہے ۱۲

دارِ آخرت کی طرف پھیریگا اور یہ مقام[1] کسی بشر کو نہ حاصل ہوگا یعنے جس نے آپ کو مشقتِ تبلیغ دی ہے وہی آپ کو ایسا آرام و ثواب دیگا جو کسی سے بیان نہیں ہوسکتا۔ بعض نے کہا کہ یہ پیشین گوئی فتح مکہ کی تھی۔ اور اسیطرح واقع ہوی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہی کہ کافروں کو مخاطب کرکے کہو کہ میرا[2] پروردگار خوب جانتا ہے اُس کو جو ہدایت کے کام کرے یعنے مجھے۔ اور اُسکو جو صریح گمراہی میں ہے یعنے تمھیں بھی خوب جانتا ہی۔ تو ہر ایک فریق کو اُس کے معاد اور پھرنے کی جگہ کیطرف لیجائے گا تا ثواب اعمال و جزاے افعال دے۔ پھر قرآن کے نزول کا ذکر فرماکر اُسی وعدۂ سابق کی تاکید فرماتا ہے یعنے جس طرح تم پر قرآن اُتارا جسکی تمھیں رجاؔ و امید نہ تھی اسی طرح تم کو اپنے مرجع و معاد کی طرف پہونچا دیگا۔ بہتر ہوگا کہ خوف و رجا کی تفصیل لکھی جائے۔ (**کلمہ ۱۳**) **خوف** اضطرابِ باطن ہے کہ کہیں مکروہ شے نہ لاحق ہووے۔ اور خوف کا مرجع نفس ہے۔ کیونکہ اس کا وجود ہی اس کا منشا ہے۔ اور اسکا مصدر (جاے صدور) اپنے عمل کو جاننا اور اس کے

---

[1] فتنکیر المعاد للتعظیم وانہ لیس لغیرہ من البشر مثلہ (نیشاپوری) [2] یہ جملہ تاکید و تقریر قول ان الذی فرض علیک القرآن الخ کی ہی۔ اور معالم میں ہی کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا انک لفی ضلال تو اللہ تعالےٰ نے اُس کے جواب میں یہ فرمایا۔ ۱۲

انجام کو نہ جانتا ہی۔ اور خوف عام لوگوں کو ہوتا ہی۔ اور خاص لوگوں کو بمضمونِ
اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کے خوف نہیں ہوتا ہی۔ اور جو
حدیث شریف میں اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰهِ وَ اَشَدُّکُمْ خَوْفًا مِّنْهُ وارد ہوا ہی۔ وہ ہیبت
جو مشاہدۂ عظمت و جلال سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ہیبت لوازمِ آثارِ صفاتِ جلالیہ
الٰہی سے ہی۔ اور خوف لوازمِ وجودِ نفسِ بشری سے۔ اور انبیاء و اولیاء نفسِ بشریہ معلولہ
سے پاک ہیں۔ پھر خوف کرنے والوں کے کئی مرتبے ہیں۔ بعض کو خوف اعمال کے
نتیجوں سے ہوتا ہے۔ بعض کو عاقبت کے خاتمہ سے بعض کو تقدیر سابق سے کیونکہ
خاتمہ کی بنا اُسی پر ہے اور یہ اول سے اعلےٰ ہے۔ بعض کو اس لحاظ سے کہ وہ شاہنشاہ
بزرگ اپنی عظمت و جلال سے اس بات کا مستحق ہی کہ اُس سے لوگ ڈریں اور یہ
سب سے اعلےٰ ہے۔ اور خوف رجا سے اسلم ہے (یعنے اسمیں سلامتی بہ نسبت رجا کی
زیادہ ہی) اور رجا انفع ہی موافقِ فرمانِ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ کے۔ (کلمہ ۱۴)
رجا سکونِ باطن ہی کہ آیندہ موافق شے ملجائے گی اس لحاظ سے کہ اللہ تعالےٰ کی
جود و بخشش پر نظر ہے۔ اور رجا کا مرجع بھی نفس ہی۔ کیونکہ اس کا وجود ہی اسکا منشا ہی
اور اللہ تعالےٰ کی صفاتِ جمالیہ کی آثار کی طلب اسکا مصدر ہے۔ اور رجا بھی عالم
لوگوں کے خصوصیات سے ہی۔ اور خاص لوگوں کو رجا نہیں اس لئے کہ رجا کا

مرجع نفس ہے۔ اور جو لفظ ارجی حدیث وسیلہ میں ہے بطریقہ ادب ہے۔ پھر رجا
والوں کے بھی مرتبے ہیں۔ بعض تو بڑے امور کی امید صرف اللہ تعالے کے
فضل سے کرتے ہیں خود اُن امور کے لائق نہیں ہوتے۔ ایسے شخص کو متمنی کہتے ہیں۔
اور بعض اُن امور کی امید کرتے ہیں اور اعمال صالحہ سے حاصل کرنے کی کوشش
بھی کرتے ہیں۔ اسکو متصدی کہتے ہیں۔ ایسے شخص کی رجا و امید حق تعالی ضائع
نہیں کرتا۔ اور بعض کو رجا ہوتی اور خوف بالکل نہیں ہوتا ہے۔ یہ شخص معذور
ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مستدرج ہووے۔ یعنے جس کو اللہ تعالے نے دھوکے میں
رکھا ہو۔ جس طرح کہ بعض کو خوف ہوتا ہے اور رجا مطلق نہیں۔ یہ شخص نا امید
ہو جاتا ہے۔ ہم ان دو حالتوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور رجا خاص
لوگوں کو نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اُن کے قلوب مطہرہ پر ورود تجلیات جمالیہ سے جو
حالت پیدا ہوتی ہے اُس کا نام اُنس ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ خوف و رجا بلحاظ زمانہ
آئندہ کے ہیں اس لئے یہ عوام کے لئے خاص ہیں۔ اور ہیبت و اُنس بلحاظ زمانہ
حال کے ہیں۔ اس لئے یہ خواص کے لئے ہی ہیں۔ کیونکہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے

له اللہ تعالے انہیں شخصوں کی شان میں فرماتا ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ الآیہ ۱۲

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی معاونت سے منع فرمایا اور جو آیاتِ الٰہی کے پڑھنے اور اُسپر عمل کرنے سے کافر روکیں تو انکی نہ سننے کے لئے حکم فرمایا بلکہ انھیں توحیدِ الٰہی اور اُسکی عبادت کی طرف بلانا چاہیئے۔ پھر شرک سے اور غیرِ حق کی عبادت سے منع فرمایا لیکن یہ خطابات[1] ظاہر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہیں اور مراد اس سے آپ کی امت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شے[2] ہالک ہے یعنے ہر موجودِ مطلق معدومِ محض ہے مگر اُسکی ذات

بیانِ وحدۃ الوجود

[1] قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الخطاب فی الظاہر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمراد بہ اہل الدنیا (معالم) [2] وقریب من ہذا ما قیل المعنی کل ما یطلق علیہ الموجود معدوم فی حد ذاتہ الا ذاتہ تعالیٰ وقیل الوجہ بمعنی الذات لان المراد ذات الشئ واضافتہ الی ضمیرہ تعالیٰ باعتبار انہ مخلوق لہ سبحانہ نظیر ما قیل فی قولہ تعالیٰ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک من ان المراد بالنفس الثانی نفس عیسیٰ علیہ السلام واضافتہ الیہ تعالیٰ باعتبار انہ مخلوق لہ جل وعلا والمعنی کل شئ قابل للہلاک والعدم الا الذات من حیث استقبالہا ربہا وقوہا فی محراب قربہا فانہا من تلک الحیثیۃ لا تقبل العدم وقیل الوجہ بمعنی الجہۃ التی تقصد وتتوجہ الیہا والمعنی کل شئ معدوم فی حد ذاتہ الا الجہۃ المنسوبۃ الیہ تعالیٰ وہو الوجود الذی صار بہ موجودا وحاصلہ ان کل جہات الموجود من ذاتہ وصفاتہ واحوالہ ہالکۃ معدومۃ فی حد ذاتہا الا الوجود الذی ہو النور الالٰہی۔ ومن الناس من جعل ضمیر وجہہ للشئ وفسر الشئ بمعنی ما لہ نسبۃ الی حضرۃ الوجود الحقیقی القائم بذاتہ وہو عین الواجب سبحانہ وفسر الوجہ بہذا الوجود لان الموجود یتوجہ الیہ وینتسب۔ والمعنی کل منسوب الی الوجود معدوم الا وجہہ الذی قصدہ وتوجہ الیہ وہو الوجود الحقیقی القائم بذاتہ الذی ہو عین الواجب جل وعلا ولا یخفی الغث والسمین من ہذہ الاقوال (روح المعانی) ۱۲

کیونکہ وجود ما سوائے حق ذاتی نہیں ہے بلکہ وہ اُسی واجب تعالےٰ کی طرف منسوب ہونے کے سبب سے باقی ہے اس لئے ہر آن میں قابل عدم ہے تو وہ مثل لاوجود ہے۔ جیسے صوفیہ نیست ہست نما کہتے ہیں۔ سعدی

اے برادر چو عاقبت خاک است	خاک شو پیش از انکہ خاک شوی

جاننا چاہیئے کہ جس وجود[سلف] کے دونوں طرف بقا ہو وہ واجب الوجود ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور جس وجود کے دونوں طرف فنا ہے وہ دنیا ہے کہ اُس کا وجود عدم کی صورت میں ہے۔ اس وقت ظاہر ہے پھر نابود ہو جائیگی اور جس وجود کے ایک طرف فنا دوسری طرف بقا ہے وہ آخرت ہے کہ عدم سے موجود ہوئی لیکن پھر مفقود نہ ہوگی۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ ممکن الوجود کے دو وجہ ہیں۔ وہ رُخ کہ وجود اسکا بخود ہے محض فنا ہے۔ اس وجہ کو دنیا کہتے ہیں وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ اور وہ رخ کہ وجود اُس کا ارادتِ موجبہ سے تعلق رکھتا ہو عینِ بقا ہو اُس وجہ کو آخرت کہتے ہیں وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى پس وہ رخ کہ خود سے ہو ہالک ہو۔ اور وہ رخ کہ حق سے ہے مُلکِ بقا کا مالک ہے۔ تمام صفاتِ ذمیمہ و افعالِ خبیثہ اُسی رخ سے نسبت رکھتے ہیں جو خود سے ہو

سلف مرآت العارفین ۱۲۰

اور سارے اوصافِ حمیدہ و اعمالِ پسندیدہ اُسی رخ سے تعلق رکھتے ہیں جو اُسکی
جانب سے ہے۔ وہ رخ حُسن در حُسن ہے۔ اور یہ قبح در قبح۔ اگر سعادت مدد
کرے اور اس رُخ کا خیال اُٹھ کر اُس رخ پر نظر جم جاے تو جمالِ بقا آئینہ فنا میں
معاینہ ہو جاے۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ۔ یہ پیوند وجہ فنا بقا کے ساتھ
ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ۔ اسی وجہ سے
ہے۔ اور مراد صوفیہ کی فنا سے یہی ہے کہ اُس رُخ کو جو اپنی جانب ہے ساقط کر دیا
اور بقا کے یہ معنے ہیں کہ اُس رخ کا کشف ہو جاے جو اُس کے متعلق ہے۔ اور
جب تک نظر اُس رخ سے قطع نہ ہوگی اُس رخ کا کشف ممکن نہیں۔ پس فنا
آئینہ بقا ہے جبتک کہ خود سے فنا نہ ہوگی بقا بھی نصیب نہوگی۔ مَنْ فَنِیَ عَنِ الْمُرَادِ
بَقِیَ بِالْمُرَادِ۔ یعنے جو مرادِ نفس سے فنا ہوگا وہ مرادِ حق سے باقی رہیگا اور آئینہ
کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ میں سواے جمالِ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ کے نہ دیکھیگا۵

من صورتِ خود را بہ فنا می بینم	پوشیدہ درو سرّ بقا می بینم
لوحِ نظر از نقشِ دو عالم شستم	زاں روے بدو وجہ خدا می بینم

للہ الحمد کہ سورۂ قصص تمام ہوا۔

۵ اس سورہ میں اشارات کم بیان ہوے لیکن سابق میں جس طرح گذر چکا ہے اُس پر قیاس کر کے تفسیر ما فی الآفاق کو ما فی الانفس
تطبیق دینے سے یہ اشارات معلوم ہو سکتی ہیں۔ جس طرح قارون سے مراد قارونِ نفس۔ اور موسیٰ سے مراد موسیٰ قلب۔ وقس علیٰ ہذا۔

سورۂ عنکبوت مکی ہے

اس کو حروف (۴۲۱۷) ہیں اس کو کلمے (۷۸۵) ہیں اسکی آیات (۶۹) ہیں

دارقطنی اپنی سنن میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندگہن سورج گہن میں دو رکعت اسطرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہوتے پس پہلی رکعت میں سورہ عنکبوت یا روم پڑھتے اور دوسری رکعت میں یٰسین (در) یہی مذہب شافعی وحنبلی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝

الٓمّٓ۔ حروفِ مقطعات سے ہیں اور اس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن ان سورتوں کی ابتدا حروف تہجی سے ہونے میں یہ بھی ایک حکمت ہے کہ جب حکیم کسی غافل سے مخاطب ہوتا ہے یا کسی کا دل کسی شغل میں لگا ہوا ہو اور اسکی طرف متوجہ ہونا ہوتا ہے تو کلام مقصود کے سوا اور اس سے پہلے ایک ایسی شے ظاہر کرتا ہے کہ جس سے مخاطب اپنے دل سے اس طرف متوجہ ہو جائے تو پھر وہ مقصود کو بیان کرتا ہے۔ تو اب جو مقصود سے مقدم ہوتا ہے کبھی تو کلام ہوتا ہے کہ جس کے معنی مفہوم ہوتے ہیں جسطرح کہتے ہیں کہ ادہر سنئے۔ ذرا متوجہ ہو جائیے۔ اور کبھی وہ مقدم علی المقصود غیر مفہوم آواز ہوتی ہے جیسے کسی آدمی کے پیچھے سے سیٹی بجاتے ہیں تا وہ ادہر التفات کرے۔ اور کبھی وہ آواز منہ کے سوا ہوتی ہے جس طرح تالی بجاتا تا وہ سامع متوجہ ہو جائے۔ چونکہ استماع آیات کے لئے ہی توجہ دلانا مقصود ہے اس لئے کلام مقصود سے پہلے چند حروف بیان کئے جاتے ہیں تا سامعین آگاہ

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝
اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

کیا لوگوں نے خیال کیا کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دئے جائیں گے اور وہ نہ آزمائے جائینگے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ہوجائیں۔ پھر اگر وہ حروف اس قسم کے ہوں کہ جس سے معنے سمجھ میں نہ آئے تو افادہ مقصود میں اکمل ہوتے ہیں کیونکہ اگر کلام مفہوم المعنی ہووے تو سامع سُن کر شاید یہ خیال کرے کہ یہی کلام مقصود تھا اور اس کے بعد کوئی کلام نہیں تو اُس کی توجہ ہی منقطع ہوجائے گی۔ اور جب بلا معنی کوئی صوت سنتا ہے تو پوری طور سے متوجہ رہتا ہے کہ اس کے بعد کونسا کلام ہوگا کیونکہ یہ جو اُس نے سنا ہے وہ تو مقصود نہیں تھا (کبیر) فقیر کہتا ہے کہ قولِ مختار تو یہ ہے کہ ان حروف کے معنے ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا جو آپ کا وارث ہوتا ہے اُسے معلوم ہوتے ہیں۔ تو یہ حکمت انھیں لوگوں کے کلام کی ہے کہ جنھیں ان حروف کی معنے مفہوم نہیں ہوتے۔ احسب الناس۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ لا یفتنون۔ اشارہ فتنہ جس طرح ابتدائے ایمان میں ہوتا ہے اسیطرح واصلوں کو بھی اُن کے دعوے محبت و معرفت کا امتحان ہوتا ہے۔ تجلی کے بعد استتار اُن کے حق میں امتحان ہے۔ اور جو شخص فراغتی میں اترایا۔ اور بلائے گھبرایا وہ جھوٹا ہے۔ (عرائس) فلیعلمن۔ تاکہ علمِ ظہور حاصل ہو یعنی اس عالم دنیا میں اسکا مشاہدہ ہو۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے مقام پر لنعلم کے لنرٰی معنے کرتے ہیں۔ کیونکہ رویت موجود سے متعلق ہوتی ہے اور علم رویت سے عام ہے اس لئے کہ وہ موجود و معدوم دونوں سے متعلق ہوتا ہے۔ اور اہل سنت متفق ہیں کہ اللہ ہر ایک شے کو جو واقع ہوئی اور واقع ہوگی اور جو واقع نہ ہوئی اگر واقع ہوتی تو کس طرح ہوتی ان سب باتوں کو پوری طرح سے جانتا ہے (ابن کثیر) حاصل یہ ہے کہ اس تجدد کا مرجع معلوم کی جانب ہے۔ نہ عالم اور نہ علم کی طرف۔ کیونکہ معلوم زمانی ہے اور آخر کے دونوں زمانی نہیں ہیں۔ یسبقون۔ یفوتون۔ حاصل یہ ہے کہ امہال (مہلت دنیا) موجب اہمال نہیں۔ وہی شخص جزا و سزا دینے میں جلدی کرتا ہے جسے مجرم کا اپنے قبضے سے نکل جانیکا خوف ہوتا ہے۔ ساء ما یحکمون۔ ما موصولہ ہے۔ مخصوص محذوف ہے۔ تقدیر اسطرح ہے بئس الذین یحکمون حکمہم ۱۲-

الثلث

(بلکہ اللہ ضرور آزمائے گا)۔ اور بیشک البتہ ہم نے اُن لوگوں کو آزمایا تھا جو اُن سے پہلے تھے پس ضرور اللہ اُن لوگوں کو متمیز کریگا جو سچے ہیں اور ضرور متمیز کریگا جھوٹوں کو۔ کیا جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔ بُرا ہے جو یہ حکم کرتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالے مومنین کو بقدر ایمان آزمائے گا جسطرح صحیح حدیث میں آیا ہے کہ "سب سے زیادہ بلا انبیا علیہم السلام پر آتی ہے۔ پھر اُن کے بعد درجہ بدرجہ ہر نیک بخت بندے پر آتی ہے" پھر جس قدر جس کا ایمان قوی ہے اُسکی بلا بھی سخت ہوتی ہے ۵

ہر کہ دریں بزم مقرب تراست	جامِ بلا بیشترش مے دہند

لیکن جو مقرب ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب قضائے الٰہی ہے اسپر صابر و راضی رہنا چاہئے۔ اور منافق جزع و فزع و ناشکری کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی اُمت پر موقوف نہیں بلکہ اس کے پہلے جو لوگ گذرے ہیں اُن کا بھی ہم نے امتحان لیا تھا پس جو دعویِ ایمان میں سچے ہیں اُنھیں جھوٹوں سے جدا کر دے گا۔ اور جو ایمان ہی نہیں لائے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس امتحان سے بچ گئے۔ لیکن اس آزمایش سے زیادہ اُنھیں بعد میں دوسرے عذابات لاحق ہونے والے ہیں۔ اور اُنکا یہ خیال کہ ہمارے قبضۂ قدرت سے نکل جائیں گے۔ یہ بہت ہی بُرا خیال ہے لعلِ بیانِ کفار کے

مومنین و محبین کا حال ذکر فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ
اللّٰهِ لَآتٍ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ
لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ جو شخص اللہ کے ملاقات کی آرزو
رکھتا ہو تو بے شک ضرور اللہ کی (مقرر کی ہوی) مدت (یعنے موت و قیامت)
آنے والی ہے۔ اور وہ سننے والا ان جاننے والا ہے۔ اور جس نے مجاہدہ کیا تو وہ
اپنی ہی ذات کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔ کیونکہ بے شک اللہ تمام عالم سے بے نیاز ہے
اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے البتہ ہم اُن سے اُنکی برائیاں
دور کر دیں گے اور البتہ ہم اُنھیں اُس سے بہتر بدلہ دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ یعنے جو
شخص ملاقاتِ الٰہی کی آرزو رکھتا ہو تو اللہ تعالےٰ اُسکی آرزو پوری کرے گا کیونکہ اللہ
تعالےٰ نے جو وقت مقرر کیا ہے وہ آنے والا ہے تو پھر ہر ایک کو اُس کے عمل کا پورا
ثواب ملیگا کیونکہ وہ تمھاری دعاؤنکو سنتا ہے اور تمام جہان کو دیکھتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ
یہ جو مجاہدات و ریاضات ہیں اُن کا فائدہ تمھاری طرف ہی عود کرتا ہے۔ اور اللہ کو

والذین امنوا۔ شرع میں ایمان عبارت ہے تصدیق جمیع ما قال اللہ و قال رسول اللہ سے۔ جس کا کہ علم
ہو اسمیں بطور تفصیل اور جس کا کہ علم نہ ہو اسمیں بطور اجمال (نیشاپوری) ۱۲۔

اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ وہ تمام عالم سے بے پرواہ ہے۔ اور اپنی صفاتِ قدسی
میں کامل ہے۔ باوجود خلائق سے بے نیاز و بے پرواہ ہونے کے ایمان داروں اور
نیک کام کرنے والوں کو اُن سے اُن کی برائیاں[1] کفارہ فرمادیگا اور اُن کے عمل کا بہتر بدلہ
دیگا۔ یعنی ایک کا دس چند سے سات سو تک یا اس سے بھی زیادہ۔ **بعد** اطاعتِ
8 موجدِ حقیقی کے موجدِ مجازی سے نیکی کرنیکا حکم فرماتا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
9 فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي
الصَّالِحِينَ ۝ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور
(اے شخص) اگر وہ دونوں تجھ سے جھگڑیں کہ تو میری ساتھ اُس کو شریک بنا جس (کی
خدائی) کا تجھے علم نہیں ہے تو اُنکی اطاعت نہ کر۔ تم سب کا رجوع میری ہی طرف ہے پس
میں تمھیں خبردار کردوں گا اُس سے جو تم کرتے تھے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے
نیک کام کئے البتہ ہم اُنھیں نیک بختوں میں داخل کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے
اپنی اطاعت کا حکم فرمایا تو اس اطاعت سے روکنے والا کون ہے۔ ہاں انسان کو
اگر اطاعت کرنا ہی ہے تو والدین کی اطاعت کرے۔ لیکن باوجود اُنکی اطاعت لازم

[1] علماء نے کہا کہ اعمالِ صالحات سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں اور کبیرہ کیلئے توبہ ضروری ہے تو نیک عمل میں توبہ بھی داخل ہے ۱۲

ہونے کے اگر وہ بھی معصیتِ الٰہی کا حکم کریں تو اُنکی بھی نہ سُننا چاہئے پھر دوسرے تو کس
شمار میں ہیں۔ اسی سے معلوم ہوا کہ لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ یعنی معصیت
خالق میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔ خواہ وہ حاکم ہی کیوں نہ ہو۔ بعض شکم
پرست کہتے ہیں کہ ہمیں شاہی حکم اسی طرح ہے اس لئے ہم مجبور ہیں۔ شاہنشاہِ جلّ جلالہ
کے حکم کے سامنے شاہی حکم کی کچھہ وقعت نہیں۔ مجبوری کچھہ نہیں اگر کسب و نوکری
اور کسی حیلہ سے پیٹ نہیں بھر سکتا ہے تو آخر میں بھیک مانگ لو۔ لیکن ہر حال میں ظلم
اچھا نہیں ۵

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن		اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

جب لڑکا والدین کی نہ مانیگا تو ضرور اُس کو والدین کے خلاف میں تکلیف پہونچیگی
اور اپنے احسان کی مکافات بھی نہ ہوگی تو فرماتا ہے تمھارا مرجع میری جانب ہے
میں والدین کے احسان کا اور دین پر ثابت رہنے میں جو کچھہ تکلیف پہونچی اُن
دونوں کا بدلہ دونگا۔ اور نیک بختوں کے ساتھ اُٹھاؤں گا گو دنیا میں تو والدین سے

سلہ کیونکہ والدین کی اطاعت خود میرے ہی حکم سے لازم ہوی جب اُنھوں نے میرے ساتھہ
شرک کرنے کا حکم کیا تو اُنھوں نے مطلقاً میری اطاعت کو باطل کرنا چاہا جس سے خود اُن کی
اطاعت کا باطل ہونا لازم ہوگیا۔ اور ہر وہ شے کہ جس کے وجود سے اُس کا معدوم ہونا لازم آتا
ہے وہ باطل ہے۔ تو طاعتِ والدین اتخاذِ شرک باللہ میں ممتنعات سے ہوی ۱۲۰

بہت ہی قریب تھا۔ کیونکہ آدمی قیامت میں اُس کے ساتھ رہتا ہی جس سے
دینی لحاظ سے دنیا میں محبت رکھتا تھا **شانِ نزول** یہ آیت حضرت سعدؓ بن
ابی وقاص کی شان میں نازل ہوی اس قصہ[1] میں یہ بھی ہے کہ اُن کی ماں نے
کہا کیا تجھے اللہ تعالےٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری کرے پس اللہ
کی قسم کہ اب میں نہ کھاؤنگی نہ پیونگی یہانتک میں مرجاؤں۔ یا تو اسلام سے پھر جائے
پھر آخر لوگوں نے منہ چیر کر کھانا ڈالا۔ یہ آیت اتری۔ بعد ذکرِ صادقین منافقین کا
حال بیان فرماتا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ
جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا
مَعَكُمْ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ اور آدمیوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہی کہ میں اللہ پر
ایمان لایا۔ پھر جب وہ اللہ کی راہ میں ایذا دیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی تکلیف کو اللہ کے
عذاب کے برابر کردیتا ہے۔ اور اگر (اے نبیؐ) تمھارے پروردگار کی جانب سے مدد پہونچتی

[1] امام احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے روایت کی (ابن کثیر) معالم و قرطبی میں ہی کہ سعد رضی اللہ
عنہ نے اُسکا کہنا نہ مانا اور اس سے کہا کہ اے ماں تجھکو قسم ہی اللہ تعالےٰ کی کہ اگر تیری سو جان ہوں پھر
ایک ایک جان کرکے نکل جائیں تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی کفر نہ کروں گا۔ بس تیرا جی چاہے کھا
اور تیرا جی چاہے نہ کھا۔ جب وہ مایوس ہوگئی تو آخر کھانے پینے لگی ۱۲

تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم تمھارے ساتھ تھے (ہمیں بھی مال غنیمت میں شریک کیجئے)
کیا اللہ اس چیز سے سب سے زیادہ واقف نہیں جو لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور بیشک
اللہ ممتاز کریگا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور بے شک جدا کر دیگا منافقوں کو۔
؎۱ یعنے جب منافق کو دین الٰہی میں ایذا دیجاتی ہے تو مرتد ہو جاتا ہے" لیکن ایمان دار
ہر طرح کی آفات راہ خدا میں جھیلتا ہے۔ اور کافروں کی موافقت میں عذاب الٰہی
سے ڈرتا ہے۔ لیکن ؎۲ کافر تمسخر سے کہتے کہ ہماری پیروی کرو تو تمھارے گناہ بھی ہمارے
سر اٹھالیں گے۔ چنانچہ آیندہ آیت میں بھی بیان ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ
مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَ
لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اور کافروں نے ایمان داروں سے
کہا کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو۔ اور ہم تمھارے گناہوں کو اٹھالیں گے۔ حالانکہ وہ
اُن کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں۔ بے شک البتہ وہ
جھوٹے ہیں۔ اور بے شک البتہ وہ اپنے بوجھ اور اپنے بوجھوں کے ساتھ میں

؎۱ اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (در) ؎۲ اب بھی بعض احمق مسلمان اپنے بھائی کو گناہ کی ترغیب دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا گناہ ہمارے سر ہے۔ خدا اپنا خوف نصیب کرے ۱۲

بہت سے بوجھ اٹھائیں گے۔ اور اللہ ضرور انسے قیامت کے دن پوچھا جائیگا جو یہ افترا کرتے تھے یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کے علاوہ اُن لوگوں کے گناہوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے جنھیں انھوں نے گمراہ کیا چنانچہ ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ لِيَحْمِلُوٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۔ اگر گناہوں کا بوجھ ہلکا ہونا منظور ہے۔ تو ذکر الٰہی کی کثرت ضرور ہے۔ اسی طرح مخبر صادق نے فرمایا۔[له]

جب آنحضرت کا فروں کی اس بیہودہ گفتگو سے رنجیدہ ہوتے تھے اس لئے آپ کی تسکین کے لئے نوح وابراہیم علیہما السلام وغیرہ کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ جس طرح وہ اور اُن کے اصحاب کو نجات حاصل ہوئی۔ گو بعد مدت ہی سہی اور کافر ہلاک ہوئے اسی طرح آپ اور آپ کے دوست مظفر و منصور اور آپ کے دشمن پامال وخراب ہوں گے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ اور بے شک ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا پس وہ

له اخرج الترمذی وحسّنه عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم سیروا سبق المفرّدون۔ قیل یا رسول الله ومن المفردون۔ قال الذین یهترون فی ذکر الله یضع الذکر عنهم اثقالهم فیاتون یوم القیٰمة خفافا (در) ۱۲

اُن میں ہزار سال ٹھہرے سوائے پچاس سال کے۔ پس اُن لوگوں کو طوفان نے
گرفتار کر لیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات
دی اور اُسے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

استثنا تحقیق پر دال ہے

لہ ساڑھے نو سو برس نہ کہہ کے اسطرح کہنے میں دو فائدے ہیں۔ اول تو یہ کہ استثنا تحقیق پر دال ہے۔ اور ترک استثنا سے کبھی تقریب کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص ہزار سال زندہ رہا تو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ ہزار سال تقریباً ہے تحقیقاً۔ اور جب اُسنے کہا کہ ہزار سال مگر ایک مہینہ کم تو وہ وہم جاتا رہا اور تحقیق ہو گئی دوسرا یہ کہ اسقدر حضرت نوح کے رہنے کی مدت بیان کرنیسے غرض آپکا صبر بیان کرنا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بطریق اولیٰ صابر رہیں گے باوجودیکہ مدت دعوت بھی تھوڑی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوئی تو اُس عدد کا ذکر کرنا چاہئے کہ جو مراتب اعداد میں اعلیٰ ہو اور اُس کے لئے ایک اسم مفرد موضوع ہو۔ کیونکہ مراتب اعداد۔ آحاد تو دس تک ہیں عشرات سو تک۔ مات ہزار تک۔ پھر بعد اس کے تکثیر ہزار سے ہوتی ہے۔ پس کہتے ہیں دس ہزار یا سو ہزار وغیرہ (کبیر افقیہ کہتا ہے کہ لاکھ اور کروڑ وغیرہ کے لئے عربی میں اسم مفرد موضوع نہیں ہے) لہ یعنی اُس کشتی کو (یا اس واقعہ کو) یا اس عقوبت کو۔ اگر کشتی مراد لی جائے تو یا یہ معنی ہونگے کہ بعینہ اُسی کشتی کو ہم نے نشان بنا چھوڑا جس طرح قتادہ کہتے ہیں کہ وہ کشتی ابتدائے اسلام تک کوہ جودی پر باقی تھی۔ یا نوع کشتی مراد لی جائے کہ جو لوگوں کے لئے یادداشت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمانہ طوفان میں اس سے لوگوں کو بچا لیا تھا جسطرح فرمایا وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۔ یہ باب تدریج سے ہے یعنی شخص سے جنس کیطرف ترقی کرنا۔ اسیطرح یہ آیت ہے۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ۔ کیونکہ جو ستارے زینت آسمان ہیں بعینہ اُنھیں سے رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اُسی نوع کے ستاروں سے شیطان کو رجم کیا جاتا ہے (ابن کثیر) پھر اس سے اُن نادانوں کا اعتراض بھی رفع ہو گیا جو کہتے ہیں کہ چند روز میں ستارے کم ہو جائیں گے۔ سے ابن کثیر نے اسکی تخریج کی اور کہا کہ یہ اقرب اقوال ہے۔ اور در منثور میں اسکی تخریج ابن ابی شیبہ و ابن ابی حاتم و حاکم مع تصحیح و ابن منذر وغیرہ کی طرف منسوب ہے۔ ۱۲

حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اور ساڑھے
نو سو برس قوم کو دعوت دی۔ اور بعد طوفان ساٹھ سال زندہ رہے یہاں تک کہ
29-16 لوگوں کی کثرت ہوئی"۔ اب حضرت ابراہیم کا حال بیان فرماتا ہے۔ وَاِبْرٰهِيْمَ
29-17 اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ
وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور ابراہیم کو (بھیجا) کہ جب انھوں نے اپنی قوم
سے کہا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے
ہو۔ سوا اس کے نہیں کہ تم اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ بناتے ہو
بے شک خدا کے سوا جنھیں تم پوجتے ہو وہ تمھارے لئے روزی دینے کے مالک نہیں
ہیں پس اللہ کے پاس سے روزی طلب کرو اور اسکی عبادت کرو اور اسکا شکر
کرو۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ان آیات میں کافروں کے

تعلمون۔ ماھو خیر لکم مما ھو شر لکم۔ وتخلقون افکا۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما تصنعون
کذبا۔ اخرجه ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم (در) یعنی بتوں کو اپنے ہاتھ سے تراش کر یہ جھوٹ گھڑتے ہو
کہ یہ الٰہ ہیں۔ والافک بمعنی المأفوک وھو المصروف عما ھو علیه۔ لانہا مصنوعة وھم یجعلونہا صانعة (خازن)
واشکروا له۔ یقال شکرته وشکرت له افصح من شکرته (ابن جریر) له عطف علی نوحا۔ او نصب
باضمار اذکر۔ ۱۲

مذہب کا بُطلان اچھی طرح سے کیا گیا ہی۔ کیونکہ عبادت یا تو اس لئے کیجاتی ہی کہ وہ مستحق بالذات ہی اور یہ تو بُت ہیں کہ جنھیں کسیطرح کا شرف نہیں۔ یا اس لئے کہ اُسنے ہمیں وجود دیا ہو۔ حالانکہ یہ خود اُن بتوں کو بناتے ہیں۔ یا اس لئے کہ رزق دیوی اور ہماری بقا کا سبب ہووے اور یہ کوئی بات بھی اُن میں نہیں ہی۔ تو پہر اللہ ہی سے رزق طلب کرو جو مستحقِ عبودیت ہی اور تمھیں حال و مال میں نافع ہی کیونکہ مرجع بھی تمھارا اُسکی جانب ہے بعدِ توحید کافروں کو تہدید فرماتا ہے۔ وَاِنْ تُکَذِّبُوْا فَقَدْ کَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ ؕ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ اور اگر تم جھٹلاؤ تو بے شک تم سے پہلے بہت امتوں نے تکذیب کی۔ اور رسول پر سوا ظاہر پیغام پہنچا دینے کے کچھ نہیں ہے بعد توحید و رسالت کے ذکرِ معاد (قیامت) کا بیان فرماتا ہی۔ اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ

البلغ المبین۔ یعنے اسطرح پیغام پہونچا دینا کہ سامع پوری طور سے سمجھ جاے۔ اولم یروا۔ یہاں رؤیت سے مراد علمِ ظاہر ہے کیونکہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ابتدائے پیدایش اللہ ہی سے ہے۔ یا آدمی کی پیدایش مراد لیجاے تو بھی ظاہر ہے کہ پانی و مٹی سے غذا۔ پہر اس سے نطفہ ہوا۔ اعادہ بھی اسیطرح ہو گا۔ پہلی آیت میں اشارہ طرف علمِ حدسی کے تہا جو بغیر طلب کے حاصل ہوتا ہی۔ اسی لئے وہاں اولم یروا بطورِ استفہام فرمایا کہ اس کا نہونا مستبعد ہے۔ اب اس آیت میں ارشاد ہوتا ہی کہ اس طرحکا علم حاصل نہیں تو اطرافِ زمین میں فکر کرو تاکہ علمِ فکری سے سیکھو۔ یعیدہ۔ قال قتادۃ ای بالبعث بعد الموت (ابن جریر) ١٢

اولم تروا ... وحمزہ وکسائی ... خطاب کے

9-20

النَّشَاءَۃَ
مکی و بصری مدسے

یَسِیْرٌ ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح پیدایش کی ابتدا کرتا ہے پھر اُسے
اعادہ کریگا۔ بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔ یہ دلیلِ نفسی تھی اب دلیلِ آفاقی بیان
فرماتا ہے۔ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ
النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۚ (اے نبی) کہدو کہ تم زمین میں پھرو
پھر دیکھو کہ اللہ نے کس طرح پیدایش کی ابتدا کی پھر اللہ آخرت کی پیدایش کو پیدا کرے گا۔

لے یا یہ کہ گذشتہ دلیل باعتبار مادّہ و عدمِ مادہ کے تھی۔ اور یہ باعتبار تغایر اجناس و احوال کے ہے۔ یا یہ کہ
وہ علمی تھی اور یہ عینی ہے۔ فَانْظُرُوْا۔ پہلی آیت میں اولم یروا یعنے بلفظِ رویت اور اس آیت میں بلفظ
نظر ہونے میں یہ حکمت ہے کہ علمِ حدسی علمِ فکری سے کامل ہے۔ اور رویت بھی نظر سے کامل ہے۔ کیونکہ نظر سے
رویت حاصل ہوتی ہے کہا جاتا ہے نَظَرْتُ فَرَاَيْتُ۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر تمھیں رویت حاصل نہیں
ہوئی تو جاؤ زمین میں نظر کرو تا تمھیں رویت حاصل ہو۔ النشاۃ الاخرۃ۔ قال ابن عباس ھے
الحیاۃ بعد الموت وھو النشور (ابن جریر) ان اللہ علی کل شی قدیر۔ اس آیت
میں اسطرح فرمایا اور پہلی آیت کے خاتمہ میں ان ذلک علی اللہ یسیر۔ فرمایا تھا۔ اس میں حکمت
یہ ہے کہ پہلا یعنے علمِ حدسی اتم تھا اور یہ علمِ فکری اعم ہے۔ اور جو امر کہ فاعل پر یسیر و آسان ہوگا تو بطریق
اولیٰ اُسکے تحتِ قدرت بھی ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو سَو مَن اٹھا سکتا ہے تو اُس کے حق میں کہنے والا
کہے گا کہ یہ اسپر قادر ہے اور یہ نہیں کہ یہ اسپر آسان ہے۔ اور اگر اُس سے پوچھا جائے کہ یہ دس من
اٹھا سکے گا تو کہے گا یہ اُسے سہل و آسان ہے۔ اسیطرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تمھیں علمِ تام حاصل نہ ہووے
کہ یہ امور اللہ کے پاس سہل و آسان ہیں تو اچھا زمین کی سیر کرو تا کہ تمھیں اتنا تو معلوم ہو جائے کہ یہ ہماری
قدرت میں ہیں۔ صرف ہمارا قادر ہونا ماننا ہی امکانِ اعادہ کے لئے کافی ہے۔ (کبیر) ۱۲

21 بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب ذکر آخرت آیا تو وہاں عذاب و ثواب بھی
ہوگا جس طرح فرماتا ہے۔ یُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝
22 وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا
23 نَصِيْرٍ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِىْ وَاُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور
تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو زمین میں
اور نہ (آسمان والے) آسمان میں اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی
مددگار۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں سے اور اُسکی ملاقات سے انکار کیا وہی لوگ
میری رحمت سے مایوس ہوئے اور وہی ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جب حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے انھیں پوری طور سے الزام لگایا۔ اور دلائل قویہ سے توحید کو ثابت
فرما دیا تو لاجواب ہو کر مارنے اور جلانے پر آمادہ ہوئے۔

وما انتم۔ قال بعض اهل البصرة وما انتم بمعجزين فى الارض ولا من فى السماء بمعجزين ومثله قول
حسّان بن ثابت رضى الله عنه ۔ امن يهجو رسول الله منكم ؛ ويمدحه وينصره سواء ؛
اراد ومن يمدحه وينصره فاضمر من (ابن جرير) وما انتم بمعجزين۔ دبكم عن ادراككم فى الارض
ولا فى السماء ان فررتم من قضائه بالتوارى فى الارض او الهبوط فى مهاويها۔ لہ یعنے اسم موصول
مبتدا ہے۔ اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے ولا من فی السماء بمعجزہ۔ اسکو ابن کثیر نے اختیار
کیا۔ لیکن صاحب تفسیر کبیر وغیرہ لکھتے ہیں۔ یہ اس کے معنے یوں ہے کہ تم اللہ تعالی کو عاجز کرنے والا نہیں ہو
یعنے اس کے عذاب کو روک نہیں سکتے نہ زمین میں چھپ کر نہ آسمان میں بھاگ کر ۱۲

29-24 فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ پھر ابراہیم کی قوم کا سوا اس کے کچھ جواب

نہ تھا کہ انہوں نے کہا ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا انھیں جلا ڈالو پس اللہ نے انھیں آگ سے

نجات دی۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں

آپ کے جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کیں اور ایسی آگ سلگائی جو آجتک کبھی ایسی نہ

سلگائی گئی تھی جسکی لپیٹ آسمان تک پہونچتی تھی۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر بہت

بڑے گوپن کے ذریعہ سے اس آگ میں پھینکا۔ اللہ تعالے نے اپنے رسول کے لئے سرد

29-25 وسلامتی کر دی۔ بعد آپ اس میں سے صحیح وسالم نکلے۔ اوراس طرح فرمانے لگے۔ وَقَالَ

فانجٰہ۔ یہ فاء فصیحہ ہے یعنے فقذفوہ فانجٰہ اللہ ف۱ یہاں آیات کو مومنین کے لئے خاص فرمایا کیونکہ آگ کا ٹھنڈا ہونا باقی نہ رہے جو مسلمان ہیں وہ صرف ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ انکار کرتے ہیں۔ اور کشتی کی نشانی تمام عالم کے لئے فرمایا تھا کیونکہ وہ بہت دن تک باقی تھی۔ یا یہ کہ جنس کشتی باقی ہے (لطیفہ) ان آیات کو مومنین سے مخصوص فرمانے میں یہ بھی نکتہ ہے کہ جو حضرت ابراہیم کی اقتدا میں ثابت قدم رہے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی (کبیر) ف۲ قصہ حضرت ابراہیم سورۃ انبیا میں مذکور ہو چکا۔ ف۳ اہل طب کہتے ہیں کہ آگ کی کیفیت گرم ہے جس طرح پانی کی کیفیت سرد ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پانی کی سردی جاتی رہتی ہے اور وہ پانی ہی رہتا ہے۔ اسیطرح آگ کی گرمی جاسکتی ہے اور وہ آگ رہ سکتی ہے یعنے ایک نور جو جلانے والا نہو۔ اگرچہ یہ غیر معتاد ہے لیکن معجزہ تو وہی ہے جو خارق عادت ہو۔ ۱۲

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ۙ قصلے

اور بولے کہ جو تم نے اللہ کے سوا بتوں کو زندگی دنیا میں باہم محبت کرنی کے لئے (معبود) بنایا ہے۔ پھر قیامت کے دن بعض تمھارے بعض سے انکار کریں گے اور بعض تمھارے بعض پر لعنت کریں گے اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے[1]۔ اور تمھارے لئے کوئی بھی مددگاروں میں سے نہیں ہے۔ یعنے تم نے جو بُت پرستی اختیار کی ہے اس کے لئے کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ صرف ایک دوسرے کی محبت کا خیال کرکے کہ سب ایک ہی طریقہ اور ایک ہی چال پر رہیں۔ لیکن یہ صرف اس دنیوی زندگی میں ہے۔ برخلاف متقیوں کے کہ وہ ایک دوسرے کے قیامت میں بھی دوست ہوں گے۔ چنانچہ ایک جاے فرمایا۔ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ۔ جب حضرت ابراہیم ہر طرح

مَوَدَّةً بَيْنِكُمْ نافع وشامی وشعبہ سات تنوین کے۔ مَوَدَّةُ بَيْنِكُمْ مکی وبصری وکسائی سات رفع تا کے اور اضافت سے۔ خبر مبتدا محذوف کی یعنے ھی مودۃ بینکم اور جملہ صفت اوثان ہے ۱۲۔

مودۃ بینکم۔ حفص اور اُن کے موافق جو قاری ہیں اُنکی قرارت پر مودۃ مفعول لہ ہے۔ اور دوسرا مفعول اتخذتم کا محذوف ہی جسکی تقدیر الٰھۃ ہے۔ اور نافع اور اُن کے موافق قاری جو مودۃ اور بینکم کو نصب دیتے ہیں اُنکی قرارت پر بھی وہی وجہ ہے۔ صرف بینکم سات مودۃ کے منصوب ہے۔ یا اُسکی صفت ہے۔ (خفاجی)

[1] فقیر عرض کرتا ہے کہ کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا تو وہ ٹھنڈی ہوگئی اب آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا ٹھکانا آگ نہیں بلکہ تمھارا ہے ۱۲۔

صابر رہے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کے تمام احوال کو بدل دیا۔ آگ میں گرتے وقت
تنہا تھے۔ اب آپکی ذریت سے دنیا بھر گئی۔ آپ کے قرابت دار کافر تھے اُس کے عوض
آپ کی ذریت میں نبوت وکتاب دیگئی۔ اوّل جاہ و مال نہ تھا۔ اب مال بھی کثیر ملا اور
شیخ المرسلین بنے۔ اور یہ صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی آپ کے لیے سب
29-26 کچھ ہے جس طرح فرماتا ہے۔ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
29-27 الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ
وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ پھر لوط نے ابراہیم کو
سچا پایا اور کہا کہ بیشک میں اپنے رب کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں۔ اس لئے کہ وہی
غالب حکمت والا ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب دئے اور ہم نے نبوت اور
کتاب کو ابراہیم کی ذریت میں کردیا۔ اور ہم نے انھیں دنیا میں اُن کا بدلہ دیا اور بیشک

فامن له لوط ۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما صدّق لوط ابراهیم علیهما السلام۔ اخرجه ابن جریر
وابن المنذر وابن ابی حاتم (در) العزیز الحکیم ۔ اسمیں اپنی قوم کو ایک قسم کی تہدید ہے۔ اور ہجرت
کی مصلحت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنے وہ غالب ہے مجھے دشمنوں سے بچائے گا۔ اور وہ حکیم ہے جو مجھے حکم
فرمایا ہے اُس میں میری ہی مصلحت ہے۔ لہ ابن عباسؓ وغیرہ نے کہا کہ سعادت دنیا و آخرت کو حضرت ابراہیم
کے لئے جمع فرمادیا۔ دنیا میں رزق واسع اور زوجہ حسینہ وصالحہ دیا۔ اور ثنار جمیل کہ ہر ایک اُنھیں محبت کرتا ہے اور
انکے بعد اُنھیں کی اولاد میں نبوت عطا کی باوجود اس کے قیامت میں بھی آپ کا درجہ بلند ہے۔ (ابن کثیر) ۱۲

وہ آخرت میں نیک بختوں میں سے ہیں۔ مردوں میں سے جسنے اول حضرت ابراہیم کو سچا یا وہ آپ کے حقیقی بھتیجے حضرت لوط ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم مع لوط علیہما السلام شہر کوفہ سے ہجرت کرکے شام کو گئے تو وہاں اللہ نے آپ کو بیٹا اسحٰق اور ان کے بیٹے یعقوب یعنی پوتا بھی آپ ہی کی زندگی میں دیا چنانچہ ایک جائے فرمایا۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔ صحیحین میں ہے۔ اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ۔ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیا ہوئے وہ سب آپ ہی کی اولاد ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انبیا حضرت یعقوب کی اولاد ہیں حتے کہ حضرت عیسےٰ بھی دختری اولاد ہیں۔ اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں صرف سید الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ **اب** حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کا حال بیان فرماتا ہے۔ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ

لہ قتادہ نے کہا (ابن کثیر) ۱۲ پھر حضرت ابراہیم نے فلسطین میں مقام کیا۔ اور حضرت لوط نے سدوم میں (بیضاوی) اَلْفَاحِشَةَ۔ اللہ تعالےٰ نے لواطت کو بے حیائی فرمایا جس طرح زنا کو فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً الاٰية۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ لواطت میں بھی حد ہووے کیونکہ دونوں میں علت جامعہ فحش ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوطیوں پر جو عذاب آیا وہ پتھر کی بارش تھی اسیطرح اب بھی جو یہ فعل کرے اسے بھی سنگسار کرنا چاہئے۔ ۱۲

السَّبِيْلَ ۵ وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۗ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا

بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۵ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ

ع ۸ ۳ الْمُفْسِدِيْنَ ع ۱۵ اور لوطؑ کو (بھیجا) کہ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بیشک ایسی

بے حیائی کرتے ہو کہ کسی نے تمام عالم میں سے تم سے پہلے نہ کی۔ کیا بیشک تم مردوں

سے مبتلا ہوتے ہو اور راہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلس میں بُرا کام کرتے ہو۔ پس قوم

لوطؑ کا سوائے اس کے کچھ جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے کہ اگر تم سچوں میں سے ہو تو اللہ کا

عذاب ہم پر لے آ۔ (لوطؑ) نے کہا اے میرے رب اس قوم مفسدین کے مقابلہ میں

میری مدد کر۔ یعنے لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ مرد کا مرد سے مبتلا ہونا

بہت ہی بُرا فعل ہے کوئی تم سے پہلے بنی آدم میں سے یہ کام نہیں کیا۔ اور راہ زنی

بھی کرتے ہو۔ علاوہ یہ کہ مجمع و مجلس میں بُرے بُرے اقوال و افعال کرتے ہو۔ اور

ان بُرے باتوں پر ایک دوسرے کو کچھ نہیں کہتے ہو۔ سوائے ان باتوں کے یہ افعال

بھی کرتے تھے مجلس[1] میں گوز مارتے اور ہنستے تھے مینڈھے[2] اور مرغ لڑاتے تھے۔ راہ چلنے والوں

کو کنکریاں مارتے اور اُن سے مسخرہ پن کرتے تھے[3] جب آپ نے دیکھا کہ انکا عدم

نادیکم۔ وعبر عن المجالسۃ بالنداء حتی قیل للمجلس النادی والمنتدی والندی ومنہ سمیت دار الندوۃ بمکۃ وھو المکان الذی کانوا یجتمعون فیہ (مفردات) [1] عن عائشۃ رضی اللہ عنہ [2] امام احمد و ترمذی (ابن کثیر) [3] ترمذی و طبرانی وغیرہ (در) ۱۲

اُن کے وجود سے بہتر ہے اس لئے بد دعا کی اور عذاب آیا جس طرح فرماتا ہے۔ وَلَمَّا
جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ
اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ
وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے)
ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لائے بولے بے شک ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنیوالے
ہیں اس لئے کہ اُس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں (ابراہیم نے) کہا کہ بے شک اسمیں
لوط ہیں۔ (فرشتے) بولے ہم خوب جانتے ہیں اُن کو جو اُس (بستی) میں ہیں۔ البتہ
ہم ضرور لوط کو اور اُن کے لوگوں کو نجات دیں گے سوا اُنکی عورت کے کہ وہ (اُسی

لَنُنَجِّيَنَّهٗ حمزہ وکسائی بالتخفیف افعال سے۔

ان اهلها كانوا ظلمين۔ بشارت کے لئے علت نہیں بیان کی۔ اور عذاب کے لئے علت بیان کی اسکا سبب یہ ہے کہ فضل والے کا فضل کسی عوض کے مقابلہ میں نہیں ہوتا۔ اور عادل کا عذاب بغیر جرم کے نہیں ہوتا۔ **الغابرين**۔ غبر الشئ بقی وغبر ایضا مضی وهو من الاضداد وبابہ دخل (مختار) جب غابر کے دو معنے ہوئے یعنے ماضی اور باقی تو دونوں معنے بھی یہاں صحیح ہو سکتے ہیں۔ ماضی کے معنے اس طرح کہ جب فرشتوں نے کہا تھا کہ ہم اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کا ذکر کیا تو ملائکہ نے کہا کہ لوط کی عورت اُنھیں لوگوں میں ہے جن کا ذکر گذر چکا (ای الماضی ذکرهم) نہ اُن لوگوں میں ہے کہ جنھیں ہم نجات دیں گے یا یہ کہ ہلاک شدہ تھا اور اُس کا زمانہ ماضی ہو جاتا ہے۔ اور باقی کے معنے اسطرح کہ سب ہلاکی میں ہیں سوا اُن کے کہ جنھیں ہم نجات دیں تو بولے کہ ہم لوط کو اور اُنکی اہل کو نجات دیں گے لیکن اُنکی عورت اُسی ہلاکی میں رہجانیوالوں میں سے ہے (کبیر) ۱۲

ہلاکی ہیں) رہجانے والوں میں سے ہے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ذریت کی
بشارت دی اور کہا کہ ہم سدوم کی بستی کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ یعنی اگر ان موذیوں
سے جہاں خالی ہوگئی تو کیا فکر ہے کیونکہ نیک بخت بندے جو آپ کی ذریت میں
ہوں گے پھر اس میں آباد ہوں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی خوشخبری کا تو خیال
نہ فرمایا لیکن اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کی فکر کی۔ فرشتوں نے بھی اپنی شفقت ظاہر
کی کہ ایک لوط ہی نہیں بلکہ ان کے اتباع کو بھی بچا لیں گے۔ پھر وہ فرشتے حضرت
ابراہیمؑ کے پاس سے لوط علیہ السلام کے پاس گئے جس طرح فرماتا ہے۔ وَلَمَّآ اَنْ

جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓئَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا
تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ
عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

سیئ بهم ۔ ای حل بهم ما یسوءهم (مفردات) جاءته المساءة والغم (ای النائب عن الفاعل
ضمیر المصدر) بسببهم (ای الباء سببیة) مخافة ان یقصدهم قومه بسوء (خفاجی) ضاق بهم
ذرعا ۔ ای عجز عنهم (مفردات) وضاق به ذرعا ای ضاق ذرعه به ای لم یطقه ولم یقو علیه
واصل الذرع بسط الید فکانک ترید مد یدك الیه فلم تنله (مختار) یقول الفقیر" ان التمیز محوّل عن الفاعل"
قال قتادة" ضاق ذرعه بضیافتهم لما علم من خبث فعل قومه" (ابن جریر) طال ذرعه وذراعه للقادر وضاق
للعاجز۔ وذلک لان من طال ذراعه یصل الی ما لا یصل الیه قصیر الذراع (کبیر) رجزا ۔ العذاب الذی
یوقع صاحبه فی القلق من قولهم ارتجز وارتجس اذا اضطرب والمراد الحجارة (نیشاپوری) ۱۲

منجوک ۔ مکی وشعبہ وحمزہ وعلی وکسائی کے نزدیک ۔ منزلون ۔ شامی کے تفعیل سے

تَرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط کے
پاس آئے تو اُن کے باعث (لوط علیہ السلام) غمگیں ہوئے اور اُن (کی مہمانداری) سے عاجز
ہوئے۔ اور بولے (اے لوط علیہ السلام) نہ ڈرو اور نہ رنجیدہ ہو بے شک ہم تمھیں اور تمھارے
لوگوں کو نجات دینے والے ہیں سوا تمھاری عورت کے کہ وہ (اسی ہلاکی میں) رہ جانیوالوں میں
سے ہے۔ بیشک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے ایک عذاب اتارنے والے ہیں بسبب
اس کے کہ وہ فسق کرتے تھے۔ اور البتہ بیشک ہم نے اُس (بستی) میں سے ایک ظاہر
نشانی[1] اُن لوگوں کے لئے چھوڑی جو سمجھتے ہیں۔ اِن آیتوں میں قصۂ لوط علیہ السلام کو اختصار
سے بیان فرما کے اب قصۂ شعیب علیہ السلام شروع فرماتا ہے۔ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا
فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○

[1] ظاہر نشانی سے مراد اُن کے اجڑے ہوئے مقامات۔ یا باقی پتھر یا اُن کا قصہ۔ وارجوا۔ اے
بعبادتکم ایاہ جزاء یوم الاخر۔ وقال بعضہم واخشوا (ابن جریر) کقولہ تعالیٰ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا
اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ۔ ولا تعثوا۔ عثو و فساد کے ایک ہی معنے ہیں تو یہ اسطرح ہے جس طرح اجلس
قعوداً ہے یا مفسدین حال موکدہ ہے۔ الرجفة۔ یہاں اور اعراف میں رجفہ کا ذکر ہے۔ اور سورۂ
ہود میں صیحہ کا۔ لیکن یہ تعارض نہیں ہے کیونکہ صیحۂ جبرئیل ہی سبب رجفہ تھا۔ خواہ رجفۂ زمین ہو یا رجفۂ
قلوب۔ اور اضافت سبب کی طرف سبب السبب کی اضافت کی منافی نہیں ہے (کبیر) دارهم۔ جہاں
فاخذتهم الصيحة ہو وہاں دیارهم ہے۔ اور جہاں رجفہ کا ذکر آتا ہے تو وہاں دارهم ہے لیکن دار ہے

اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو (بھیجا) پس اُنھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی
عبادت کرو اور پچھلے دن کی (عمل کرکے) امید رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ پس
اُنھوں نے شعیب کو جھٹلایا تو (عذاب) زلزلہ نے اُنھیں گرفتار کیا پس اُنھوں نے اپنے
گھروں میں صبح کی اس حال سے کہ وہ مرے ہوئے تھے۔ یہ قصہ اہل مدین ہے۔ یہ کافر ناپ
تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے نصیحت فرمائی لیکن انھوں نے نہ مانا۔ عذاب آیا۔
زلزلہ اور خوفناک آواز سے کلیجے پھٹ گئے۔ اور سب مرگئے۔ پھر بطور اجمال دوسری کافر قوموں کا
حال جو قسم قسم کے عذاب سے ہلاک ہوئی اس طرح بیان فرماتا ہے وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ
مِّنْ مَّسٰکِنِهِمْ ۫ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ۝

وثمودا — نافع و مکی و بصری و شامی و شعبہ کسائی وصل میں تنوین سے اور وقف میں الف سے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بھی وہی دیار مراد ہے اور اضافت جمع کی طرف جائز ہے خواہ لفظ جمع سے ہو یا لفظ واحد سے لیکن التباس کا خوف نہ ہو۔ **نکتہ** اس اختلاف میں یہ ہے کہ رجفہ خود ایک ہیبت ناک شے ہے اُسے ہولناک کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور صیحہ فی نفسہٖ ہولناک نہیں ہے لیکن وہ صیحہ چونکہ عظیم ہے یہاں تک کہ اس سے زلزلہ پیدا ہوا اس لئے دیار کو بلفظ جمع ذکر فرمایا تا اُسکی ہیبت معلوم ہوئے (کبیر) الدار المنزل اعتبارا بدورانها الذی بالحائط۔ وجمعها دیار۔ ثم یسمی البلدۃ دارًا (مفردات) لہ سورہ شعرا میں تفصیل سے گذرا۔ وعادا وثمودا۔ عاد قوم ہود علیہ السلام ہے جو احقاف میں رہتی تھی۔ اور وہ شہر حضرموت کے قریب تھا۔ ثمود صالح علیہ السلام کی قوم ہے جو حجر میں رہتی تھی۔ اور وہ شہر وادی قریٰ سے قریب تھا۔ اور عرب ان مقاموں کو خوب جانتے تھے۔ اکثر اوقات یہ اُنکی آمد و رفت کے مقامات تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قوموں سے عبرت دلائی (ابن کثیر) مستبصرین۔ اُولی البصیرۃ (مفردات)

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ قف وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ 29-
وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ 29-4
اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ اور عاد اور ثمود کو (بھی ہم نے ہلاک کیا) اور تمھارے لئے انکی بعض
بستیوں میں سے ظاہر ہے۔ اور شیطان نے انکے (برے) اعمال کو انھیں اچھا کر دکھایا پس راہ سے انھیں روکا حالانکہ
وہ بصیرت کے طالب تھے۔ اور قارون فرعون ہامان کو (بھی ہمنے ہلاک کر ڈالا) اور البتہ بیشک موسیٰ اُن کے
پاس معجزے لائے پس انھوں نے زمین میں تکبر کیا اور وہ (ہمارے قبضہ سے) نکل جانیوالے نہ تھے۔ پس ہم نے ہر ایک کو
اُسکے گناہ کے باعث گرفتار کیا پس بعض تو انمیں سے وہ ہیں جنپر ہم نے پتھر برسانیوالی آندھی بھیجی۔ اور بعض اُنمیں
سے وہ ہیں جنہیں سخت آواز نے گرفتار کرلیا اور بعض انمیں سے وہ ہیں جنہیں ہمنے زمین میں دھنسا دیا اور بعض انمیں سے
وہ ہیں جنھیں ہمنے ڈبا دیا اور اللہ کو سزاوار نہیں کہ انپر ظلم کرے ولیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ یہ بطور لف
نشر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن امتوں کا جو انبیاء کرام کو جھٹلاتے تھے ذکر کرکے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ہر ایک کو اُس کے
گناہ کی مناسب عقوبت دی۔ پس عاد پر سخت آندھی بھیجی جو زمین کے پتھر انپر لاکر ڈالتی تھی اور انھیں زمین سے اٹھا اٹھا کر
پہاڑوں سے ٹکراتا کہ انکے سر پاش پاش ہوگئے۔ اور انکی درازی قامت اور قوت کچھ کام نہ آئی۔ اور قوم ثمود جنمیں

سابقین۔ ای لایفوتونہ (مفردات) حاصبا۔ الحاصب الریح الشدیدۃ تثیر الحصباء ای الحصی۔
(مختار) والعرب تسمی الریح العاصف التی فیہا الحصی الصغار او الثلج او البرد حاصبا (ابن جریر) ۱ لان
قولہ تعالیٰ فاخذتہم الرجفۃ دل علی الاہلاک (کبیر) ۲ انھیں مذکورین پر یہ معطوف ہیں ۱۲

صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے انھیں سخت آواز نے گرفتار کرلیا۔ اور قارون زمین میں دھنسادیا گیا۔ اور فرعون
ڈبا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انپر ظلم نہیں کیا ولیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اسلئے کہ ظلم وضع الشئ فی غیر
المحل کو کہتے ہیں تو وہ خود اشرف ہوکر تو انکی جو نہایت ہی خسیس ہیں عبادت کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انکی
مثال مکڑی اور جالے سے دی جو نہایت ہی کمزور وضعیف ہے۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ
كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَّاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَّهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا
يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

البیوت قالون وحفص وورش فی شعبہ وحمزہ وکسائی ساتہ کسر با کے
تدعون نافع وعلی وورش حمزہ وکسائی ساتہ تاء خطاب کے

اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا معبود بنا رکھے ہیں جیسے مکڑی کہ اسنے ایک گھر بنایا اور بیشک البتہ سب گھروں سے
کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ اگر وہ جانتے (تو غیر حق کو خدا نہ بناتے) بیشک اللہ اس چیز کو جانتا ہے جسے یہ خدا کے سوا عبادت
کرتے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جنھیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور انھیں نہیں سمجھتے ہیں
مگر عالم۔ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو سچائی کیساتھ پیدا کیا بیشک اسمیں البتہ مومنین کیلئے نشانی ہے۔ مکڑی اور
اسکے جالے کی تشبیہ دینے میں انکے دین کا ضعف ثابت کرنا ہے۔ اور اسکا تشبیہ مرکب ہونا تو ظاہر ہے۔ اور اگر تشبیہ مفرق

اوھن۔ الوھن ضعف من حیث الخلق او الخُلق (مفردات) وقد وھن من باب وعد۔ ووھنہ غیرہ یتعدی ویلزم
واوھنہ غیرہ ووھّنہ توھینًا (مختار) العنکبوت۔ یقع علی الواحد والجمع والمذکر والمؤنث۔ والتاء فیہ کتاء
طاغوت (ای زائدۃ) ویجمع علی عناکیب وعناکب وعکاب وعکبۃ واعکب (بیضاوی) من شیئ۔ من للتبیین۔
(احتجاج) لہ قال ابن عباس ذلک مثل ضربہ اللہ لمن عبد غیرہ ان مثلہ کمثل بیت العنکبوت (ابن جریر) ۱۲

سمجھیں تو مشرک مکڑی کی مثل ہی۔ اور مشرک کا بت کو اپنا معبود و ملجا بنانا اس طرح ہی جسطرح مکڑی اپنے جالے سی گھر بناتی ہی۔ کیونکہ اُسی گھر کے سبب سی اُسکی موت آتی ہی کہ لوگ گھر کو اس سی پاک کرتے جسطرح عابدِ صنم بسبب بت کی عبادت کی آگ میں گرتا ہی۔ اور یہ بھی بات ہی کہ جسطرح مکڑی اپنے جالے سی مکھیونکا شکار کرتی ہی لیکن اُسی کو بقا نہیں ایک ادنے سبب سے گھر خراب ہو جاتا ہی اسیطرح کافر بھی اپنے شرک سی جو تھوڑی بہت کہے پر سی بھی کم ہی یعنی بعض سامان دنیا کا حاصل کرتا ہی لیکن وہ آخر میں مثل اپنے عمل کے ہبا ءً منثورا ہو جائیگا۔ پھر اسی مثال سابق کی تاکید فرماتا ہی کہ تم جسکی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسی خوب جانتا ہی وہ غالب ہی یعنی وہ تمھارے ہلاک کرنے پر قادر ہی۔ چونکہ قریش ان جیسی مثالوں پر ہنستے تھے تو فرماتا ہی کہ ان مثالوں کی فائدے کو اور اس کی حسن کو عالم لوگ ہی سمجھتے ہیں پھر آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر فرماتا ہی کہ یہ بیکار[لہ] نہیں پیدا ہوئے اس لئے کہ اسمیں مومنین کیلئے نشانی ہی۔ کیونکہ مومن کی نظر خلق سے معرفتِ خالق حاصل کرتی ہی۔ اور ہر ایک مظہر میں مُظہِر کی جستجو رہتی ہے ؎

کار جامی عشق خوبا نست ہر سو عاملی | می کنند انکار او۔ او ہمچناں در کارِ خویش

غرض ہر شے میں مومن کو حقیقت الحقایق کی تلاش رہتی ہی۔ اگر خلوت در انجمن حاصل ہووے تو عزلت اختیار کرتا ہی۔ اور جانِ جاں سے یہ ندا سنتا ہے ؎

اگر ترا بہ تماشائے عیدِ خود طلبند | خلیل وار جوابش بگو کہ بیمارم

لہ چنانچہ ایک جای فرمایا وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا۔ اس لئے کہ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہی۔ للہ الحمد کہ پارہ امن خلق تمام ہوا۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم ۱۲

جب اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دی اب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ
اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝
(اے نبی) جو کتاب تمھاری طرف وحی (کے ذریعہ سے نازل) کی گئی پڑھو اور نماز
کو قایم رکھو اس لئے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور البتہ اللہ
کا ذکر بہت بڑا ہے۔ اور اللہ جو کچھ کہ تم کرتے ہو جانتا ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ اس آیت
میں تین باتوں کا ذکر ہے (۱) تلاوت قرآن (۲) نماز (۳) ذکر الٰہی۔ بعض صوفیہ
فرماتے ہیں کہ مبتدی کے لئے ذکر اولیٰ ہے۔ متوسط کے لئے تلاوت قرآن۔ اور منتہی کے
لئے نماز نفل۔ پھر ذکر چار قسم پر ہے۔ (۱) زبان ذاکر۔ دل غافل (۲) زبان ذاکر اور
دل بھی اس سے موافق۔ لیکن کبھی کبھی دل غافل ہوتا ہے بخلاف زبان کے (۳)
زبان دل سے موافق اور دل زبان سے۔ لیکن کبھی کبھی دونوں بھی غافل ہوتے ہیں
(۴) زبان غافل و بیکار اور دل ذاکر و حاضر ہووے۔ اور یہ انتہاے مقامات
ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضوری و آگاہی ہے اور یہی حقیقت ذکر ہے[1] کیونکہ ذکر ضد نسیان ہے
اور یہ دل ہی کی صفت ہے۔ سالک کو چاہئے کہ بعد ادائی فرایض وسنن کے ہمیشہ ذکر و فکر

۱؎ مکتوبات حضرت یحییٰ منیری ۱۲۰

میں رہے۔ اور جس سے نہ ہو سکے اس کو مدد پہنچے ادا کرے۔ اور جو مخل ہووے اُسے چھوڑ دے اور اس قدر شغل میں کامل ہووے کہ بغیر اُس کے چین نہ پڑے یہاں تک کہ جذبۂ عنایت ازلی اُس سے اُس کو لیجاوے۔ اور فنا سے بقا تک پہنچاوے۔ اور دوسرے اشغال کی طرف اس وقت مشغول نہ ہووے۔ کیونکہ کہیں طَلَبُ الْکُلِّ فَوْتُ الْکُلِّ نہ ہووے۔ ایک شغل میں کامل نہ ہو کر دوسرا شغل شروع کر دینا یہ آدمی کو وصول سے مانع ہوتا ہے۔ اور سالک کے تمام اقوال وافعال واحوال اگر آگاہی سے ہوں تو سب ذکر میں داخل ہیں۔ لیکن کلمۂ توحید سب اذکار سے مقدم ہے۔ غرض اس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ نماز گناہوں سے باز رکھنیکا سبب ہے۔ رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کو نماز بے حیائی اور بری باتوں سے نہ روکے تو اُسے اللہ تعالےٰ سے دوری ہی بڑھتی جاتی ہے"۔ ایک شخص[2] نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ "فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے پھر صبح ہوی تو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نماز اُس سے کہ جو تو کہتا ہے اُسے باز رکھیگی"۔ پھر فرمایا کہ اللہ کو یاد کرنا بہت بڑا ہے۔ اور سچ پوچھیے[ع] تو ذکر نماز کو بھی شامل ہے۔ ابن[3] عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "اس کے یہ معنی ہیں کہ

[1] طبرانی از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آور اس بیان میں مرفوع سے موقوف آثار ابن مسعود وابن عباس وحسن وقتادہ واعمش وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اصح ہیں (ابن کثیر) [2] امام احمد وابن حبان وبیہقی ازابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (در) [3] قال علی بن طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یقول ولذکر اللہ

[ع] اور حقیقت ذکر ذاکرین کی پاس مشاہدہ ہی۔ تو مشاہدہ مذکور نماز میں نماز سے اکبر و برتر ہے ۱۲

یا د کرنا خدا کا بندہ کو اُس سے بہت بڑا ہے کہ بندہ خدا کو یاد کرے ۱؎

تو یاد کنی خدائے را در خورِ خود ؎ او یاد کند ترا ولے در خورِ خویش

جب طریقۂ ہدایت مسلمانوں کے لئے بیان فرماچکا اب اہل کتاب کی ہدایت کا طریقہ

29-46 بتلاتا ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

اور اہل کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر اسی روش سے کہ جو بہتر ہے۔ مگر جن لوگوں نے انہیں سے ظلم کیا۔ اور کہو کہ ہم اُس پر جو ہماری طرف اتارا گیا ہے اور تمھاری طرف اتارا گیا ہے ایمان لائے اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکم اس آیت کا آیتِ سیف سے منسوخ ہے اور اب یہ حکم ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دیں یا تلوار سے فیصلہ کیا جائے۔ اور دوسرے علما کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور اس کا حکم باقی ہے۔ اور کسی بھی آیت کو بغیر دلیلِ قوی کے منسوخ نہ کہنا چاہیے ۲؎

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لعبادہ اکبر اذا ذکروہ من ذکرہم ایاہ۔ وروی ایضا عن ابن مسعود وابی الدرداء وسلمان الفارسی وغیرہم واختارہ ابن جریر (ابن کثیر) ۱؎ اس معنی کے لحاظ سے ولذکر اللہ مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے۔ اور مفعول محذوف ہے۔ اور مفضل علیہ من ذکرکم ہے۔ اور پہلے معنے کے لحاظ سے مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے۔ اور مفضل علیہ دوسری طاعات ہیں۔ ۲؎ لا یجوز ان یحکم علی حکم اللہ فی کتابہ بانہ منسوخ الا بحجۃ یجب التسلیم لہا من خبر او عقل (ابن جریر) ۱۲

غرض اہلِ کتاب میں سے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جو عرب کے تابع ہو کر رہتے
تھے پس ان کے ساتھ مباحثہ کی اجازت دیگئی جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے ہو[1] اور دوسرے
وہ لوگ تھے جو ظالم تھے۔ اور جزیہ نہیں ادا کرتے تھے اور لڑائی کے لئے تیار ہوتے تھے۔ تو
اُن سے لڑنا چاہیئے پھر فرمایا کہ تم لوگ اہلِ کتاب سے کہو کہ ہم ایمان لائے اُس کلام پر
کہ جو ہماری اور تمھاری جانب اُتارا گیا ہے یعنے جب اہلِ کتاب ایسی بات بیان کریں
جس کا درست و باطل ہونا معلوم نہ ہو تو اُسے جھٹلانا چاہیئے کیونکہ شاید وہ صحیح ہو۔ اور
نہ اُسکی تصدیق کرنی چاہیئے کہ شاید وہ باطل ہو بلکہ بطورِ اجمال[3] اور معلق بشرط ایمان لانا
چاہیئے کہ اگر وہ اللہ کے پاس سے ہے تو ہم ایمان لاتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ نے فرمایا
کہ تم اہلِ کتاب سے کس طرح پوچھتے ہو حالانکہ جو کتاب تم پر نازل کی گئی خالص کامل
موجود ہے کہ اس میں کچھ بھی شائبہ نہیں۔ اور اس قرآنِ پاک میں تمھیں بتلا دیا کہ اہل
کتاب نے تغیر و تبدل کر دیا اور (جس مقام پر چاہا) اپنے ہاتھوں سے کتاب میں لکھا اور
افترا کیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حقیر مالِ دنیوی کمائیں۔ کیا کتاب الٰہی کا علم تمھیں

[1] چنانچہ ایک جا فرمایا اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ [2] اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ جن کا بیان ہے [3] بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ کے یہودی لوگ توریت کو عبرانی زبان میں پڑھکر اُسکی تفسیر اہلِ اسلام کے لئے عربی زبان میں کرتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اہلِ کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ اسطرح کہو اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰـھُنَا وَاِلٰـھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ١٢

اس سے منع نہیں کرتا کہ تم اُن سے کچھ پوچھو۔ اللہ کی قسم کہ اُن میں سے کوئی بھی آدمی
اُس سے نہیں پوچھتا جو تم پر اُتارا گیا ہے! عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم لوگ اہل
کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو[2] کیونکہ وہ تو خود ہی گمراہ ہو گئے پھر تم اُن سے رہنمائی کی
امید کس طرح کر سکتے ہو۔ پھر ایک دلیل قیاسی بیان فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا
يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور (اے نبی جس طرح ہم نے پہلے کتابیں اتاری
ہیں) اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے۔ پس وہ لوگ کہ جنھیں ہم نے
(تم سے پہلے کتاب دی ہے اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور ان (موجودہ اہل
کتاب[3]) میں سے (بھی) بعض وہ ہیں جو اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافر ہی ہماری
آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ سابق کے اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت
اپنی کتابوں میں دیکھکر ایمان لاتے تھے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔ اور جو آنحضرت

---

[1] بخاری (ابن کثیر) [2] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اکثر باتیں جو اہل کتاب بیان کرتے ہیں وہ کذب و بہتان ہیں اس لئے
کہ انکی کتابوں میں بکثرت تبدیل و تحریف و تغییر و تاویل واقع ہوئی ہے اور اسمیں بہت ہی کم سچ ہے اور جو کچھ ہے اُس کے
معلوم ہونیکی کوئی صورت نہیں ہے۔ [3] ای ومن هٰؤلاء الذين هم بين ظهرانيك اليوم من يؤمن به كعبد
الله بن سلام ومن آمن برسوله من بني اسرائيل (ابن جرير) اس معنی پر یؤمنون جو مضارع ہے تو اُس ماضی
کی صورت کو نقل کرنے میں اسوقت حاضر کرنا مقصود ہے۔ اسمیں اور وجوہ بھی ہیں۔ جسے منظور ہو تفسیر کبیر ملاحظہ کرے ۱۲-

کے زمانہ میں اہلِ کتاب تھے بعض اُن میں سے بھی ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا۔
لیکن وہی انکار کرتے تھے جو قرآن کی صداقت پر توجہ نہیں کرتے اور اسے معجزہ نہیں
سمجھتے تھے۔ لیکن اس کا اعجاز تو ظاہر ہے جس طرح ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا

مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ بَلْ هُوَ
اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○

اور[۱] (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم اس (قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے
اور نہ اُسے اپنے سیدھے[۲] ہاتھ سے لکھتے تھے اُس (پڑھنے لکھنے کے) وقت البتہ تبہ کار شک
کرتے (کہ قرآن[۳] اگلی کتابوں میں سے چھانٹ کر بنایا گیا ہے) بلکہ وہ[۴] (قرآن) ظاہر

تخطه۔ خط بالقلم کتب وبابہ نصر (مختار) لارتاب۔ ای شک (مختار) [۱] جیسے مناظر مسئلہ خلافیہ بیان کرتا ہے مثلاً کہا کہ مالِ صغیر میں زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر اگر کہا جائے کہ کیوں واجب ہے۔ تو کہے گا جس طرح اُسکے مال میں نفقہ واجب ہے۔ اور دونوں میں جو وجہ جامع ہے۔ اُسے نہیں بیان کرتا۔ اگر طالب نے مجرد تشبیہ سے وجہ شبہ کو خود ہی سمجھ لیا تو بہت ہی بہتر ہے۔ اور نہیں تو کہے گا کہ وہ دونوں بھی اس قسم کے مال ہیں جو حاجت سے زیادہ ہیں تو زکوٰۃ بھی واجب ہوگی یہاں بھی اسیطرح ہے کہ پہلے تمثیل بیان فرمائی وکذلک انزلنا سے پھر وجہ جامع کو بیان فرمایا۔ یعنے ان کتب کا منزل من اللہ ہونا معجزہ سے معلوم ہوا تو اس قرآن کا آنکی زبان سے ادا ہونا جو امی ہوں عین معجزہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ منزل من اللہ بھی ہے (کبیر) [۲] سیدھے ہاتہ کا ذکر تحقیق حقیقت اور اُس کی تاکید کے لئے ہے۔ تاکہ مجاز کے لئے مجاز بھی نہ باقی رہے جس طرح کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ [۳] یا یہ کہ اہلِ کتاب شک میں پڑتے کہ ہم نے تو توریت وانجیل میں پڑھا ہے۔ کہ پیغمبر

آیتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں کہ جنھیں علم دیا گیا ہے۔ اور ظالم ہی ہماری

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امّی تھے۔

کتابِ تمدنِ عرب پر ایک نظر۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے نہ ہوں گے اور یہ شخص تو لکھے پڑھے ہیں
چنانچہ ایک جا ے اللہ تعالے فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ الآیہ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے کبھی
ایک حرف بھی آخر وقت تک نہیں لکھتے تھے۔ اور جو بعض لوگوں نے کہا کہ صلح حدیبیہ میں آپ نے اپنا
اسم مبارک لکھا جس طرح صحیح بخاری میں ہے۔ تو یہ دوسری روایت پر محمول ہے کہ جس میں ہے آپ نے حکم فرمایا
تو لکھا۔ ہاں جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے لکھا تو یہ بطور معجزہ کے ہے نہ یہ کہ آپ کو لکھنا آتا تھا۔ اور وہ جو
حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ نے لکھنا سیکھا۔ وہ ضعیف
ہے جسکی کوئی اصل نہیں (ابن کثیر) تمدنِ عرب۔ یہ کتاب ہمارے شہر حیدرآباد سے شایع ہوی ہے یہ
ایک عیسائی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ وہ نصرانی اپنے تعصب سے جو کچھ اسلام کے متعلق لکھے تعجب نہیں
لیکن مترجم صاحب باوجود مسلمان ہونے کے اور اس دعوے کے کہ "میں نے محض ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ
کل اُن مقامات پر جہاں توضیح اور تشریح کی ضرورت تھی اپنی طرف سے حواشی لکھے" اُس کتاب کے صفحہ
۲۰۹ میں اسطرح لکھتے ہیں کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا آپ کو ایک مرتبہ اپنے ہمراہ شام کو بصرہ میں
لے گئے۔ اور حضرت بصرہ کے ایک نصرانی خانقاہ میں ایک راہب سے ملے جس نے آپ کو توریت کی تعلیم
دی" معاذ اللہ نصِ قرآنی کے صریح خلاف ہے۔ اسی طرح حضرت زینبؓ کے نکاح کے متعلق بھی عجیب و
غریب روایتیں گھڑی ہیں۔ لیکن مترجم نے اپنی حمیتِ اسلام کو بالائے طاق رکھا۔ اور بجاے اس کے
کہ اس کتاب پر جرح کرتے اُسکی تعریف و توصیف کی ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ "خود مذہب اہل اسلام کی بابت
اس مصنف محقق نے ایسی پرجوش تحریر کی ہے کہ کوئی راسخ الاعتقاد مسلمان بھی اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا"
افسوس صد افسوس اس اعلمی پر شمس العلما کا خطاب بھی ہے۔ ۵

آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ یعنے جس ذاتِ مقدس کو لکھنا پڑھنا نہ آتا ہو اور نہ زبانی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) گر ہمیں مکتب است ایں ملا ؛ کارِ طفلاں تمام خواہد شد ؛ جب شمس العلما نے اُس کتاب کی اس طرح تعریف کی پھر اُن کے مقلدوں کو اس کتاب کے خرید کرنے میں کیا دیر تھی ہر ایک نے اُسے گراں قیمت پر ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اُشْرِبَتْ فِي قُلُوبِهِمُ النَّصْرَانِيَّة۔ ان لوگوں کے ہر ہر رگ میں نصرانیت کی محبت سما گئی ہے ؎

الٰہی خیر کیجو خیر کیجو اپنے بندوں پر ؛	نیا جو روز آتا ہے نئی آفت کا آتا ہے۔

سے یعنے قرآن اللہ تعالٰے کی ظاہر آیتیں ہیں جو اُس کے خاص بندوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ یہی حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی۔ حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ "اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم پر ایسی کتاب اُتارنے والا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکتا۔ اور تم اُسے سوتے اور جاگتے پڑھو گے" یعنے وہ سینوں میں محفوظ ہے کہ پانی سے دُھل جانے کا کوئی خوف نہیں ہے (یعنے اگر کوئی دشمن دین قرآن کو پانی میں ڈالدے تو پھر لاکھوں حافظ اُسے لکھوا سکتے ہیں۔) اسی لئے دوسری حدیث میں آیا کہ جس کھال میں قرآن ہو وہ آگ میں نہیں جلے گی" اور اسی لئے کتبِ متقدمہ میں اس امت کی صفت میں ہے کہ اُن کی انجیل اُن کے سینوں میں ہوگی (ابن کثیر) اس آیت کر حافظِ قرآن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ عامل بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ ابو داؤد و ترمذی کی حدیث میں آیا ہے کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائیگا کہ پڑھ اور چڑھ۔ اور اچھی طرح سے پڑھ جس طرح تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا۔ بس تیرا مقام اُس آخری آیت پر ہے جو تو پڑھ رہا ہے (حصن حصین) اس حدیث میں حافظِ قرآن جو ادائی حروف سے پڑھتا ہے اُس کے لئے بشارت ہے کہ اعلےٰ مقام جنت میں ملیگا۔ اور بعض اثر میں ہے کہ جنت کے درجے قرآن کی آیتوں کے موافق ہیں۔ تو جو دنیا میں قرآن کا علم و عمل حاصل کریگا وہ اقصٰی درجاتِ جنت میں رہیگا۔ لیکن بعض قاری ایسے بھی ہیں کہ قرآن پڑھتے ہیں

فضیلت حافظ قرآن

29-51

نہ کسی سے تعلیم پائی ہو پھر آپ کا ایسی کتاب کو لانا جو جامع انواع علوم ہے بے شک معجزہ ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دلیل بیان فرما چکا اب کافروں کا ایک شبہ بیان فرماتا ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اور (کافر) بولے کہ اس (نبی) پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہ اتارے گئے۔ (اے نبیؐ) کہو کہ معجزے تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اور میں تو صرف ایک صریح ڈرانے والا ہوں۔ اس شبہ کا جواب یہ ہو کہ اگر معجزہ چاہتے ہو تو نفس قرآن کیا معجزہ نہیں ہے۔ جس طرح فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (اے نبی) کیا ان (کافروں) کو کافی نہیں ہے کہ بے شک ہم نے تم پر

(بقیہ گذشتہ) اور قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے جس طرح صحیح حدیث میں آیا ہے اور یہ بہت ہی بُری بات ہے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کمائیں۔ بعض لوگ قبور پر قرآن پڑھکر اور بعض لوگ تراویح میں قرآن ختم کر کے اجرت طلب کرتے ہیں۔ لیکن عمدہ بات تو یہ ہے کہ یہ ثواب کی نیت سے پڑھا کریں اور لوگوں کو چاہئے کہ انکی خدمت کیا کریں اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ علم حقیقی معرفت قرآن ہے۔ جن سینوں میں یہ علم ہووے وہ بہت ہی بابرکت سینے ہیں نہ فلسفہ اور طبعیات کا علم جو مرے بعد کسی کام کا نہیں۔ رباعی

اے دل طلب کمال در مدرسہ چند۔
ہر فکر کہ جز ذکر خدا وسوسہ است
تکمیل اصول وحکمت و ہندسہ چند
شرمے ز خدا بدار ایں وسوسہ چند

کتاب اتاری جو اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس (قرآن) میں البتہ رحمت
و نصیحت اُس گروہ کے لیئے ہی جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنے قرآن خود معجزہ ہوتے ہوے
پھر دوسرے معجزے طلب کرنا سرکشی و عناد کی علامت ہی۔ کیونکہ لاکھوں عرب جب اسکا
مقابلہ نہ کرسکے اور اُنہوں نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تو اب جو اس کے مثل لانیکا دعوے
کرے وہ جھوٹا ہی۔ بعد بیان دلائل رسالت کے جب سرکشوں نے اسے نہ مانا۔ تو جس طرح
ایک سچا آدمی اپنے دلائل بیان کرکے منکر سے کہتا ہے کہ اللہ تعالے ہی میرے سچے پن
اور تیری تکذیب کو جانتا ہی اس طرح یہاں بھی بطور انداز و تہدید فرماتا ہی۔ قُلْ کَفٰی
بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَهِیْدًا یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (اے نبی) کہدو کہ میرے اور تمہارے
درمیان میں اللہ گواہ بس ہے۔ وہ جانتا ہی جو کچھہ آسمانوں میں اور زمین میں ہے
اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ سے منکر ہوے یہی لوگ نقصان پانیوالے ہیں
جب کافروں کو ڈرایا گیا کہ تمھیں اس کفر سے بہت ہی نقصان پہونچے گا تو انہوں
نے اپنے ضرر کو جلد طلب کیا۔ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ 29-53
الْعَذَابُ وَلَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ 29-54

له یعنے سچے اور جھوٹے کو جانتا ہی۔ کوئی شے اُس سے مخفی نہیں ہی۔ ہر ایک کو اُسکے لایق بدلا دیگا۔ ۱۲

جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِينَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ

وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ اور (اے نبی) وہ تم سے عذاب کو جلد طلب کرتے ہیں

حالانکہ اگر مدت معیّن نہ ہوتی تو البتہ اُن پر عذاب آجاتا۔ اور البتہ یکایک اُن پر (عذاب)

آئیگا اس حال میں کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔ وہ لوگ تم سے عذاب جلد طلب کرتے ہیں

اور بیشک البتہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس دن عذاب انھیں ڈھانپ لیگا

اُن کے اوپر سے اور اُن کے پیروں کے نیچے سے اور (اللہ) کہیگا کہ (مزہ) چکھو اُس کا

جو تم کرتے تھے۔ یعنے اپنی حکمت و رحمت سے عذاب کا ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ اور اگر

لوگوں کو اُس کا وقت معلوم ہوتا تو اس سے زیادہ عناد و سرکشی و فسق و فجور کرتے

اور خیال کرتے کہ ہم قبل عذاب توبہ کر لیں گے تو اسی لئے وہ یکایک آئیگا۔ پھر جہنم کا ذکر فرمایا

دان کے لئے تیار ہے۔ صرف اُن کے داخل ہونیکی دیر ہے۔ بعد عذاب جسمی عذاب

روحی کو بیان کیا کہ بطورِ اہانت اُن سے کہا جائے گا کہ اُس کا مزہ چکھو جو کچھ کہ تم کرتے

تھے جب حالِ مشرکین علیحدہ اور اہلِ کتاب جدا بیان کر کے دونوں کو وعید میں ایک جا

نقول
یکلم وانبری کا و
شامی صیغہ
متکلم ہے۔

یام۔ ظرف لمحیطة۔ او مقدر کان کیت وکیت (بیضاوی) یغشٰھم۔ ای یلحقھم ویأتیھم
ملہ اس میں اُن پر تعجب فرمایا۔ اور پہلے بار عذاب کے طلب کرنے کا بیان بطور اخبار تھا۔ ملہ اور عذاب کو
عینِ عمل بطور مبالغہ کے فرمایا۔ بطور اطلاق اسم مسبب او پر سبب کے۔ اس لئے کہ انھیں کے عمل سبب و
باعث ہوئے اس بات پر کہ انھیں اللہ تعالیٰ عذاب کرے۔ ۱۲

جمع فرمایا تو اب انکی سرکشی بڑھ جائے گی اور مسلمانوں کو انکی تکلیف اور ایذا رسانی کا خوف
ہوگا اس لئے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ 29-56
اَرۡضِیۡ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ ۝ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو بے شک
میری زمین کشادہ ہے پس تم میری ہی عبادت کرو۔ یعنی اگر لوگ کسی جگہ عبادت سے مانع
ہوتے ہوں تو ہجرت کرو۔ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ جہاں عبادتِ الٰہی اچھی طور سے
ادا ہووے اُسی جگہ کو اپنا وطن بنالو۔ تمہیں محبت عبادتِ الٰہی ہونی چاہئیے نہ حبِ وطن 29-57
کیونکہ وطن تو ایک دن چھوٹنے والا ہے جس طرح فرماتا ہے۔ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ
ثُمَّ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ۝ ہر نفس موت کا (مزہ) چکھنے والا ہے۔ پھر تم ہماری ہی جانب
لوٹائے جاؤ گے۔ جب ہمیں اللہ تعالےٰ کے پاس جانا ہے تو ہمیں محبت بھی اُسی سے کرنی
چاہئیے۔ نہ کہ وطن و مکان و اہل و عیال سے ۝

فایای فاعبدون۔ فاءِ اولیٰ جواب شرطِ محذوف ہے۔ تقدیر اس کی یوں ہے ان لم تخلصوا
العبادۃ لی فی ارض فایای فاعبدون ای فاخلصوھا فی غیرھا۔ اور فاءِ ثانیہ تفسیریہ ہے (خفاجی)
سلہ امام احمد نے اپنی سند سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساری زمین اللہ
کی ملک ہے۔ اور تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں۔ پس جس سرزمین میں تجھے بھلائی پہونچے اُس میں اقامت کر
(ابن کثیر) اسی لئے اکثر صحابہ کرام نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہاں اصحمہ نجاشی بادشاہ نے سب کو
آرام سے رکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور باقی اصحاب نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ۱۲

از ہر چہ بمردگی جدا خواہی شد		زاں بہ کہ بزندگی جدا باشی ازو

ہاں جو اچھے عمل کریگا اللہ تعالےٰ اُس کو بعدِ موت بہت ہی آرام کی جگہ میں رکھیگا
جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا جس طرح فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝
الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اور جو لوگ ایمان لائے۔ اور انھوں نے
اچھے کام کئے ضرور ہم اُنھیں جنت کی بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں
بہتی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ عمل کرنیوالوں کا ثواب (کیا ہی) اچھا ہے جنھوں
نے صبر کیا اور وہ اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی اطاعتِ آلٰہی میں مشقتیں
جھیلتے ہیں۔ کافروں کی ایذائیں سہتے ہیں۔ اور ترکِ وطن سے کسی قسم کا خیال نہیں
آتا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہی ہر جگہ آدمی اور چرند و پرند کو رزق پہونچانیوالا
ہے جس طرح ارشاد فرماتا ہے۔ وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ ۖ
وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اور کتنے جانور ایسے ہیں کہ اپنا رزق نہیں اٹھا سکتے۔ اللہ ہی

لنبوئنّهم۔ من بوّأته منزلاً ای انزلته۔ اور دوسری قرارت لنثوینهم ہے۔ من اثویته سکنا اذا انزلته
منزلاً من الثواء و هو المقام۔ دونوں قراءتوں کے معنے قریب قریب ہیں (ابن جریر) غرفا۔ علالی
جمع علیة و اصلها علیوة و معناها القصر (خفاجی) من تحتها۔ ای من تحت اشجارها۔ الذین صبروا
صفتِ عاملین ہے۔ یا خبر مبتدا محذوف ہے۔ وکاین۔ معنی میں کم کے ہے جو تکثیر کے لئے آتا ہے اسکا تفصیلی بیان کتاب نحو میں ہے

لنثوینهم حمزہ وکسائی سا... ثلثہ اور ... باب افعال

وکاین کی ساتھ ... اور ...

انھیں اور تمھیں رزق دیتا ہے اور وہی سننے جاننے والا ہے۔ یعنی وحوش و طیور کو دیکھو کہ آدمیوں کی نسبت کرتے بہت زیادہ ہیں۔ پھر اکثر ان میں سے کل کے لئے ذخیرہ نہیں رکھتے۔ خالی پیٹ صبح کو جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "اگر تمھیں جانوروں کی طرح اللہ پر پورا بھروسہ ہوتا تو اسی طرح تمھیں بھی روزی ملتی"۔ یہ ایک انسان ہی حریص ہے کہ مدتوں کا ذخیرہ جمع کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "رزق کیلئے سعی کرو لیکن معصیت کے ذریعہ سے نہ کماؤ"۔ جب رزق دینے کو اپنی طرف منسوب فرمایا اب اس کے اسباب کا بھی اپنے ید قدرت میں ہونا (جس کے کفار بھی مقر تھے) اس طرح بیان فرماتا ہے۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۖ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اے میرے ایماندار بندو میری زمین کشادہ ہے الخ۔ تاویل اس طرح ہے کہ میری حضرت کی ارض قدس کشادہ ہے اپنے وجود کی قید خانہ سے نکل کر بلاد قات ہویت کی طرف ہجرت کرو۔ اور ہر نفس موت کو اضطراری طور پر چکھنے والا ہے تو تم اس کی پہلے موت اختیاری حاصل کر کے ہماری طرف رجوع کرو تو جنت وصال میں بلند مقام معاینہ نہایت ہوں گے جس کے نیچے سے انہار حکمت جاری ہیں۔ جن لوگوں نے ابتدا میں نفس کی دودھ چھڑائی اس کے خواہشات سے کی تھی اور درمیان میں تقدیر کے پیالے گو کیسے ہی کڑوے ہوں خوشی خوشی سے پیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے نہایت میں روح کو فتوح و فیوض حاصل کرنے کیلئے نذر کر دیا۔ وسخر۔ التسخیر سیاقۃ الی الغرض المختص قہراً۔ فالمسخر ھو المقیض للفعل (مفردات) فانّی۔ الفاء للترتیب او ھی جواب شرط مقدر ای فان صرفھم الھوی والشیطان فانی الخ والاستفہام للانکار والتوبیخ (حقانی) یؤفکون۔ الافک

29-6
29-6

لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ
نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ
بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ اور البتہ (اے نبی) اگر تم ان سے پوچھوگے کہ کس نے آسمانوں کو
اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) سورج اور چاند کو کام میں لگایا تو ضرور وہ کہیں گے
کہ اللہ نے۔ پھر یہ کہاں (حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف) پھرے جاتے ہیں۔ اللہ ہی اپنے
بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے (چاہتا ہے)
تنگ کرتا ہے اس لئے کہ اللہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔ اور البتہ (اے نبی) اگر تم ان سے پوچھوگے
کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے زمین کو بعد اسکی مردگی کے زندہ کیا تو ضرور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کل مصروف عن وجھہ الذی یحق ان یکون علیہ۔ فانی یؤفکون
ای یصرفون عن الحق فی الاعتقاد الی الباطل۔ ومن الصدق فی المقال الی الکذب۔ ومن الجمیل
فی الفعل الی القبیح (مفردات) یقدر لہ۔ ای یضیق فالضمیر فی لہ اما للشخص المعین المبسوط لہ
والمراد ان تعاقب الامرین علیہ بمشیئۃ اللہ واما المبھم غیر معین کان الضمیر وضع موضع من یشاء
(نیشاپوری) یعنے معنی اول تو یہ ہیں کہ ایک ہی شخص پر اس کا رزق کبھی کشادہ فرماتا ہے اور کبھی
تنگ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بعضوں کو غنی کرتا ہے اور بعضوں کو فقیر یعنے جس پر رزق کشادہ
کیا گیا ہے وہ اس کے سوا ہے جس پر کہ رزق تنگ کیا گیا ہے۔ اصل میں ویقدر لمن یشاء ہے۔ اور مقصود یہ ہے
کہ اس ضمیر کا مرجع دوسرا من یشاء ہے جو اس مذکور کے سوا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں عندی درھم و
نصفہ یعنی دوسرے درہم کا نصف۔ یہ صنعت استخدام کے قریب ہے ۱۲۰

کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ بلکہ اکثر ان میں کے نہیں سمجھتے۔ یعنی کافروں سے نہایت ہی تعجب ہے کہ باوجود اللہ تعالے کو اپنا خالق اور رازق جانکر پھر اُسکی طرف متوجہ ہونے سے کس طرح منہ پھراتے ہیں کیونکہ جس کی عظمت ثابت ہوگئی تو اُسکی خدمت ضروری ہوگئی۔ بعد بیانِ تخلیق ذکرِ رزق اور اُسکی فراخی وتنگی کو بیان فرمایا۔ پھر ایک اور دلیل کہ زمین کو بعد خشکی کے ہری بھری کردینا جس کے کافر بھی مقر تھے بیان فرمایا۔ پھر جو بعدِ علم عمل نہ کرے وہ بے عقل ہے اس لئے فرمایا۔ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ جب ان آیات میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ دنیا فانی ہے

لہ یہ کلام مستقل بطور اعتراض ہے۔ یا یہ کہ اپنے ماقبل سے متصل ہے یعنے اپنے رسول سے فرماتا ہے کہ تم حمد کرو کیونکہ تمہیں اللہ تعالے نے تناقض اہلِ شرک سے بچالیا۔ کہ وہ اللہ کی نعمتوں کے معترف ہوکر بتوں کی عبادت کرتے تھے کہ جو کسی طرح نفع وضرر کے مالک نہیں ہیں۔ تو یہ گویا اُس طرح ہوگا جس طرح مبتلی کو دیکھکر حمد کرتے ہیں۔
لہ جو ذوات کا خالق ہو جس طرف خلق سموات وارض سے اشارہ فرمایا۔ پھر کون اُس سے عظمت میں بڑھکر ہوسکتا ہے۔ اور موجدِ صفات بھی وہی ہے جس کا اشارہ تسخیر شمس وقمر سے فرمایا۔ اور اُس کی عظمت کے مقابلہ میں بتوں کی حقارت کو دیکھو کہ جس سے زیادہ کوئی حقیر نہیں۔ کیونکہ وہ جماد ہیں۔ اور جماد کا درجہ حیوان سے کم اور حیوان کا انسان سے کم۔ پھر کافر اشرفِ موجودات کی عبادت چھوڑکر اخسِ مخلوقات کی عبادت میں کس طرح مشغول ہوگئے۔ سے چنانچہ پادشاہ کو دیکھو کہ اپنے علمِ ناقص کے موافق ہر ایک ملازم کی ماہوار مختلف مقرر کرتا ہے پھر جو پادشاہوں کا پادشاہ ہو اور جس کے علم میں ظن وشک کا ہونا محال ہو وہ جو کچھ کریگا بہتر ہی ہے۔ اسی لئے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ فرمایا کیونکہ وہ مرزوقین اور ارزاق اور مقادیرِ حاجات کو جانتا ہے۔ ۱۲

9-64

اور سرور وخوشی کا مقام آخرت ہی ہے اس لئے اُن بے عقلوں کے لئے جو دنیا میں
جانوروں کی طرح زندگی کرتے ہیں۔ دنیا کی مذمت اور آخرت کی مدح بیان فرماتا ہے۔ وَمَا

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا

يَعْلَمُوْنَ ۝ اور یہ زندگی دنیا کی سوائے کھیل اور کود کے کچھ نہیں ہے۔ اور بیشک آخرت کا
مکان البتہ وہی دائمی ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔ یعنی مانع توحید و تقرب یہی حیات
دنیوی ہے۔ کیونکہ ایک طرف متوجہ ہونا دوسری طرف سے باز رکھتا ہے اور حب حیات

هٰذه - اسم الاشارة للتحقير كما فصل في المعاني۔ لهو - اللهو ما يشغل الانسان عما يعنيه و
يهمه يقال لهوت بكذا ولهيت عن كذا اشتغلت عنه بلهو (مفردات) لعب - اصل الكلمة اللعاب
وهو البزاق السائل وقد لعب يلعب لعبا سال لعابه - ولعب فلان اذا كان غير قاصد مقصدا
صحيحا يلعب لعبا - واللعبة ما يلعب به (مفردات) سورہ انعام میں دو جا ہے لعب لہو پر مقدم ہے
اور سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سورہ حدید میں بھی - اور لہو و لعب پر اعراف و عنکبوت میں مقدم ہے پھر ہر ایک کے
مقدم و موخر ہونیکی وجہ بھی تحریر ہے۔ تفسیر ثنائی پوری دیکھو۔ الحیوان - والحیوان مقر الحیاة ویقال
على ضربين - احدهما ماله الحاسة - والثانی ماله البقاء الابدی وهو المذكور ههنا - وقد
نبه بقوله لهی الحیوان ان الحیوان الحقیقی السرمدی الذی لا یفنی - لا ما یبقی مدة ثم یفنی
(مفردات) والحیوان مصدر حیی وقیاسه حییان فقلبت الیاء الثانیة واوا وبه سمی
ما فیه حیاة حیوانا وهو ابلغ من الحیاة لما فی بناء فعلان من الحرکة والاضطراب اللازم
للحیاة ولذلك اختیر علیها ههنا - (خطیب) قال ابن عباس رضی الله عنهما باقیة (ابن جریر)

لے جس طرح لڑکے کھیلنے کے لئے جمع ہو کر ایک گھڑی بھر خوش ہوتے ہیں۔ پھر بغیر نتیجہ کے رنج و ماندگی

دنیوی سے مایوسی ہوتی ہے تو پھر اصل فطرت کی طرف لوٹتے ہیں اور توحید کے قائل ہوتے ہیں جس طرح ارشاد ہے۔ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اس کے لئے دین کو خالص کرنے والے ہیں۔ پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو اسیوقت

وَلِيَتَمَتَّعُوْا [...]ا نون وکی وحمزہ [...]ر کسائی ساتھ سکون [...]ھکے۔ لام امر کا [...]ور یہ بطور تہدید ہے [...]س طرح مخالف سے [...]ہا جاتا ہے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۔ ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ) واپس ہوتے ہیں چنانچہ بعض وقت ایک لڑکا کچھ خراب وخستہ تھے لیکر جیسے وہ بہانے کہتا ہے بیچنے بیٹھتا ہے۔ دوسرا ٹھیکریاں دیکر اُسے خریدتا ہے۔ پھر ہر ایک ثمن اور مبیع کو پھینک دیتا ہے۔ اس سے بڑھ اہل دنیا کا حال ہے۔ کہ شادی کی آرائش و روشنی میں ہزارہا روپے صرف کر دیتے ہیں۔ اور پرسش کا دن سر پر کھڑا ہے۔ لیکفروا بما اٰتینٰھم ولیتمتعوا۔ ھذہ اللام یسمیھا کثیر من اھل العربیۃ لام العاقبۃ لانھم لا یقصدون ذٰلك ولا شك انھا كذلك بالنسبۃ الیھم۔ واما بالنسبۃ الی تقدیر اللہ علیھم ذٰلك وتقییضہ ایاھم لذٰلك فھی لام التعلیل (ابن کثیر) لے محمد بن اسحٰق نے مغازی میں عکرمہ بن ابی جہل سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح کیا تو عکرمہ بھاگ کر کشتی میں سوار ہوئے تاکہ ملک حبش میں چلے جائیں کشتی کچھ دور چلی تھی کہ اسکو تلاطم ہوا اس ناخدا نے پکارا کہ اے لوگو یہ کشتی ڈوبتی نظر آتی ہے سب لوگ خالص اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ یہاں اسی سے نجات ہوتی ہے۔ عکرمہ کہتے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ اگر سمندر میں سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نجات دینے والا نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی سوائے اس کے نجات دینے والا کوئی نہیں ہے الٰہی میں تیری درگاہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر میں اس تلاطم سے پار ہوا تو ضرور جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ دونگا۔ اور ضرور میں انکو رؤف و رحیم پاؤنگا آخر یہی واقع ہوا (ابن کثیر) اخلاص من ہر حال میں باقی ہے اور اخلاص کا فرمضطر ہے ۱۲

یہ شرک کرتے ہیں تاکہ انکار کریں اُس سے کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہو اور تاکہ فائدہ حاصل
کریں۔ پس عنقریب وہ جانیں گے۔ امن کی نعمت کے مقابلہ میں شکر کرنا چاہئے تھا کفر
لیکن کافروں کا اس کے برعکس معاملہ ہے جس طرح فرماتا ہو۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا
29-67 اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝ کیا
اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے[1] حرم کو امن دینے والا بنایا اور لوگ اُن کے آس پاس
سے اُچک لئے جاتے ہیں۔ کیا پھر یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت
سے انکار کرتے ہیں۔ کافروں نے سمندر میں جو نہایت خوف کی جگہ تھی اللہ کو یاد کیا اور
مکہ معظمہ میں جو نہایت امن کی جگہ میں اللہ نے رکھا ہو بتوں کی پرستش کی اور اللہ سے کفر کیا تو
29-68 ان سے بڑھکر ظالم کون ہوگا جس طرح فرماتا ہو۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ اور اُس شخص سے بڑھکر ظالم
کون ہو جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے[2] یا حق کو جھٹلائے جبکہ وہ اسکے پاس آئی۔ کیا کافروں کا مقام جہنم میں

یتخطف الناس۔ ای یقتلون ویسلبون (مفردات) الخطف الاستلاب۔ واختطفه وتخطفه بمعنے (مختار) [1] تاویل حرم قلب ہر طرح سے امن میں ہو۔ اور اسکی اطراف صفات نفس میں تصرف شیطان ہو۔ بالحق۔ ای الرسول او الکتاب۔ الیس۔ استفہام تقریر۔ وحقیقته ان الھمزة ھمزة الانکار دخلت علی النفی فرجع الی معنی التقریر۔ والمعنی اما لھذا الکافر مثوی فی جھنم حتی اجترأ مثل ھذہ الجرأة (خطیب) [2] تاویل جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا کہ مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت و حال ہو اور حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ یا طریقہ صوفیہ کو جھٹلایا تو ان ناشکروں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ۱۲

نہیں ہے۔ بعد دلائل کے ایک آیت جامع بیان کرکے مسلمانوں کو تسلی دیتا ہے۔ اور سورہ کو ختم فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ۧ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے اور بیشک البتہ اللہ نیکی کرنیوالوں کے ساتھ ہے اسمیں جہاد کرنیوالوں کے لئے بشارت ہے خواہ کفار سے ہو یا نفس سے۔ کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی جناب قدس تک پہنچاتا ہے۔ اور اپنی معیت خاص سے نیکوکاروں کو مشرف کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر وہ علم و معارف منکشف فرماتا ہے جو اُس کے علم میں نہیں تھے۔ امام قشیری فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنا ظاہر مجاہدات سے آراستہ کرتے ہیں ہم انکا باطن مشاہدات سے آراستہ کر دیتے ہیں

کس بارِ مشاہدہ نہ چیند ﴿ تا تخمِ مجاہدہ نہ کارد

المحسنین۔ الاحسان یقال علی وجہین احدھما الانعام علی الغیر یقال احسن الی فلان والثانی احسان فی فعلہ وذلک اذا علم علما حسنا او عمل عملا حسنا وعلی ھذا قول امیر المومنین رضی اللہ عنہ الناس ابناء ما یحسنون ای منسوبون الی ما یعلمون وما یعملونہ من الافعال الحسنۃ قولہ تعالی الذی احسن کل شیٔ خلقہ والاحسان اعم من الانعام قال تعالی ان احسنتم احسنتم لانفسکم وقولہ تعالی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان فالاحسان فوق العدل وذالک ان العدل ھو ان یعطی ما علیہ ویاخذ مالہ والاحسان ان یعطی اکثر مما علیہ ویاخذ اقل مالہ فالاحسان زاید علی العدل فتحری العدل واجب وتحری الاحسان ندب وتطوع وعلی ھذا قولہ تعالی ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن وقولہ عزوجل واداء الیہ باحسان ولذلک عظم اللہ تعالی ثواب المحسنین فقال تعالی ان اللہ مع المحسنین (مفردات) [1] من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم۔ ابو نعیم حلیہ میں ۱۲۰

سُوْرَۃُ رُوْمٍ

مکی ہے۔ اس کے حروف (۳۵۳۴) کلمات (۸۱۹) آیات (۶۰) ہیں (نیشاپوری) امام احمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو اس میں سورتِ روم پڑھی"۔ (در)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

0-3 الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

0-4 سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ

ادنی الارض۔ من ارض الشام الی ارض فارس (ابن جریر) غلبهم۔ من اضافة المصدر الی المفعول۔ بضع۔ بالکسر المنقطع من العشرة۔ ویقال ذلك لما بین الثلاث الی العشرة (مفردات) وبضع فی العدد بکسر الباء وبعض العرب یفتحها۔ وهو ما بین الثلاث الی التسع۔ وتقول بضع سنین وبضعة عشر رجلا وبضع عشرة امرأة۔ فاذا جاوزت اللفظ العشر ذهب البضع لا تقول بضع وعشرون (مختار) مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ۔ ای من قبل الغلبة ومن بعدها۔ وبنیا علی الضم لما قطعا عن الاضافة (کبیر) ۱۲

یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ رومی مغلوب ہو کر -

وعد اللہ - مصدر موکد لنفسہ لان ماقبلہ فی معنی الوعد - ای کقولہ لہ علی الف اعترافا (خفاجی) لہ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ "روم نسل عیص بن اسحق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ لوگ بنی اسرائیل کے چچیرے بھائی ہیں اور ان کو بنو الاصفر بھی کہتے ہیں اور یہ لوگ یونان کے دین پر تھے اور یونانی نسل یافث بن نوح علیہ السلام سے جو ترک کے چچیرے بھائی ہیں اور یہ لوگ سبع سیارہ کو پوجتے اور قطب شمالی کی جانب نماز پڑھتے اور انہوں نے شہر دمشق کی بنیاد ڈالی اور اسمیں معبد بنائے اور اسمیں محرابیں جانب شمال بنائیں اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی بعثت کے بعد بھی قریب تین سو برس تک یہ لوگ ستارہ پرستی کے دین پر رہے اور جو شخص ان میں سے جزیرہ اور شام کا مالک ہوتا اوسکو قیصر کہتے تھے پس پہلا قیصر جو دین نصارےٰ میں داخل ہوا وہ قسطنطین بن قسطنطین تھا اور اسکی ماں ایک عورت نصرانیہ تھی جو زمین حران میں سے ہیلانیہ غندقانیہ قوم سے مریم نامی تھی پس اُس نے اپنے بیٹے کو بھی نصرانیت کی جانب مائل کیا اور قسطنطین پہلے فلسفی یونانی دین پر تھا - بعضے لوگ کہتے ہیں کہ قیصر نے اپنی ماں کے کہنے سے تقیہ کے طور پر نصرانیت قبول کی تھی بہر حال قسطنطین کے وقت میں نصرانیوں نے مجتمع ہو کر مناظرہ کیا اور باہم اس قدر منتشر ہوئے اور اختلاف کثیر کیا جو کسی طرح منضبط نہیں ہوتا تھا لیکن اون میں سے تین سو اٹھارہ اسقف متفق ہوئے (کہ مسیح ابن اللہ تھا نعوذ باللہ من ذالک پس قسطنطین نے انھیں کی رائے پر ایک محضر بنا لیا اور باقیوں سے اسی پر دستخط لی تھے کہ جو لوگ عیسٰے علیہ السلام کی نسبت رسول ہونے کے قائل تھے اکثر قتل کیے گئے اور باقی پہاڑوں میں بھاگ گئے) اور ان گمراہوں نے متفق ہو کر قسطنطین کے واسطے ایک کتاب لکھی جس کا نام امانت کبیرہ رکھا اور حقیقت میں وہ خیانت تھی - اور یہ کتاب عقائد کے

بیان روم

ابتداء ضلالت نصاریٰ

بہت ہی نزدیک زمین میں اور وہ (رومی) اپنے مغلوب ہونیکے بعد عنقریب چند سال میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بیان میں تھی اور قسطنطین کے واسطے فیصلہ احکام کے قوانین بنائے اور دینِ توحید
عیسےٰ علیہ علیہ السلام کو تحریف کے ساتھ خوب متغیر کیا اور شریعت میں ہفتہ کا روز جو عبادت کے واسطے مقرر تھا بدلکر بجائے
اوس کے اتوار قرار دیا اور صلیب کی پرستش نکالی اور سور کو حلال کیا اور سال میں بہت سی عیدیں بنائیں جیسے عیدِ
صلیب و عیدِ قداس و عیدِ غطاس و عیدِ شعانین وغیر ذالک اور قسطنطین کو باپ بنایا اور پھر درجہ بدرجہ بطارقہ
ومطارنہ واساقفہ وقساقسہ وشمامسہ درجات مقرر کئے اور رہبانیت کی بدعت پہیلائی اور بادشاہ نے ان کے
واسطے بکثرت کنائس ومعابد بنائی جن کو گرجا گھر کہتے ہیں اور اس کے زمانے میں بارہ ہزار گرجا بنائے گئے اور اُس نے
بیت اللحم کی تین محرابیں بنائیں اور شہر قسطنطینہ کی اوسی کے وقت میں بنیاد ڈالی گئی اس لئے اُسکی طرف منسوب
ہوا اور اُسکی ماں نے قمامہ بنائی ۔ اور یہی فرقہ ملکیہ ہے ۔ یعنے وہ لوگ جو دینِ شاہی پر ہیں پھر ان کے بعد یعقوبیہ
فرقہ جو اتباع یعقوب اسکاف ہیں پھر نسطوریہ فرقہ جو اصحابِ نسطور ہیں ۔ اور وہ بہت سے فرقے ہوگئے جس طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ بہتر فرقے ہیں" الغرض یہ لوگ اسی نصرانیت پر چلے آئے اور
ان میں بارہا مجلسیں ومباحثے قایم ہوے جن میں باہمی مشورت پر تغیر واختلاف بڑہتا گیا اور برابر ایک
قیصر کے بعد دوسرا قیصر ہوتا آیا حتےٰ کہ آخری قیصر کا نام ہرقل ہے اور ہرقل ایک شخص ہوشیار وفنونِ نجوم و
طبیعیات وفلسفہ وغیرہ سے واقف تھا وہ صاحب فہم ورائے تہا اور اس کے ایام سلطنت میں کر ایستر
وشوکت بڑہ گئی تھی پس کسریٰ بادشاہ فارس نے اوس سے حسد ودشمنی کی اور اوسکا نام شاپور
تھا اور اس کے تحت میں تمام بلادِ عجم وعراق ورَے وخراسان وغیرہ تہا اور اوسکی مملکت بہ نسبت
قیصر کے بہت وسیع تھی لیکن حماقتِ فارس اُس کے دماغ میں موجود تھی یعنے مجوسی تھا جو آگ کی
پرستش کرتے ہیں اور سابق میں گذرا کہ اس نے لشکر روم سے لڑائی کے واسطے اپنے نائب کو بھیجا تہا
لیکن مشہور یہ ہے کہ اوس نے بذاتِ خود قتال کیا تہا پس قیصر کو شکست پر شکست دیکر قسطنطنیہ میں

ایجادِ رہبانیت

دینِ نصاریٰ

جنگِ کسریٰ وروم

غالب ہوں گے۔ اللہ ہی کے لئے پہلے اور بعد حکومت ہے (یعنے اس فتح سے پہلے اور بعد)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مدت تک محاصرہ کیا اور نصارے ہرقل کی بہت تعظیم کرتے تھے اور چونکہ قسطنطنیہ نصف خشکی میں اور نصف سمندر میں ہے لہذا کسرے اوسکو فتح نہ کرسکا اور جانب خشکی سے اوسکو رسد و مدد برابر پہونچتی تھی پہر جب محاصرہ کا زمانہ دراز ہوا تو قیصر نے ایک فریب تجویز کرکے کسرے سے کہا کہ میرے ملکوں سے دست بردار ہو اور جو کچھہ مال صلح وہ تجویز کرے میں ادا کرونگا کسرے نے سونے و چاندی و جواہرات وغیرہ اقسام اموال سے اسقدر کثیر شرط کی جس کا دسواں حصہ بھی دونوں سلطنتوں سے ملا کر نہ تھا مگر قیصر نے منظور کرکے ایسا ظاہر کیا کہ وہ اس مال کو ادا کرسکتا ہے اور کسرے اوس کی لالچ میں بہول گیا پہر قیصر نے اوس سے درخواست کی کہ میرے واسطے راہ چہوڑدے تاکہ میں اپنی مملکت میں پہر کر جہاں جہاں خزینہ و دفینہ ہے نکال کر تیرے سامنے پیش کروں پس کسرے نے اوس کا راستہ چہوڑ دیا جب قیصر[۱] نے وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو اپنے اہل مملکت کو جمع کرکے کہا کہ میں نے ایک کام کے واسطے ایک لشکر خاص معین کیا ہے پس اگر میں سال گزرنے سے پہلے واپس آیا تو تم میری بادشاہت بدستور رہیگی اور اگر میں واپس نہ آیا تو تم کو اختیار ہے چاہے میری بیعت پر رہو چاہے اپنے لئے دوسرا بادشاہ مقرر کرو رومیوں نے کہا کہ تو ہمارا بادشاہ ہے خواہ تو یہاں رہے یا کہیں باہر جاے اور خواہ سال بہر میں آے یا دس برس غائب رہے پہر قیصر ایک لشکر متوسط لیکر تنہا قسطنطنیہ سے روانہ ہوا اور کسرے نے بدستور اس مال صلح کے حاصل کرنے کے واسطے قسطنطنیہ کے گرد قیام کیا اور قیصر قسطنطنیہ سے نکلکر تیز روانہ ہوکر ممالک فارس تک پہونچا اور اوس نے ممالک فارس میں قتل وغارت شروع کی اور جو مقابل ہوا اوسکو مار ڈالا اور فارس میں جس قدر فوج تھی اوسکو ایک ایک کرکے شکست دی اور غارت کیا یہانتک کہ قتل و غارت کرتا ہوا کسرے کی دارالسلطنت مدائن تک پہونچا اور وہاں جس نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور چونکہ وہ لوگ اس ناگہانی آفت سے غافل تھے اس لئے قیصر نے اوس کے تمام اموال و جواہرات و خزائن

[۱] قیصر ہر ایک پادشاہ روم کا لقب تہا۔ اسیطرح کسریٰ فارس کے پادشاہ کا اور نجاشی حبش کے پادشاہ کا۔ اور نام ہر ایک کا جدا جدا ہوتا تہا ۱۲

اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے

قیصر کا داو پیچ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ونفائس پر قبضہ پایا اور کسرے کی حریم وزوجات و اولاد سبکو قید کرلیا اور کسرے کا بیٹا ہاتہ آیا تو اوس کا سر مونڈ کر گدھے پر سوار کرکے اوسی کے آدمیوں کے ساتہ نہایت ذلت کی حالت میں کسرے کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ جو کچہہ تو نے مطالبہ کیا تھا وہ یہی ہے جو تیرے سامنے پیش ہوا جب کسرے کے پاس اس حالت سے اوسکا بیٹا پہونچا تو اوس کو اس قدر غم ہوا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا اور اوس نے نہایت خشم وغیظ کے ساتہ شہر قسطنطنیہ پر متواتر حملے کئے اور اوس کے فتح کرنے میں ہر طرح کی کوشش کی مگر ممکن نہ ہوا جب اوس نے دیکہا کہ یہ شہر کسی طرح فتح نہیں ہوتا ہے تو اوسی شدت غم کی حالت میں قیصر کا پیچھا کیا کہ اوس کو گرفتار کرے اور تجویز کیا کہ شام کے دریائے جیحون کے عبور کرنے سے روک کر اوس کو گرفتار کرلوں گا قیصر کو جب یہ خبر ہوی تو اوس نے ایک عجیب ہی حیلہ کیا جو اس سے پہلے سنا نہیں گیا اور اوسکی یہ صورت ہوئی کہ دریائے جیحون میں جہاں سے مشہور اوتار تھا اوسکو چھوڑ کر دوسری جگہ اوتار تجویز کیا پہر اپنا لشکر اور تمام خزائن وقیدیان فارس کو وہاں چھوڑ کر تھوڑا لشکر اپنے ساتہ لیکر جانوروں پر بہت سے بورے جن میں بہوا اور گہانس گوبر بہرا ہوا تھا لاد کر روانہ ہوا اور معمولی اوتار سے ایک دن کی راہ دریا کے چڑہاؤ کی طرف جاکر وہاں یہ بورے دریا میں ڈالے اور کچہہ باہر پھینکدیئے اور اوس پار کے رومیوں کی زبان سے مشہور کرایا کہ قیصر اس مقام سے عبور کر گیا پس کسرے مع لشکر اُسی مقام پر پہونچا اور کشتیوں میں سامان بہر کے پار اوترا حالانکہ قیصر بعد اس حیلہ کے بہت تیز اپنی فوج کے پاس آیا اور فوراً اوس گھاٹ سے اوتر کر غیر معروف راہ سے قسطنطنیہ کو روانہ ہوا اور جب تک کسرے کو خبر پہونچے اور وہ روانہ ہو اوس وقت تک قیصر قسطنطنیہ کے قریب پہونچ گیا اور کسرے اور اوسکی فوج نے ہرچند کوشش کی مگر اُس تک پہونچنے سے عاجز رہے اور قیصر مع اموال اور اون قیدیوں کے قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا اور کسرے مع فوج کے متحیر تھا کہ کیا کرے حالانکہ اوس کا ملک خراب وخزانہ غارت وحریم واولاد قید ہوگئیں آخر کسرے کو اُسوقت سوائے تملق اور صلح کے چارہ نہ تھا۔ لیکن دلوں میں کینوں کی بنیاد مستحکم

اور وہی غالب مہربان ہی - اللہ کا وعدہ - اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے - یعنی رومی مغلوب ہوئے انکی اس زمین میں[1] جو دشمن سے بہت ہی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ہوگئی بعد اس واقعہ کے پھر روم و فارس کے درمیان آذرعات و بصری کے بیچ میں قتال ہوا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و عکرمہ وغیرہ کی روایت میں ہے اور یہ ملک حجاز سے متصل ملک شام کا کنارہ ہی اور اسمیں رومیوں کو غلبہ ہوا اور یہ اول مغلوبی روم سے نو برس کے بعد واقع ہوا اور مجاہد نے فرمایا کہ یہ قتال جزیرۂ موصل میں واقع ہوا اور آیت میں ادنی الارض سے قریب تر زمین فارس کے معنے لیے بہرحال یہ غلبہ بعد نو برس کے ہی اور عرب کی زبان میں بضع کا لفظ بھی تین سے نو تک ہوتا ہے اور یہی ترمذی نے باسناد حسن حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شرط میں بیان فرمایا کہ اے ابوبکر تم نے کیوں کمی کی کیونکہ بضع تو تین اور نو کے درمیان ہے - واضح ہو کہ علماے کثیر مانند ابن عباس و ثوری و سدی وغیرہم نے بیان کیا کہ رومیوں نے فارس پر اوس دن غلبہ پایا جس دن مومنوں نے بدر میں مشرکوں پر غلبہ پایا تھا اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی منصوص ہے کہ جب واقعۂ بدر کا دن ہوا تو اسیدن رومیوں کو فارس پر غلبہ ہوا پس مومنوں کو اُس سے خوشی حاصل ہوئی - اور ایک جماعت علما نے کہا جن میں عکرمہ و زہری و قتادہ ہیں کہ رومیوں کو فارس پر سال حدیبیہ میں غلبہ ہوا یعنے جس سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش سے صلح کی تھی اوسی سال رومیوں نے فارس پر فتح پائی - ۱۲

[1] طیبی نے فرمایا کہ "اقربیت کی نسبت ان کے عدو کی طرف اس لئے کی گئی کہ لفظ ادنی امور نسبیہ سے ہے پس جب ارض عرب مراد نہ لی جاوے تو ضرور ہی کہ دوسری زمین ہو - اور یہاں صرف اُن کے دشمن ہی کی زمین ہے جو فارس ہے - اور اس کے لئے قرینہ قول الم غُلِبَتْ ہی" یا یہ کہ وہ زمین عرب سے بہت نزدیک تھی پس معنے یہ ہوئے کہ تمھاری زمین عرب سے نزدیک مقام پر رومی مغلوب ہوئے - لیکن یہ قول مخالف روایت ہے - چنانچہ ابن حجر نے مفصل طور پر شرح بخاری میں لکھا ہے - ۱۲

نزدیک تھی یعنے زمینِ شام میں جو زمینِ فارس سے قریب تر تھی اور فارسی اپنر غالب
آئے۔ گو اسوقت رومی مغلوب ہو گئے ہیں مگر وہ چند سال بعد اہلِ فارس پر فتح پائیں گے
اللہ ہی کے لئے حکومت ہی پہلے سے یعنی جب فارس کو روم پر غلبہ ہوا تہا۔ اور بعد غالب
ہونے روم کے فارس پر بھی۔ ہر وقت اُسی کی حکومت ہی۔ اور سب کام اُسی کے قبضۂ
قدرت میں ہیں۔ اور جب رومی فارسیوں پر غالب ہوں گے تو مومنین اللہ کی مدد
سے خوش[1] ہوں گے۔ یعنے جس روز کہ روم نے فارس پر فتح پائی اُسی روز مومنین نے
مشرکین پر بدر میں فتح پائی۔ اور وہی غالب ہی یعنے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہی اور کسی کو مجال
نہیں کہ اُس کے عقوبت کو روک سکے۔ اور وہ مہربان ہے اُن پر جو اُسکی مخلوق میں
سے توبہ کرے۔ اللہ نے وعدہ کیا، اور وہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اس کا
جھوٹا ہونا ممتنع ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور ظاہری اسباب میں گرفتار ہو کر خدا
کے افعال کو بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی کس قدر بڑا زبردست معجزہ ہی اور رسالت
کی بڑی مستحکم دلیل ہی افسوس کہ نادانوں نے اپنی جہالت سے نہ سمجھا۔ روایت[2] ہی کہ جس وقت

---

[1] ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ اہلِ فارس و روم کا واقعہ ہے اہلِ فارس روم پر غالب ہوئے تھے پھر (انپر) رومی
غالب ہو گئے اور اسی دن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرکین عرب سے مقابل ہوئے اور آپ کو اللہ نے فتح دی
اور ادہر اہلِ کتاب کو مشرکین عجم پر۔ مسلمان ان دو مددوں سے خوش ہوئے۔ اس آیت یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ
الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ کے یہی معنی ہیں (ابن جریر) [2] ترمذی۔ ۱۲

ترجمان کی پیشین گوئی

یہ آیت اتری اُس وقت اہلِ فارس اہلِ روم پر غالب تھے۔[1] ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ مشرکینِ عرب چاہتے تھے کہ فارس کو روم پر غلبہ ہو کیونکہ فارسی مثل مشرکین بت پرست کے آتش پرست تھے اور مسلمان چاہتے تھے رومیوں کو فارس پر غلبہ ہو کیونکہ رومی بھی اہلِ کتاب تھے حضرت صدیق اکبرؓ نے اس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا کہ عنقریب روم غالب ہو جائیں گے الخ[2] اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ اسی فتح کے متعلق جب حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کے حکم سے[3] دوسرے مرتبہ کافروں سے شرط[4] لگائی تو شروع ساتویں سال رومی غالب ہوے اور یہ خبر پہونچی کہ رومیوں نے غلبہ کرکے دار السلطنت مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے۔ اور شہر رومیہ آباد کیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشرکوں سے مال مشروط لیا اور بہت سے مشرکین اسوقت مسلمان ہوگئے۔[5] عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ دخان ولزام[6] وبطشہ وشق القمر وروم یہ پانچوں امور گذر چکے ہیں۔ ملا[7] ابن الزبیر کلائی نے روایت کی کہ میرے باپ نے فرمایا کہ میں نے سنذرہ

[1] امام احمد وترمذی ونسائی (ابن کثیر) [2] ابن کثیر از ابن ابی حاتم۔ یہ حدیث فقیر نے بطور اختصار نقل کی ہے [3] چونکہ لفظ بضع کا استعمال تین سے نو تک یا دس تک ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ یا چھہ سال میعاد ٹھہرائی تھی تا مسلمانوں کو جلدی سے مسرت وخوشی حاصل ہووے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے لحاظ سے مدت ومال بھی زیادہ فرماکر دوسرے بار شرط لگانے کے لئے حکم فرمایا۔ پھر اسی مدت کے اندر ہی اندر فتح ہوی۔ [4] ابن عباس نے فرمایا کہ یہ شرط لگانا قبل تحریم تھا (ابن جریر) [5] ابن کثیر از بخاری [6] لزام سے مراد یوم بدر ہے (نہایہ) [7] ابن کثیر از ابن ابی حاتم۔ ۱۲

حضرت صدیقؓ کا کفار سے شرط لگانا۔

برس کے اندر پہلے تو فارس کو روم پر غالب دیکھا۔ پھر روم کو فارس پر غالب دیکھا پھر میں نے مومنین کو فارس و روم دونوں پر غالب دیکھ لیا"۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس زبردست پیشگوئی کے سمجھنے میں لوگوں کو نادان ٹھہرایا کیونکہ دینی امور کی سمجھ انھیں نہیں ہے

اب انکی عقل ناقص کا بیان فرماتا ہے۔ یَعۡلَمُوۡنَ ظَاہِرًا مِّنَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَہُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝ ظاہر زندگی کو دنیا کی جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ دنیادار اس قدر معاملاتِ دنیوی میں ہشیار و خبردار ہیں کہ درہم کو ناخن پر رکھ کر پرکھ لیتے اور اُس کا وزن تک پہچان لیتے ہیں۔ اور دین سے استغنا

ن
یعلمون ظاهرا الآیۃ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنے معاشهم متی یغرسون و متی یزرعون و متی یحصدون اخرجه ابن جریر و ابن ابی حاتم (در) لہ ضمیر کا مکرر لانا تاکید کے لئے ہے ۲ ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے اسکی تخریج کی (در) ۳ فقیر کہتا ہے کہ آجکل کے مسلمانانِ شکم پرست کی بھی یہی حالت ہے کہ انگریزی خوب پڑھتے اور سمجھتے ہیں لیکن قرآنِ مجید کے معنے سمجھنا تو درکنار الفاظ تک بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ نکتہ۔ ظاہرًا کی تنکیر میں اسطرف اشارہ ہے کہ دنیا کا علم ظاہری بھی تھوڑا ہی حاصل ہے۔ اور اس کے باطن سے اگر آگاہ ہوتے جو سراسر تکلیفات ہیں تو اس طرح کبھی فریفتہ نہ ہوتے۔ جس طرح سانپ کہ دیکھنے میں مچھلی سے زیادہ خوبصورت ہے۔ لیکن اُس کے زہر سے بھی آگاہ ہونا ضرور ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ؎

هی الدنیا تقول بملأ فیها ۔۔۔ حذار حذار من بطشی و فتکی
فلا یغررکم طول ابتسامی ۔۔۔ فقولی مضحك والفعل مبكی

غافل ہیں کہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے !! ٥

فَطِنٌ بِکُلِّ رَزِیَّۃٍ فِی مَالِہٖ	وَ اِذَا اُصِیبَ بِدِینِہٖ لَمْ یَشْعُرْ

اس غفلت نے ہی انھیں آخرت سے بے خبر کیا ہے ورنہ اسباب یادداشت موجود ہیں جس طرح فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّہِمْ لَکٰفِرُوْنَ ٥ کیا انہوں نے اپنے جی میں فکر نہیں کی (پس جانتے) کہ اللہ نے نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

لہ آدمی اپنی مال کی خرابی سے بہت جلد ہشیار ہوتا ہے۔ اور دین کی خرابی سے آگاہ تک نہیں ہوتا
اولم یتفکروا فی انفسہم۔ یہ تعلق اس طرح ہے جس طرح ظرف کا فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ گویا یوں فرمایا کہ تم فکر کو اپنے قلوب صافی میں کیوں نہیں پیدا کرتے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ اس کا دل میں اعتقاد رکھو حالانکہ اعتقاد دل میں ہی ہوتا ہے یہ مبالغہ ہے۔ یا جس طرح تعلق جار کا فعل کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے تفکر فی الامور۔ تو اس آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ نفس میں فکر کرو جو بہ نسبت دوسرے اشیاء کے تمہارے بہت ہی نزدیک اس میں اللہ نے کیا کیا حکمتیں رکھی ہیں جیسے سے بعض علم تشریح میں مذکور ہیں ٥

وتزعم انک جرم صغیر	وفیک انطوی العالم الاکبر

تو اس فکر سے اسبات کا علم ہوگا کہ حق سبحانہ نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان میں ہے بیکار نہیں پیدا کیا
ما خلق اللہ۔ متعلق اما بالعلم الذی یودی الیہ التفکر او بالقول الذی یترتب علیہ۔ و یدل علی المحذوف قولہ یتفکروا لان المتفکر یعلم و یقول ای الم یتفکروا فیقولوا او فیعلموا (خفاجی و روح المعانی) ۱۲

30-8

30-9

اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے مگر ساتھ سچائی کے اور مدت معین کے۔ اور بیشک
البتہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔ بعد دلیل نفسی کے دلیلِ آفاقی بیان
فرما کے پھر ایک دلیل آفاقی جو سیر پر موقوف ہے اس طرح بیان فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً
وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا
كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ
اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ کیا انہوں نے

عَاقِبَةُ
نافع و مکی و بصری سا
ضم کے اسم کان ہے
اور اسکی خبر منصو
سوائی ہے۔ اور
دوسری قراءت پر
اسکا عکس ۱۲

له یعنی ان کی پیدائش حکمت پر مبنی ہے۔ وَاَثَارُوا۔ ثار الغبار والسحاب ونحوهما يثور ثورا و ثورانا۔ انتشر ساطعا۔ وقد اثرته قال فتثير سحابا۔ يقال اثرت ومنه قوله تعالى واثاروا الارض والثور البقر الذی يثار به الارض۔ فكانه فی الاصل مصدر جعل فی موضع الفاعل نحو ضيف فی معنى ضايف (مفردات) عَمَرُوْهَا۔ قال ابن عباس رضی الله عنهما ملكوا الارض وعمروها وقال مجاهد حرثوها (ابن جرير) ای وعمرها اولئك الذين كانوا قبلهم بفنون العمارات من الزراعة والغرس والبناء وغيرها۔ وقيل ای اقاموا بها يقال عمرت بمكان كذا وعمرته ای اقمت به اَسَآءُوا۔ ای عملوا السيئات السُّوْٓاٰى۔ ای العقوبة السوأى فالموصوف مقدر وهی العقوبة بالنار فانها تانيث الاسوء كالحسنى تانيث الاحسن۔ او مصدر كالبشرى وصف به العقوبة مبالغة كانها نفس السوء وهی مرفوعة على انها اسم كان وخبرها عاقبة۔ وجوزان يكون السوأى مفعولا مطلقا من غير لفظه او مفعولا به له لان اساؤا بمعنى اقترفوا واكتسبوا والسوأى بمعنى الخطيئة لانه صفة او مصدر مؤول بها وهو

زمین میں سیر نہیں کی پس دیکھیں کہ انجام ان لوگوں کا جو اُن کے پہلے تھے کیسا ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مصدر من غیر فعلہ لان مصدرہ الاساءۃ۔ وکون التکذیب عاقبتہم مع انہم لم یخلوا عنہ اما باعتبار استمرارہ او باعتبار انہ عبارۃ عن الطبع۔ یعنی ثم کان عاقبۃ الذین اقترفوا الخطیئۃ ان طبع اللہ علی قلوبہم حتی کذبوا بالآیات واستہزؤا بہا۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ اس آیت کے دو معنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں نے برائی کی تھی اُن کا انجام عذاب ہے۔ اور اسی توجیہ کو ابن جریر نے اختیار کیا۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہ الذین کفروا جزاؤہم العذاب۔ اخرجہ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم (در) اور دوسرے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں نے برائی کی تھی اُن کا انجام اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا ہے یعنی تکذیب آیات آلہی پر اڑے رہے اور اُسی پر مرے۔ اس سے ہم مسلمان گنہگاروں کو بھی عبرت لینی چاہئے۔ کیونکہ گناہوں کا نتیجہ کفر ہوتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں آدمی گناہ کرتا ہے پھر اسپر اصرار کرتا ہے۔ پھر لوگوں کو اسکی طرف بلاتا ہے۔ پھر جو اُس کو بُرا کہے اُن کا ٹھٹھا کرتا ہے۔ اور یہی کفر ہے۔ اور جو فاسق کہ اپنے فسق میں کامل ہیں اُن کی یہی حالت ہے کہ نمازیوں اور حاجیوں اور مولویوں اور مشائخوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اسی معنی کو مولانا روم نے اسطرح منظوم فرمایا ہے ؎

نقض میثاق وشکست توبہا ✿ ✿ موجب لعنت بود در انتہا۔

ان کذبوا۔ وھو بتقدیر اللام ای لان کذبوا وھو تعلیل لسوء عاقبتہم ۱۲ مغلوب ہوئے روم الخ۔ تاویل اہلِ طلب کا حال تغیرِ اوقات سے متغیر ہوتا رہتا ہے پس کبھی فارس نفس رومِ قلب پر غالب ہو جاتا ہے۔ اور عنقریب اللہ کی تائید سے رومِ قلب فارسِ نفس پر چند سال میں جو سلوک کا زمانہ ہے غالب ہو جائیگا۔ اُس دن مومنین (روح وسرِّ وعقل) خوش ہوں گے۔ کیا اُنہوں نے اپنے نفوس کے استعداد میں نہیں فکر کی کہ اللہ تعالےٰ نے نہیں پیدا کیا سمٰوات روحانیہ اور ارض نفسانیہ کو مگر یہ کہ مظہر حق ہووے۔ اور ایک مدتِ معین تک آئنہ قلب کو زنگ اوصافِ ذمیمہ نفسانیہ سے پاک و صاف کرنے میں صبر کرے اور ثابت قدم رہے۔ صفائی قلب و متوجہ الی الحق ہونے کا زمانہ اجلِ مسمّی ہے

وہ اُن سے قوت میں بہت سخت تھی۔ اور اُنہوں نے زمین کو جوتا اور اُسے اس سے زیادہ آباد
کیا جو انہوں (یعنے مکہ والوں) نے اُسے آباد کیا اور اُن کے پیغمبر اُن کے پاس معجزات لائے (لیکن
کافر ایمان نہ لائے تو اللہ نے ہلاک کر دیا) پس اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا ولیکن وہ اپنی ذات پر
ظلم کرتے تھے۔ پھر اُن کا انجام کہ جن لوگوں نے بُرائی کی تھی بہت ہی بُرا ہوا اس لئے کہ
اُنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اُن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔ یہ اہل مکہ کو خطاب ہے کہ
جو تم سے ہر طرح قوت میں اور کھیتی کرنے اور باغ لگانے اور عمارات بنانے میں بڑھے ہوئے تھے
یا یہ کہ تم سے زیادہ انکی عمریں تھیں لیکن اُن سب کو پیغمبروں کی نافرمانی نے ہلاک کر دیا تو تمہیں
اس سے عبرت لینی چاہئے۔ جب کافروں کی عاقبت کا ذکر آیا تو یہ اشارہ اُن کے اعادہ
وحشر کی طرف تھا تو اسی لئے اس دعوے کی دلیل بیان فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اللہ ہی خلق کو پیدا کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ پیدا کریگا پھر تم اسی کی
طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یعنی جیسے وہ پہلی پیدا کرنے پر قادر ہے پھر وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر
ہے۔ اور تم اسی کی جانب پھیرے جاؤ گے۔ تو ہر ایک کو اُس کے عمل کا بدلہ ملیگا جس طرح
فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا انہوں نے زمین بشریت میں سیر سلوک کی واسطے تبدیل اخلاق کے نہیں کی۔ اور جو ان کے پہلے فلاسفہ اور
براہمہ تھے جن کا اعتماد صرف مجرد عقل پر تھا اور شرائع کا اعتبار نہیں کرتے تھے ان کا کیا حال ہوا۔ يُبْلِس۔ قال
ابن عباس ييأس۔ اخرجه ابن ابي حاتم (د د) الابلاس الحزن المعترض من شدة اليأس۔ ولما كان المبلس

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ اور جس دن کہ قیامت قائم ہوگی مجرم نا امید ہو جائیں گے
اور اُن کے لئے اُن کے شریکوں میں سے شفاعت کرنے والے نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کے
منکر ہو جائیں گے۔ پھر جو اُس دن افتراق ہوگا اور اچھے بروں سے علیحدہ ہو جائیں گے
اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ اور جس دن کہ قیامت
قائم ہوگی اُس دن لوگ جدا ہو جائیں گے یعنی نیک و بد علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔ پھر
کیفیت تفرق کو بیان فرماتا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ
يُّحْبَرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ
مُحْضَرُوْنَ ۝ پھر لیکن جو لوگ کہ ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے تو وہ باغ میں سرور
ہوں گے۔ اور لیکن جو لوگ کہ کافر ہوئے اور اُنہوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی
ملاقات کو جھٹلایا تو وہی لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔ یہ ایسی جدائی ہے[1] کہ
پھر جس کے بعد کبھی اجتماع نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک[2] فریق اعلیٰ علیین میں ہوگا دوسرا اسفل السافلین

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کثیرا ما یلزم السکوت و نسی ما یعنیہ۔ قیل ابلس فلان اذا سکت و اذا انقطعت
حجتہ (مفردات)۔ یحبرون۔ ای یفرحون حتی یظہر علیہم حبار نعیمہم۔ الحبر الاثر المستحسن
(مفردات) والحبر بالفتح الحبور و ہو السرور۔ و حبرہ ای سرہ و بابہ نصر و حبرۃ ایضا
بالفتح و منہ قولہ تعالیٰ فہم فی روضۃ یحبرون ای یسرون و ینعمون و یکرمون (مختار)۔
[1] اخرج ابن ابی حاتم عن قتادۃ (در) [2] اخرج ابن ابی حاتم عن الحسن رضی اللہ عنہ
(در) ۱۲۔

میں۔ ایک کو ہر طرح کا ثواب۔ دوسرے کو ہر طرح کا عذاب بعد بیان فریقین ہر حال
میں اپنی تنزیہ کا حکم فرماتا ہے۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ پس پاکی ہے اللہ کی
جس وقت تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو۔ اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں
میں اور زمین میں اور بعد زوال اور جس وقت تم دوپہر میں ہوتے ہو۔ وہ زندہ کو مردے
سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو بعد اس کے مردہ ہو جانیکے زندہ
کرتا ہے۔ اور اسیطرح تم نکالے جاؤگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی ذات مقدس کی
پاکی بیان فرمائی اور اپنے بندوں کو ارشاد فرمایا کہ ان اوقات میں اسکی تسبیح و تحمید کیا کریں۔
رسول[1] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے صبح کو یہ آیات پڑھیں تو دن کا حق
اسنے پورا کرلیا۔ اور جس نے شام کو یہ آیات پڑھیں تو رات کا حق پورا کرلیا۔ ابن عباس[2] رضی اللہ عنہما فرماتے

عشیا۔ العشی من زوال الشمس الی الصباح (مفردات) یخرج الحی من المیت الخ۔ قال ابن عباس یخرج
من الانسان ماء میتا فیخلق منه بشرا فذلك المیت من الحی۔ ویخرج من الحی المیت فیعنی بذلك انه
یخلق من الماء بشرا فذلك الحی من المیت (ابن جریر) حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس کے یہ معنے ہیں
مومن سے کافر اور کافر سے مومن کو پیدا کرتا ہے (ابن جریر) [1] ابوداؤد وطبرانی نے ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے۔ اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے۔ [2] ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن
منذر۔ (در) ۱۲

المیت مکی وبصری وشامی شعبہ ساتھ سکون یا کے
تخرجون حمزہ وکسائی معروف کے اور ابن ذکوان دونوں وجہ سے۔

ہیں کہ یہ آیات اوقاتِ نماز کی جامع ہیں۔ پس تمسون سے مغرب و عشا مراد ہے اور تصبحون
سے نمازِ صبح۔ اور عشی سے نمازِ عصر۔ اور تظہرون سے نمازِ ظہر۔ بعد تسبیح دلائلِ استحقاقِ تسبیح
وتحمید اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ 30-2
تَنْتَشِرُوْنَ ۝ اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمھیں مٹی سے
پیدا کیا پھر یکایک تم بشر ہو کے (اسبابِ معیشت میں) تصرف کرتے ہو۔ جب اللہ تعالےٰ
نے پیدایشِ انسان کا بیان فرمایا اب اُسکی نوع کا توالد سے باقی رہنا بیان فرماتا ہے۔ وَمِنْ 30-2
اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ
ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمھاری جنس ہی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم انکی طرف آرام پاؤ اور
تمھاری درمیان میں الفت اور مہربانی قایم کی۔ بے شک البتہ اسمیں اُن لوگوں کیلئے
نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ یعنی باوجود اختلافِ نسب کے اللہ تعالےٰ نے اُن دونوں میں
محبت دی ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ مرد کو چاہئے کہ اپنی عورت پر الفت و مہربانی کرے۔

تنتشرون۔ ای تتصرفون (ابن جریر) انتشار الناس تصرفهم فی الحاجات (مفردات) من انفسکم
ای من جنسکم کما قال تعالیٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ لتسکنوا الیها۔ یقال سکن الیه
للسکون القلبی ویقال سکن عنده للسکون الجسمانی لان کلمة عند جاءت لظرف المکان
وذلک للاجسام والی للغایة وهی للقلوب (کبیر) ۱۲۔

22 بعد دلائل انفس کے دلائل آفاق بیان فرماتا ہی۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ اور اُسی کی (قدرت
کی) نشانیوں میں سے ہی۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمھاری رنگتوں کا مختلف ہونا
بیشک البتہ اس میں جاننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں یعنی منجملہ دلائل قدرت کی
آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہی چنانچہ صرف اس
ہندوستان میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور رنگوں کا اور حلیوں کا اختلاف
ہے حالانکہ کان ناک آنکھ سب میں ایکساں موجود ہیں۔ لیکن ابتدا ءِ آدم علیہ السلام سے
قیامِ قیامت تک دو شخص بھی ایسے نہ ہوں گے جو ایک دوسرے سے پوری مشابہ ہوں اور
کسی بات میں اختلاف نہ ہو۔ بے شک اسمیں اُسکی قدرت و حکمت کی نشانیاں اہل علم کے
23 لئے ہیں بعد اعراض لازمہ کے اعراض مفارقہ بیان فرماتا ہی۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝
اور اُسی کی (قدرت کی) نشانیوں ہیں سے ہی تمہارا رات میں اور دن میں سونا اور تمھارا اُسکے
فضل کو تلاش کرنا۔ بے شک البتہ اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں
یعنے تم لوگ رات میں سو جاتے ہو اور کبھی دن میں بھی تاکہ راحت[1] و سکون حاصل ہو۔ اور

[1] اسمین اشارہ ظہور امر کی طرف ہی کہ جسے فہم و بصیرت ہو وے تو مجرد سماع ہی کافی ہے مشاہدہ کی ضرورت نہیں اگرچہ
مشاہد بھی ہے [2] طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کی کہ مجکو ایک رات نیند نہیں آئی اور میں بار بار نیند میں

لِّلْعٰلِمِيْنَ سوائے حفص کے باقی قرا ساتھ فتح لام کے یعنی جہان کے لئے۔

رزق کی تلاش کرتے ہو اور رزق عام ہے جسمی خواہ روحی۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں
کہ رات کو مُردوں کی طرح سو جاتے ہیں اور دن کو جانوروں کی طرح حیران و پریشان رہتے ہیں
اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ رات دن کا اختلاف کیوں ہو رہا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اس میں اُن
لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو پند و نصائح آلہی کو بغور سنتے ہیں۔ کیونکہ زبان حال سے رات
اور دن پکار رہے ہیں کہ الرحیل الرحیل یعنے دار غرور سے دار قرار کی طرف سفر کرنا ہے۔ اب
بعض لوازم آفاق بیان فرماتا ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ ۲۴
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ؕ
اور اُسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا
ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اُس (پانی) سے زمین کو بعد اس کے مردہ ہو جانے کے
زندہ کرتا ہے۔ بیشک البتہ اسمیں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔ یعنی بجلی کو
دیکھکر یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید بجلی گرے تو جان و مال کا نقصان ہو جائے اور امید بھی ہوتی ہے کہ

ويُنَزِّلُ مکی و بصری باب افعال سے ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جونک پڑتا تھا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو عرض کیا آپنے ارشاد فرمایا کہ تو سوتے
وقت کہہ کہ اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَأَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَهْدِأْ لَيْلِيْ۔ یعنے
آلہی ستارے ڈوب گئے۔ اور آنکھیں سکون میں ہو گئیں۔ اور تو حی قیوم ہے اے حی قیوم میری رات کو
سکون کے ساتھ کر دے۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہہ دعا مانگی تو وہ بات جاتی رہی
(ابن کثیر) ۱۲

اس سے بارانِ رحمت برسے جس سے زراعت کو فائدہ ہووے پھر لوازم آسمان وزمین
5 یعنے اُن دونوں کے قائم رہنے کو بیان فرماتا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ اور اُسی کی قدرت
کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کا اُس کے حکم سے قائم ہونا ہے۔ پھر جب وہ تمھیں ایکبار
زمین میں سے بلائیگا نا گہاں تم نکل آؤگے۔ یعنے قبروں سے نکل آنے میں کچھ بھی دیر نہوگی
6 کیونکہ سب اُسی کی ملک اور تحتِ تصرف ہیں جس طرح فرماتا ہے۔ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
7 وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ
عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ع اور

اذا دعاکم ۔ الخ پہلا اذا شرطیہ ہے۔ دوسرا فجائیہ قایم مقام فاء جزا کے ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں تعقیب میں مشترک ہیں۔ من الارض۔ دعا سے متعلق ہے نہ تخرجون سے۔ اس لئے کہ مابعد اذا اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا (بیضاوی)
وله المثل الاعلى ۔ قال علی بن طلحة عن ابن عباس كقوله تعالى ليس كمثله شئ ۔ وقال قتادة انه لا اله الا هو ولا رب غيره وقال مثل هذا ابن جرير ۔ وقد انشد بعض المفسرين عند ذكر هذه الآية لبعض اهل المعارف ۔ ۵

اذا سكن الغدير على صفاء ۔۔۔ وجنب ان يحركه النسيم
يرى فيه السماء بلا امتراء ۔۔۔ كذاك الشمس تبدو والنجوم
كذاك قلوب ارباب التجلى ۔۔۔ يرى فى صفوها الله العظيم

یعنے جب تالاب ہوا کے جھونکوں سے ساکن وصاف ہوجاتا ہے تو اس میں بے شبہ آسمان نظر آتا ہے اور آفتاب وستارے بھی نظر آتے ہیں۔ اسیطرح جب ارباب تجلی اور اہل دل کے قلوب خواہشات غیر حق سے پاک وصاف ہوجاتے ہیں

اُسی کا ہی جو کچھہ آسمانوں میں اور زمین میں ہی۔ ہر ایک اُسیکا فرمانبردار ہی۔ اور وہی ہے

جو خلق کو پیدا کرتا ہی پہر اُسے دوبارہ پیدا کریگا اور یہ اُس پر بہت آسان ہی۔ اور اُسی کے لئے

برتر صفت آسمانوں میں اور زمین میں ہی۔ اور وہی غالب حکمت والا ہی۔ یعنی ملک وجن

وانس سب تحتِ تصرفِ آلہی اور اُسی کی مخلوق اور اُسی کی ملک ہیں۔ غیرِ حق کو کسی طرح کی

اس میں شرکت نہیں۔ اور سب اُسی کے فعل کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ اگرچہ بعض اُس کے

حکم کے منقاد وفرمانبردار نہیں ہوتے۔ یعنی ارادہ کے سب مطیع ہیں۔ اور حکمِ عبادت کے

بعض مطیع نہیں ہیں۔ اور وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہی۔ اور پہر بعد موت اسکو لوٹا ئیگا۔ اور

یہ اعادہ اللہ تعالےٰ کے پاس باعتبار مبدا کے بہت ہی سہل[1] ہے۔ ورنہ اُس کی شانِ پاک

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تو آئینۂ قلب میں شانِ آلہی نظر آتی ہی۔ فقیر کہتا ہی کہ ابن کثیر جیسے عالم شخص نے ان اشعار کو اہل معارف سے نقل کیا ہی۔ صوفیوں کو اس سے لطف اُٹھانیکا اچھا موقع ہے ؎

بیا در آئینہ بنگر چہ آئین است چہ آئین ست	صفاتش گو ید از ناظر کہ آں این آن این ست

المثل الاعلی۔ الوصف العجیب الشان۔ لان المثل یستعار لذلك (خفاجی) [1] اور یہ بہت ہی سہل ہے یعنے یہ تفضیل بطور تمثیل بہ نسبت اُن اشیاکے ہے جو آدمی اُس کے کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مادہ اور پُرانے کسی شئے کا اعادہ کرنا بہ نسبت ایجادِ ابتدائی کے آدمیوں پر بہت ہی آسان ہے۔ اور اس سے اُن جاہلوں کی تفہیم مقصود ہی جو منکرِ قیامت ہیں۔ ورنہ تمام ممکنات بہ نسبت قدرتِ آلہی یکساں ہیں۔ تو گویا کہ اس طرح ہے وھواھون علیه بالاضافة الی قدرکم والقیاس علی اصولکم۔ اور ابو عبیدہ اور بہت سے لغوی کہتے ہیں کہ اس جا اہون معنی میں ھیّن کے ہی۔ وقال العوفی عن ابن عباس کل علیه هین وکذا قاله الربیع بن خیثم ومال الیه ابن جریر وذکر علیه شواهد کثیرة (ابن کثیر) ۱۲

سب سے اعلے و برتر ہی اور وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا و لاشریک ہی۔ آسمان میں اور زمین میں مخلوق کی زبان پر اُسکی یکتائی جاری ہی۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکی تفسیر میں فرمایا کہ اسکی مثل کوئی شے نہیں ہی۔ اسی لئے فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ فرما کے ہمیں اپنی ذات کے لئے مثال دینے کی بہی ممانعت فرمادی۔ اور وہ اپنی ذات پاک کے لئے جو چاہی مثال دی جسطرح ایک مثال بیان فرماتا ہی۔ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ اُس نے تمہارے لئے ایک مثال تمہاری جانوں سے بیان کی ہی۔ کہ کیا تمہارے مملوکوں میں سے کوئی اُس چیز میں جو ہم نے تمہیں دی ہی شریک ہیں پہر تم (اور وہ) اُس میں برابر ہو اور اُن سے تم ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ تم اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو۔ اسیطرح اللہ ان لوگوں کے لئے نشانیاں بیان کرتا ہی جو سمجھتے ہیں۔ بلکہ اُن لوگوں نے کہ جنہوں نے ظلم کیا بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی

من انفسکم الخ پہلا من ابتدائی ہی۔ دوسرا تبعیض کے لئے تیسرا مزید تاکید کے لئے جو استفہام کو قائم مقام نفی کے کردیتا ہے۔ (بیضاوی) کخیفتکم انفسکم قال ابو مجلز ان مملوکک لا تخاف ان یقاسمک مالک ولیس له۔ کذلك الله لا شریك له (ابن جریر) له قال الطیبی لما کان ضرب الامثال لادناء المتوهم الی المعقول واراءة المتخیل فی صورة المتحقق ناسب ان تکون الفاصلة لقوم یعقلون۔ ۱۲

پس جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کون ہدایت کرسکتا ہے۔ اور انکا کوئی مددکرنیوالا نہیں ہے
اللہ تعالے نے مشرکوں کے لئے ایک مثال بیان فرمائی کہ کیا تم اپنے لونڈی غلاموں کو اپنے
ملک و مال میں شریک کرتے ہو کہ جو تصرف کرنے میں تم اور وہ برابر رہو۔ اور تم اُسکے
اُس مال کے تصرف کرنے میں ایسا ہی خوف کرتے ہو جیسے اپنے برابر والوں سے خوف کرتے
ہو۔ یعنے ہرگز تم ایسا نہیں کرتے تو جب[1] تم اپنے لونڈی غلاموں کو اپنی ملک میں شریک
نہیں کرتے تو جو مخلوق خدا کے بندے ہیں انھیں اُسکی ملک میں کس طرح شریک کرتے ہو
بعد اثباتِ وحدانیت و بیانِ ضلالتِ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے
کہ ہر کسے را بہر کاری ساختند آپ اپنا کام کیجے۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ
اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ

[1] یعنے میاں اور غلام میں صرف اعتباری فرق ہے کیونکہ آدمی پنے میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالے
اور اُس کی مخلوق میں کسی طرح کی مساوات نہیں۔ پس جب ذاتی مساوات میں صرف فرق اعتباری کی
وجہ سے اپنے مملوک کی شرکت گوارا نہیں کرتے ہو تو حقیقی و اصلی مالک کے ساتھ کسطرح شرک جایز
سمجھتے ہو۔ پس اس سے ثابت ہوگیا کہ شرک محض بے عقلی و جہالت ہے۔ فطرت۔ ای الزموها۔
والفطرة علی ما قال ابن الاثیر الحالة کالجلسة والرکبة من الفطر بمعنی الابتداء و الاختراع
وفسرها الکثیر هنا بقابلیة الحق والتهیؤ لادراکه۔ وقالوا معنی لزومها الجریان علی موجبها و
عدم الاخلال به باتباع الهوی۔ وقال الراغب فطرة الله هی ما رکز فیه من قوته علی معرفة
الایمان۔ ذلک۔ اشارة الی الدین المامور باقامة الوجه له ۱۲۔

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۚ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ

فَرِحُونَ ۝ پس (اے نبی) تم اپنا رخ دین کی طرف کئے رہو۔ اللہ کی اس صنعت (یعنے

دین) پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش کو تبدیل نہیں۔ یہی سیدھا

دین ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (دین کی طرف متوجہ ہو) اسکی طرف رجوع کرنے والے

ہوکر اور اس سے ڈرو اور نماز پڑھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (یعنے) ان لوگوں میں سے

جنہوں نے اللہ کے دین کو پراگندہ کردیا اور گروہ گروہ ہوگئے۔ ہر گروہ اس چیز سے جو

فَارَقُوا
حمزہ و کسائی باب مفاعلہ سے۔ اور معنے یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا ۱۲۔
مضبوط

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ۔ راجعين اليه من اناب اذا رجع مرة بعد اخرى وهو حال من الضمير في الناصب المقدر لفطرة الله اى من فاعل الزموا المقدر او فى اقم اى من فاعل اقم على المعنى اذ المراد به واحد بعينه لان الخطاب له صلى الله عليه وسلم ولامته (خفاجى) مِنَ الَّذِينَ۔ بدل من المشركين۔ شِيَعًا جمع شيعة۔ لہ قرطبی نے کہا اگرچہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن باتفاق اسمیں آپ کے ساتھ آپ کی امت بھی داخل ہے۔ ۲ قال ابن عباس وابراهيم النخعي وسعيد بن جبير ومجاهد وعكرمه وقتادة والضحاك وابن زيد اى لدين الله وقال البخارى قوله لا تبديل لخلق الله لدين الله (ابن كثير) ۳ نہی نفی کی صورت میں ہے۔ یعنے خلق خدا کو (کہ جس دین پر تمہیں اللہ تعالے نے پیدا کیا ہے) نہ بدلو۔ (ابن کثیر) ۴ ۵

تو مرجعی ہمہ را من رجوع با کہ کنم۔		گرم تو در نہ پذیری کجا روم چہ کنم

۵ یہ فطرت توحید کی تاکید ہی یا نماز سے متعلق ہی۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہی کہ بندے اور کفر کے درمیان نماز فارق ہی۔ ۱۲

اُن کے پاس ہیں خوش ہیں۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے روزِ میثاق میں مخلوق سے اپنی توحید کا اقرار لیا اور یہ لوگ اُسی اقرار پر پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پیدا ہونیوالا فطرت یعنے اسلام پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی۔ نصرانی۔ مجوسی بنا لیتے ہیں الخ۔ پھر فرمایا کہ اُن مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ کہ جنہوں نے اپنے دین کو بدل ڈالا اور گروہ گروہ ہو گئے کہ باہم ایک دوسرے کی تکفیر و تذلیل کرتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے کو حق پر سمجھتا ہے اور اسی پر خوش ہے۔ رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلیں گے اور تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ ایک[3] جنتی ہوگا باقی دوزخی ہو جائیں گے۔ اور ایک

امت میں ۷۳ فرقے ہونا

---

[1] امام احمد و بخاری و مسلم و نسائی (ابن کثیر) [2] ابو داؤد وغیرہ [3] یہی فرقہ اہل سنت جماعت ہے لیکن افسوس کہ ان میں بھی پھوٹ شروع ہوئی ہے۔ بعضوں نے یہاں تک تعصب پھیلایا ہے کہ حنفی شافعی کے پیچھے اور شافعی حنفی کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجایز سمجھتے ہیں۔ اور حق بات تو یہ ہے کہ چاروں مذہب والے حق پر ہیں اور ہر ایک کی نماز دوسرے کے پیچھے صحیح ہے۔ اور ان پر فرض ہے کہ باہمی الفت کے ساتھ دین کے رکن اعظم نماز میں متفق ہوں اور اس آیت کی وعید میں داخل نہوں اور جب سب اعتقاد میں متفق ہیں فرعیات کے سبب جماعت میں پھوٹ نہ ڈالیں۔ اور وساوسِ شیطانی سے بچیں۔ اور خصوص ایسے وقت میں کہ جو دین میں رخنہ اندازیاں ہو رہی ہیں۔ اور ہر ایک اپنا نیا عقیدہ تراش رہا ہے **فائدہ**۔ نیچریہ جو اپنے زعم فاسد میں مقتضاے طبع و عادتِ جاریہ کا بدلنا ممکن نہیں جانتے اور معجزات و کرامات کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ کی عادت اکثریہ ہے ضروری نہیں اور لا تبدیل لخلق اللہ کے وہ معنے

حدیث میں ہے کہ تم بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ جو پھوٹ کر نکل گیا وہ آگ میں گیا۔ اور
ایک روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ان فرقوں میں سے کون حق پر ہوگا تو
آپ نے فرمایا وہ کہ جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں۔ جب توحید کو دلیل و
مثال سے بیان فرمایا تو اب یہ بتلاتا ہے کہ توحید امرِ وجدانی ہے اور تمھیں خود تکلیف و بلا میں
اُسکی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ پھر تم عیش و عشرت میں اُس سے انکار کرتے ہو۔

33 آیت ۳۳ تا ۳۵ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ
مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۪ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمْ اَنْزَلْنَا
عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝ اور جب لوگوں کو کچھ ضرر پہنچتا
ہے تو اپنے پروردگار کو اُسکی طرف پھر کر پکارتے ہیں پھر جب وہ اپنی طرف سے انھیں رحمت
(کا مزہ) چکھا دیتا ہے تو ناگہاں ایک گروہ اُن میں سے اپنے پروردگار کے ساتھ شرک کرتے
ہیں۔ تاکہ اُس چیز کی ناشکری کریں جو انھیں ہم نے دی ہے۔ پس (چار دن دنیا میں)
فائدہ اُٹھا لو پھر عنقریب تم جان لوگے۔ کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل اُتاری ہے اور وہ اُسکو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نہیں جو انہوں نے اپنے دل سے تراش کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ اللہ تعالٰی ہم سب
مسلمانوں کو انکے ہر طرح کے شر سے بچائے۔ لہ مسلم وغیرہ ۲ے حاکم اپنی مستدرک میں (ابن کثیر) واذا مس الناس
یعنے ضرر چھو جاتا ہے فرمانے میں اشارہ ہے کہ دنیوی تکلیف کتنی ہی بڑی ہو عذاب آخرت کے مقابلہ میں چھوٹی
ہے۔ ۳ے یہ استفہام انکاری ہے ۱۳۰

بیان کرتی ہے جسے یہ خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں یعنی حالت اضطرار میں تو لوگ وحدہ
لاشریک لہ کو پکارتے ہیں۔ اور حالت اختیار میں غیروں کی پرستش کرتے ہیں۔ آخر میں
ڈرایا کہ تم قریب میں جان لوگے۔ پھر بطور انکار کے فرماتا ہے کہ کوئی دلیل ان کے شرک پر
نہیں ہے صرف اتباع ہوا ہے۔ بعد شرک جلی کے شرک خفی کو بیان فرماتا ہے۔ وَاِذَآ اَذَقْنَا
النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ قنطون
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ و کسائی ساتھ بکسر کے ۱۲
اور جب ہم لوگوں کو مہربانی (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اُس سے خوش ہوجاتے ہیں
اور جب اُنھیں بسبب اُس کے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے کوئی برائی پہنچ جاتی ہے
تو یکایک وہ ناامید ہوجاتے ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جسے چاہتا ہے رزق
کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ بیشک البتہ اس میں نشانیاں ہیں اُس گروہ کے لئے جو
ایمان لاتے ہیں۔ یعنی ہر انسان کی طبعی بات ہے کہ نعمت سے خوش ہونا اور غیروں پر
فخر کرنا لیکن جسے اللہ تعالے بچاے وہی بچتا ہے۔ صرف نعمت سے خوش ہونا اور منعم سے قطع
نظر کرنا مذموم ہے ہاں ملاحظۂ منعم بھی ہو تو محمود ہے۔ بلکہ سرورِ کلی تو منعم ہی سے ہووے۔
مولانا فرماتے ہیں۔ ۵

ف اسنادِ تکلم دلیل کی طرف مجازی ہے۔ جس طرح کہتے ہیں نطقت الحال بکذا۔ یا بحذف مضاف ہے
یعنے ذا سلطانًا جس سے مراد فرشتہ ہے ۱۲

ناخوشِ او خوش بود بر جانِ من	جاں فدائے یار دل رنجانِ من
عاشقم بر رنج خویش و دردِ خویش	بہر خوشنودی شاہِ فردِ خویش

حدیث[۱] ہے کہ مومن کی شان عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام مومن کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے۔ خوشی میں شکر ادا کیا۔ تکلیف میں صبر کیا۔ ہر حال میں اُسے نیکی ملی۔ بعد بیانِ کیفیتِ تعظیم لامر اللہ شفقت علیٰ خلق اللہ کو بیان فرماتا ہے۔ اور یہی ربط ہے کہ جب رزق کی کشادگی اور تنگی اُسی کی ہاتھ میں ہے تو بخل سے مال زیادہ نہیں ہو سکتا پھر انسان کو چاہیے کہ احسان میں توقف نہ کرے۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ

وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

پس (اے نبی) تم قرابت دار کو اُس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو۔ یہ اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو وجہ الٰہی کے طالب ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ یعنے خیرات میں ثواب اُسی وقت ہوگا جب نیت خالص ہوگی۔ اور کمالِ خلوص یہی ہے کہ دیدارِ الٰہی مقصود ہو کیونکہ اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں اور جس صدقہ میں مال کی زیادتی مقصود ہو تو اُس میں کچھ ثواب نہیں جس طرح بیان فرماتا ہے۔ وَمَآ اٰتَيْتُمْ

مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ

۱ صحیح بخاری (ابن کثیر) ۱۲

وَمَآ اٰتَيْتُمْ ابن کثیر بغیرہ یعنی تم کو جو سود دیتے ہیں مزید ہوتے ہیں تو وہ سود خواروں کے مال میں موجب زیادتی و برکت نہیں ہے ۱۲

وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ اور جو کچھ تم ہدیہ دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے
مال میں زیادہ ہو جائے (یعنے وہ اُس سے زیادہ تمھیں دیں) پس وہ اللہ کے پاس
زیادہ نہیں ہوتا ہے اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو وجہ الٰہی کا ارادہ کرکے تو انھیں لوگوں کو دونا
(ثواب) ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ اُس قسم کا ہدیہ ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو
اس نیت سے دیتے ہیں کہ لینے والا اُس سے زیادہ دیوے۔ اگرچہ یہ فعل مباح ہے لیکن
اس میں ثواب نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ خصوصیت اس سے
بھی ممانعت کی گئی تھی۔ عارف کو چاہئے کہ ہر کام میں اُسی کی ذات مقصود ہو و
اور توحید پیشِ نظر رہے کیونکہ اُسی نے اصل وجود اور رزق بھی دیا جس طرح فرماتا ہے
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ 30-40
يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ اللہ ہی ہے جس نے ۱۳
تمھیں پیدا کیا پھر تمھیں رزق دیا پھر تمھیں مار یگا پھر تمھیں جلائیگا۔ کیا تمھارے شریکوں
میں سے کوئی ایسا ہے جو ان (باتوں) میں سے کچھ کر سکے۔ وہ اُس سے جسے یہ (اُس کا)

المضعفون۔ یقول ہم الذین لہم الضعف من الاجر والثواب من قول العرب اضعف القوم مسمنین
معطشین اذا سمنت ابلہم وعطشت (ابن جریر) لہ ابن جریر۔ وقال ابن کثیر ہٰذا فسرہ ابن عباس
ومجاہد والضحاک وقتادہ وعکرمہ ومحمد بن کعب والشعبی قالہ الضحاک واستدل بقولہ
تعالیٰ ولا تمنن تستکثر ای لا تعط العطاء ترید اکثر منہ (ابن کثیر) بعض مفسرین اس آیت سے مطلب لیتے ہیں

شریک بناتے ہیں پاک و برتر ہے۔ جب سب کچھ اُس کے یدِ قدرت میں ہے تو پھر کون اُس کا شریک ہوسکتا ہے۔ اسی فسادِ اعتقاد و اعمال سے تو قحط و طاعون اور ہر طرح کی بلائیں نازل ہوتی ہیں جس طرح فرماتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ خشکی و تری میں فساد ظاہر ہوگیا بسبب اُس کے کہ لوگوں نے کیا تاکہ (اللہ) انھیں کچھ اُس کا (مزہ) چکھائے جو انہوں نے کیا ہے شاید کہ وہ رجوع کریں۔ یعنی بد اعمالی اور شرک کی نحوست سے تمام جہان میں طرح طرح کی خرابی پھیل جاتی ہے

لِنُذِيْقَهُمْ قتیل ساہتہ نون متکلم کے - ۱۲

فی البر والبحر۔ ابن عباس و عکرمہ و ضحاک و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ بر سے جنگل اور بیابان مراد ہیں۔ اور بحر سے شہر اور گانوں۔ اور ابن عباس و عکرمہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ بحر سے ایسے شہر اور گانوں مراد ہیں جو کسی دریا کے کنارے واقع ہوں۔ دوسرے علما نے فرمایا کہ بر سے یہی خشکی اور بحر سے سمندر مراد ہے۔ قولِ اول اظہر ہے (ابن کثیر مختصراً) ابن جریر فرماتے ہیں کہ بہتر یں اقوال یہ ہے کہ بر عرب کے پاس خشکی ہے اور بحر کا مٹی اور کہاری دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ تو اب وہ سب بستیاں آگئیں جو دریا یا سمندر پر بسی ہیں۔ غرض ہر مکانِ بحر و بر میں بسبب معاصی کے فساد پھیل گیا۔ تاویل۔ بر سے نفس مراد ہے اور بحر سے قلب شیخ ابوبکر واسطی نے فرمایا کہ جس کا بحرِ دل مراقبہ ترک کرنے سے خراب ہوجاتا ہے تو اُس کے برِ نفس میں بھی خرابی ظاہر ہوجاتی ہے امام قشیری نے فرمایا کہ برِ نفس کا فساد خطرات میں مرتکب ہونے سے ہے۔ اور بحرِ دل کا فساد بُرے اخلاق کے سبب سے جو رسموں اور عادتوں کی پابندی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حقایق سلمی میں مذکور ہے کہ بر تو علما ظاہر کی زبان ہے۔ اور بحر اہل تحقیق کی زبان۔ فاسد تاویلوں سے علماء ظاہر کی زبان بگڑتی ہے۔ اور باطل دعووں سے عارفوں کی زبان خراب ہوتی ہے۔ [۱] لفظی ترجمہ بوجہ اُس کے کہ جنہیں آدمیوں کے ہاتھوں نے کمایا یعنی لوگوں کے بُرے اعمال کے سبب۔ [۲] کیونکہ پورا بدلہ آخرت میں ہوگا - ۱۲

خشک سالی۔ وبا و طاعون۔ جوش و طوفان سے کشتیوں کا غرق ہونا یہ تھوڑا سا مزہ دنیا میں چکھایا تاکہ غفلت سے بیدار ہو کر شرک اور برے کام چھوڑیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کی طرف رجوع کریں۔ حدیث[1] میں ہے "کہ زمین میں ایک سزا کے حد قایم ہونا اُس ملک والوں کے لئے چالیس دن پانی برسنے سے بہتر ہے" حدیث[2] میں ہے کہ "جب بدکار مرجاتا ہے تو اس سے ملک اور لوگ اور جانور اور درخت آرام پاتے ہیں" اگر ان آفات کے آنے سے انکار ہو تو گذشتہ مشرکوں کا حال دیکھو جس طرح فرماتا ہے۔ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ○ (اے نبی ان سے) کہدو کہ تم زمین میں پھرو پس دیکھو کہ اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو (تم سے) پہلے تھے۔ اکثر ان میں کے مشرک تھے۔ جب آلِ کفار یہ ہوا تو اب مسلمانوں کو دینِ مستقیم کا حکم فرماتا ہے۔ اور خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تاکہ مومن جس سے یہ مکلف ہوا ہے اُسکی فضیلت جانے اس لئے کہ اشرفِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے مامور تھے۔ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ

[1] ابوداؤد۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حد قائم کی گئی تو سب لوگ یا اکثر اس خوف سے مرتکب گناہ نہوں گے اور جب معصیت نہ ہوگی تو رحمت الٰہی سے برکت سماوی و ارضی ظاہر ہوگی۔ اور اسی وجہ سے جب آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ اتریں گے اور شریعت محمدی پر حکم کریں گے تو ہر طرح کی برکتیں ظاہر ہونگیں۔ (ابن کثیر) اور یہ مصنوعی عیسیٰ جو قادیان میں جھوٹا دعوے کر رہا ہے جس سے طاعون وغیرہ ہر طرح کی آفتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ [2] ابن کثیر ۱۲

الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ○ پس (اے نبی) تم اپنے منہ کو سیدھے دین کی طرف قائم رکھو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسکو خدا کی طرف سے روک نہیں ہے اُس دن لوگ متفرق ہو جائیں گے۔ یعنے اللہ تعالے نے اُس روز کا آنا مقرر کر دیا ہے تو وہ لامحالہ آئیگا۔ پھر جب وہ دن آجائیگا تو لوگ دو گروہ ہو جائیں گے چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔ پھر وجہ تفرق کو بیان فرماتا ہے۔ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ جس نے کفر کیا تو اُس کے کفر کا وبال اُسی پر ہے اور جس نے نیک کام کیا تو وہ اپنے لئے آرام گاہ بناتے ہیں تا کہ اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہیں اپنے فضل سے ثواب دے۔ بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ یعنے قیامت میں مومنین کے لئے ہی اللہ کا فضل ہے۔ کافر اس سے محروم ہے۔ ہاں دنیا میں فضل اس لئے عام ہے تا کہ منکر اس کے فضل کا

يَصَّدَّعُوْنَ - من قولهم صدعت الغنم صدعتين اذا فرقتها فرقتين - قال ابن عباس يتفرقون - (ابن جرير) يمهدون - يستعدون و يسوون المضجع ليسلمو من عقاب ربهم كما قال الشاعر ○

امهد لنفسك حان السقم والتلف	ولا تضيعن نفسا مالها خلف

قال مجاهد يسوون المضاجع (ابن جرير) ف ۔ یعنی ربط ہے کہ بعد ظہور فساد کے جو شرک کے سبب سے ہوتا ہے ظہور صلاحیت کا بیان فرماتا ہے ۔ ۱۲۰

مقر ہو کر شکر کرے جس طرح فرماتا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَكُمْ
مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اور
اُسکی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ ہے کہ (مینہ کی)[1] خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے
تاکہ تمھیں اپنی رحمت میں سے کچھ (مزہ) چکھائے اور تاکہ اُس کے[2] حکم سے کشتیاں چلیں اور
تاکہ تم[3] اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم[4] شکر کرو۔ یعنے ان نعمتوں پر اللہ تعالے ہی کا شکر کرو
اور کفر و معاصی چھوڑ دو یہ اصلِ اوّل توحید کے بیان میں تھی۔ پھر اصلِ دوم یعنی نبوت
کی طرف اشارہ فرماتا ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی اور کافروں کی تہدید بھی مقصود
ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ
الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اور بیشک البتہ (اے نبی) ہم نے
تم سے پہلے پیغمبر انکی قوم کی طرف بھیجے تھے تو وہ اُن کے پاس معجزے لائے (تو بعض ایمان
لائے اور بعض منکر ہوئے) پھر ہم نے مجرموں سے بدلا لیا (اور مومنوں کو بچا لیا) اور ایمانداروں کی
مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔ اس سے ایمانداروں کی تعظیم اور انکی رفعِ شان مقصود ہے ورنہ کسی کیلئے کوئی شے اللہ پر لازم نہیں ہے

[1] قال مجاهد بالمطر (ابن جریر) [2] مجرد ہوا کشتی چلانیکے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکم سے جب ہوا اعتدال پر ہوتی ہے تو کشتی چلانے کے قابل ہوتی ہے [3] یہ اس بات پر دال ہے کہ دریائی سفر تجارت کے لئے جائز ہے [4] اسمیں اشارہ ہے کہ نعماتِ الٰہی کا مقابلہ شکر سے واجب ہے۔ اجرموا - اصل الجرم قطع الثمرة عن الشجر۔ واجرم صار ذا جرم نحو اثمر والبن واستعیر ذلک لکل اکتساب مکروہ (مفردات) ۱۲-

پھر اصل ثالث یعنی معاد و حشر کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ 30

سَحَابًا فَیَبۡسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ کَیۡفَ یَشَآءُ وَ یَجۡعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ

خِلٰلِہٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ۝ وَ اِنۡ کَانُوۡا 30

مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ قَبۡلِہٖ لَمُبۡلِسِیۡنَ ۝ فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰہِ کَیۡفَ 30

یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ وَ لَئِنۡ 30

اَرۡسَلۡنَا رِیۡحًا فَرَاَوۡہُ مُصۡفَرًّا لَّظَلُّوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ یَکۡفُرُوۡنَ ۝ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو

بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر (اللہ) اُس کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے جس طرح

چاہتا ہے اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر (اے مخاطب) تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان

الرِّیٰحَ مکی و حمزہ و کسائی

کِسۡفًا ہشام اور ابن ذکوان ساکن سین مکسور

یُنۡزِلَ مکی و ابو عمرو باب افعال سے

آثَر نافع ابو عمرو ...

سحابا جمع سحابۃ (ابن جریر) فیبسطہ۔ اگرچہ مرجع اس ضمیر کا سحاب ہے جو جمع ہے لیکن یہ ضمیر باعتبار لفظ کے ہے نہ باعتبار معنے کے۔ کسفا۔ الکسفۃ قطعۃ من السحاب والقطن ونحو ذلک من الاجسام المتخلخلۃ۔ جمعہا کسف نحو سدرۃ وسدر۔ قال ابو زید کسفت الثوب اکسفہ کسفا اذا قطعتہ (مفردات) الودق۔ قیل مایکون من خلال المطر کانہ غبار وقد یعبر بہ عن المطر (مفردات) فراوہ۔ ای راوا اثر الرحمۃ وھو النبات۔ ومن قراء آثار فالضمیر عائد الی المعنی لان آثار الرحمۃ النبات ایضا واسم النبات یقع علی القلیل والکثیر (نیشاپوری) لہ یعنی ہواؤں نے بادلوں کو سمندر سے اٹھایا (جس طرح اکثر مفسرین کا قول ہے) یا جہاں سے اللہ تعالیٰ نے چاہا بخارات کو اٹھایا اور وہی گاڑھے بادل بن جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ ظاہر میں واسطے ہے لیکن باطن میں فعل الٰہی کا ظہور ہے لہ یہ مجاہد و ابو عمرو و قتادہ سے منقول ہے۔ اور ضحاک وغیرہ نے کہا کہ ٹکڑے باہم ایک دوسرے پر تہ بہ تہ ہو جاتے ہیں۔ اور دوسروں نے کہا کہ کثرت آب سے سیاہ ہو جاتا ہے (ابن کثیر) ۱۲

سے نکلتا ہے پھر جب (خدا) اس مینہ کو اپنے بندوں میں سے جس (کی زمین) پر چاہتا ہے
پہونچا دیتا ہے تو یکایک وہ خوش ہوجاتے ہیں۔ اور بیشک البتہ وہ اس سے پہلے کہ مینہ
اُنپر برسایا جائے قبل[1] اسکے مایوس تھے۔ پس اللہ کی رحمت کے نشانیوں کی طرف
دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو بعد اسکے مردہ ہوجانے کے زندہ کرتا ہے۔ بیشک البتہ وہ (جو
زمین کے زندہ کرنے پر قادر ہے) مردوں کو (بھی) زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز
پر قادر ہے۔ اور البتہ اگر ہم کوئی ہوا (مضر) بھیجتے ہیں پھر وہ کھیتی کو زرد دیکھتے ہیں تو
بیشک وہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ پہلے ثبوت معاد وحشر کے لئے ایک
مقدمہ بیان فرمایا کہ ہم ابر کو پیدا کرتے پھر اس سے پانی برساتے ہیں۔ پھر اس کے ضمن میں
عجز انسان اور اس کے قلت ثبات و توکل کو بیان فرمایا۔ پھر اصل مقصود یعنی احیاء
موتے کو بیان فرمایا۔ پھر تزلزل و تذبذب انسان کو موکد فرمایا اور اُسکی ناشکری سب پر
آشکارا ہے کہ اگر بادسموم سے کبھی کھیتیاں زرد ہوجاتی ہیں تو ساری نعمتیں بھلا کر کافر
ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ بیشک یہ کافر مردہ دل گوش شنوا اور چشم بینا نہیں رکھتے جسطرح فرماتا ہے

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ

[1] قبل کی تکرار تاکید کے لئے ہے یا تاسیس ہے۔ یعنے وہ قبل نزول بارش اس کے محتاج تھے
اور اس کے پہلے بھی وقت پر نزول بارش نہوا تھا۔ پھر مدت تک انتظار رہا پھر بھی نہ برسا۔ پھر بعد
مایوسی یکایک برسنے لگا (ابن کثیر) ۱۲۔

بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ پس (اے نبی) بیشک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چلدیں۔ اور نہ تم اندھوں کو انکی گمراہی سے راہ پر لانے والے ہو۔ تم نہیں سنا سکتے مگر اس شخص کو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے پس وہی ماننے والے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مقتولانِ بدر کو پکارنے لگے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ تو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم اُن سے بڑھکے نہیں سُنتے لیکن وہ جواب نہیں دیسکتے مختصراً جب حضرت عمرؓ نے اس آیت سے نفی سماع موتےٰ پر استدلال کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا رد کر دیا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ان مردوں سے مراد کفار ہیں جسطرح ایک

لہ یہ پھرنے کی قید تاکیدِ حکم اور سنانا محال ہونے کے لئے ہے۔ یعنے وہ بہرا جس کا منہ بات کہنے والے کیطرف ہوتا ہے اگرچہ وہ سنتا نہیں مگر لب و دہاں کی حرکت اور سر ہاتھ کے اشارہ سے کچھ نہ کچھ دریافت کر لیتا ہے لیکن جس بہرے کی پیٹھ بات کرنے والے کی طرف ہو وہ اس قدر دریافت کرنے سے بھی محروم ہے۔ ٢ہ صحیح مسلم از انس بن مالک (در) اس حدیث کو ہم نے بعینہ سورۂ بنی اسرائیل صفحہ ۲۵۴ میں نقل کیا ہے۔ اور وہاں سماع موتے کی بھی بحث کی ہے۔ ٣ہ باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رد کرنے کے پھر منکرین سماع موتےٰ وہی آیت پیش کرتے ہیں۔ خدا و رسولِ خدا سے بھی نہیں ڈرتے ہیں۔ کہ اس کا تصفیہ تو خود سرکارِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے پھر ہم کس منہ سے اس آیت کو اپنی دلیل گردانیں۔ بی بی عائشہؓ سے جو روایت بخاری و مسلم و نسائی میں ہے اُس میں آپ فرماتے ہیں انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہم الان لیعلمون (در) ادراک موتے کے تو آپ بھی قایل ہیں۔ اس کے علاوہ ترمذی

فَهْدِی الْعُمْیِ حمزہ ساتھ صیغہ کے۔ اور عمی ساتھ

اور جاری فرمایا۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ الخ پھر دلائل توحید میں سے ایک دوسری دلیل
نفسی بیان فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً
ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۞ اللہ ہی
ہے جس نے تمہیں (ابتدائے پیدائش میں) ناتوانی کے ساتھ پیدا کیا پھر ناتوانی کے بعد قوت
دی پھر قوت کے بعد ناتوانی اور بڑھاپا کردیا۔ (اللہ) جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ علم و
قدرت والا ہے۔ ضعف و ناتوانی ماں کے پیٹ میں اور لڑکپن میں رہی۔ پھر جوانی میں
قوت عنایت ہوئی۔ پھر قوت کے بعد بڑھاپا آیا ۵

لڑکپن کھیل میں کھویا جوانی نیند بھر سویا	بڑھاپا دیکھ کر رویا نبی جی آسرا تیرا

اب قیامت میں کوئی عذر کام نہیں آتا جس طرح فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۞ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وغیرہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جاکر مخاطب ہونا۔ اور مشکوٰۃ وغیرہ میں بعد دفن سیدنا
عمر رضی اللہ عنہ جسم کو ڈھانپے اپنے حجرے میں جانا مذکور ہے۔ دیکھو اس تفسیر کا صفحہ ۶۸ بیان معراج۔ ابن کثیر لکھتے ہیں
والصحیح عند العلماء روایۃ عبد اللہ بن عمر لما لها من الشواهد علی صحتها من وجوه
کثیرة من اشهر ذلك ما رواه ابن عبد البر مصححا له عن ابن عباس مرفوعا ما من احد يمر بقبر
اخيه المسلم كان يعرفه فی الدنيا فيسلم عليه الا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام انتهى

لَا تَنفَعُ
نافع ہوگی دفع ضرر
وشفاعت سماعت تاکہ۔

وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ

اور جسدن کہ قیامت قایم ہوگی تو مجرم قسم کہائیں گے۔ کہ وہ سوای ایک ساعت کے نہیں ٹھہرے اسی طرح یہ (حق سے) پھیرے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے جنھیں علم وایمان دیا گیا تھا کہا کہ البتہ بیشک تم کتاب الٰہی میں قیامت کے دن تک ٹھہرے پس یہی قیامت کا دن ہے لیکن تم تو جانتے نہ تھے۔ پس جنھوں نے ظلم کیا انکی معذرت اس دن نفع نہ دیگی اور نہ وہ (دنیا کی طرف) لوٹاے جائیں گے۔ کافرونکی جہالت دنیا میں توبت پرستی سے ظاہر ہوی اور آخرت میں بھی طرح طرح کی حماقت سے ظاہر ہوگی منجملہ اس کے یہ ہے کہ جب قیامت قایم ہوگی تو مشرکین قسم کہا کر کہیں گے کہ ہمیں دنیا میں صرف ایک ساعت ٹھہرنا نصیب ہوا تہا اور اس سے

ولاهم يستعتبون - اى ولاهم يرجعون الى الدنيا كما قال تعالى وان يستعتبوا فماهم من المعتبين (ابن كثير) یہ لازم معنی ہیں اور اصلی معنی یہ ہیں کہ استعتب فلان وهو ازالة مالاجله يعتب (مفردات) یعنی استعتاب یہ ہو کہ جس کے سبب سے عتاب ہو اس کا ازالہ کرنا (و) استعتبه (طلب اليه العتبى) او طلب منه - تقول استعتبته فأعتبني اى استرضيته فارضاني واستعتبته فما اعتبني كقولك استقلته فما اقالني والاستعتاب الاستقالة واستعتب فلان اذا طلب ان يعتب اى يرضى والمعتب المرضى وفى الحديث ولا بعد الموت من مستعتب اى استرضاء لان الاعمال بطلت وانقضى زمانها وما بعد الموت دار جزاء لا دار عمل والاستعتاب الرجوع عن الاساءة وطلب الرضا (تاج العروس شرح قاموس) العتب والغضب من باب واحد كما صرح به وتعديها بجلية للغضب فقيل لم يبق لهم طلب عتاب لانه حق عليهم العذاب فلا يطلب منهم ما يزيل الغضب كما فى الدنيا (كشف) اه جس طرح آخرت میں سچ سے برگشتہ ہوکر جھوٹ بولیں گے اسیطرح دنیا میں بھی حشر ونشر سے انکار کرتے تھے۔ ١٢ (فائدہ) جب کسی سے کوئی عہدہ و عدہ کی مدت ٹھہرائی جا

ان کا مقصود یہ ہوگا کہ ان پر حجت الٰہی قایم نہ ہو کیونکہ انھیں ایک دم سے زیادہ مہلت نہیں
ملی۔ اللہ تعالے فرماتا ہے اسی طرح یہ لوگ دنیا میں اللہ تعالے پر شرک کا بہتان باندہتے تھے اور
اہل علم دنیا میں ان کے بہتان کا رد کیا کرتے تھے اسی طرح آخرت میں بھی اُن کا رد کرینگے
کہ تم کتاب اعمال (جو فرشتوں نے لکھی ہے یا لوح محفوظ) میں حکم الٰہی کے موافق زمین میں رہے ہو
اور یہ دن تو قبروں سے اٹھائے جانیکا ہے جس کے تم منکر تھے پس اُس دن نہ کوئی عذر مقبول
ہوگا اور نہ توبہ وغیرہ سے راضی کرنیکا موقع دیا جائیگا۔ کیونکہ قرآن میں کافروں کو ہر طرح سے
58 ڈرایا گیا تہا اور اُن کے لئے عذر کا کوئی موقع باقی نہ رکھا گیا تہا جسطرح فرماتا ہے وَلَقَدْ ضَرَبْنَا
لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ
60 اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ○ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ فَاصْبِرْ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ○ اور ہم نے قرآن میں لوگوں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تو وہ اس مدت کو بہت سمجھتا ہے اور اُس کے لئے جلدی کرتا ہے۔ اور جو کسی سے وعید
کے لئے میعاد مقرر کیجائے تو وہ اس مدت کو تہوڑی سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس مدت میں اور تاخیر ہو وے۔
لیکن جب مجرم کا حشر ہوگا تو سمجھ جائیگا کہ اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس لئے اس کے قبل کے رہنے کی مدت
کو تہوڑی سمجھیگا۔ اور تاخیر حشر اور قبر میں رہنے کو پسند کریگا۔ اور جب مومن کا حشر ہوگا تو وہ اپنا مآل کار جنت
کی طرف سمجھیگا تو اس گذشتہ مدت کو بہت سمجھیگا اور اب تاخیر نہ چاہیگا اس لئے یہ دونوں فریق مختلف ہو جائیں گے
ایک تو کہے گا کہ ہمارے رہنے کی مدت تہوڑی تہی۔ دوسرا کہیگا کہ جو مدت بعث ٹھہرائی گئی تہی وہ تو پوری
ہو چکی اور ہم اسوقت تک صبر کر چکے (کبیر) ولا یستخفنک۔ ای لا یزعجنک ویزیلنک عن اعتقادک

کے لئے ہر قسم کی مثل بیان فرمائی اور اگر (اے نبی) تم ان کے پاس کوئی معجزہ لاؤ تو وہ لوگ

جو کافر ہوے ضرور کہیں گے کہ نہیں ہو تم مگر افترا کرنے والے۔ اسی طرح اللہ اُن لوگوں

کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے جو نہیں جانتے۔ (پس اے نبی) تم صبر کرو اس لئے کہ اللہ کا

وعدہ سچ ہے اور جو لوگ کہ یقین نہیں رکھتے وہ تمھیں سُبک نہ کریں۔ یعنے ہم نے ہر طرح

کی مثال سے بیان حق کو ظاہر کر دیا تا لوگ اسکی پیروی کریں۔ اور اے نبی صلے اللہ

علیہ وسلم اگر تم انھیں کوئی معجزہ دکھاؤ خواہ انکی طلب سے یا بغیر طلب کے تو وہ اس پر

ایمان نہ لائیں گے بلکہ اُلٹے تمھیں پر اور تمھارے صحابہ پر دروغگوئی اور جادو کا الزام

لگائیں گے۔ جس طرح شق القمر وغیرہ کو دیکھکر کہا تہا۔ اسی لئے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ

کفار نادان کے دلوں پر مہر کر دی ہے تو وہ سمجھتے ہی نہیں تو مانیں کیا۔ پس اس وقت میں اے

نبی صلی اللہ علیک وسلم کافروں کی سرکشی وعناد پر صبر کرنا چاہئے اور اللہ کا وعدہ جو تمسے

نصرت وفتح کا ہے دنیا و آخرت میں پورا ہو کر رہیگا۔ جاننا چاہئے کہ صبر کے درجات اسطرح

ہیں (کلمۂ صبر) صبر وہ ہے کہ بلا نازل ہونے کے وقت سکوت ہووے۔ اُسکی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بما یوقنون من الشبہ (مفردات) ای لا یحملنک علی الخفۃ والقلق (نیشا پوری) (واستخفہ ضد استثقلہ) ای راٰہ خفیفا (و) استخف (فلانا عن رأیہ) اذا (حملہ علی الجہل والخفۃ وازالہ عما کان علیہ من الصواب) واما قولہ تعالی ولا یستخفنک الذین لا یوقنون فقال الزجاج معناہ لا یستفزنک ولا یستجہلنک (تاج العروس شرح قاموس) یعنے تمھیں وہ لوگ کہ جنھیں یقین نہیں ہے تمہارے اعتقاد میں شبہات ڈال کر نہ بلٹائیں ۱۲۔

مراتب صبر

دو علامتیں ہیں۔ (۱) بلا نازل کرنے والے کی شکایت نہ کرنا۔ (۲) بلا رہے تک آزردہ نہ ہونا۔ پھر صابروں کے چند مرتبے ہیں۔ **بعض** کا صبر ثواب طلب کرنیکے خیال سے ہے۔ یہ صبر عابدوں کا ہے لیکن یہ صبر علّت والا ہے **بعض** کا صبر قضاء وقدر پر راضی رہنے کے خیال سے ہوتا ہے یہ صبر سالکوں کا ہے جو صبر للہ ہے **بعض** کا صبر فی اللہ ہوتا ہے جو کمالِ محبت کے لحاظ سے فعلِ محبوب کو دیکھتا رہتا ہے تو بلا میں کسی طرح کی مشقت نہیں پاتا بلکہ عذاب میں بھی نعمتونکی لذت حاصل کرتا ہے **بعض** کا صبر علی اللہ ہوتا ہے یعنی اُس بھاری بوجھ اٹھانے پر صبر کرتا ہے جو ضبطِ حواس و تعدادِ انفاس سے ہے تاکہ دوامی تعلق حق سبحانہٗ کی طرف رہے اور ہر شغل ظاہری میں بھی باطن میں مشغول بحق رہتا ہے۔ یہ صبر مریدونکا ہے **بعض** کا صبر مع اللہ ہوتا ہے پس کوئی خطرہ غیرِ حق کا اُس کے دلمیں نہیں آتا۔ بعض شیوخ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال دربانِ دل بنا رہا اور غیرِ حق کے خیال کو نہ آنے دیا۔ یہ صبر عارفونکا ہے۔ **بعض** کا صبر عن اللہ ہوتا ہے۔ کہ بعد ثابت ہونے مقام کُنْتُ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ کے حق سبحانہٗ اُسے خلق کی طرف لوٹاتا ہے تاکہ خود اُسکی تکمیل ہو دوسرونکی تکمیل اُس کے ہاتھ پر ہووے۔ پس حجابِ باریک بیچ اُس بندہ کو گھیرا کرتا ہے تو وہ ہر مقام پر اِس مقام کے لوازم آداب بجالاتا ہے۔ اُس کا صبر اِس مرتبہ میں کمالات الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ اسیکا نام صبر عن اللہ ہے۔ اور سارے مراتبِ صبر میں مشکل تر اور تلخ تر یہی ہے۔ یہ صبر محققوں کا ہے۔

سورہ ۳۱ ع ۲ (۱) ۲۱

سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ

مکی ہے[1] اس کے حروف (۲۱۱۰) اس کے کلمات (۵۴۸) اس کی آیات (۳۰) ہیں۔
براء[2] رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی
نماز پڑھتے تو سورہ لقمان وذاریات میں سے کوئی کوئی آیت یکے بعد دیگرے سنتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ

رَحْمَةً
جزوساۃ ربع کے خبر
خبر ہے معنے اس طرح
کہ یہ کتاب نیکوکاروں
کے لئے ہدایت ورحمت

---

[1] اخرج البیهقی فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال انزلت سورة لقمان بمکة (در)
[2] نسائی وابن ماجه (در) هدًی ورحمةً۔ یہ دونوں آیات سے حال ہیں۔ اور ان دونوں میں
عامل معنی اشارہ ہو (بیضاوی) سورہ بقر میں هدًی للمتقین ہو یہاں رحمۃ کو جب زاید فرمایا تو للمحسنین فرمایا
کیونکہ احسان کا مرتبہ تقویٰ سے اوپر ہو چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا الاحسان ان تعبد اللہ کانك تراہ۔ اسی لئے یہاں یؤمنون بالغیب بھی نہیں فرمایا
تاکہ تکرار کا شبہ نہ ہو کیونکہ باب عقاید میں احسان سے زیادہ کوئی مقام نہیں ہے ۱۲۔

عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں

درحالیکہ نیکی کرنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہیں۔ جو نماز قایم کرتے ہیں اور زکوۃ

دیتے ہیں اور وہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالے نے قرآن کی آیتوں کی تعریف فرمائی اور یہ کہ وہ ہدایت و رحمت ہیں نیکوکاروں کے لئے یا اُن لوگوں کے لئے جو اللہ کی عبادت اسطرح کرتے ہیں گویا اُسے دیکھ رہے ہیں اور نماز جس طرح پڑھنی چاہئے اُس طرح پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ جس سے بدنی پاکیزگی اور مالی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ تو اب اُن کے افعال خالص اللہ کے لئے ہوتے ہیں نہ ریاکاری نہ لوگوں کے جزا اور شکریہ کا خیال۔ یہی لوگ تو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں کہ مکاشفہ اور سیر فی اللہ و عن اللہ حاصل ہے۔ اور یہی لوگ تو اُن کمالات سے کہ جو انسان کے لئے ممکن تھے کامیاب ہو گئے۔ برخلاف اُن کے بعض لوگ ایسے ہیں کہ قرآن کو چھوڑ کر اُن باتوں میں مشغول ہوتے ہیں جو خدا سے غافل کردیں جس طرح فرماتا

ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

ومن الناس۔ بحسب معنی ماقبل پر عطف ہے گویا کہ اس طرح کہا گیا من الناس ھاد مھدی ومنھم ضال مضل۔ یا قصہ کا عطف قصہ پر ہے (خفاجی) ۱۲

یَتَّخِذَھَا ھُزُوًا نافع و مکی و بصری و شامی ساتھ رفع ذال کے قراءت کرتے ہیں یعنی آیات الٰہی کو ہنسی بنایا ہے

عِلْمٍ ۖ وَّیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ

اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا کَاَنَّ فِیْٓ اُذُنَیْہِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْہُ بِعَذَابٍ

اَلِیْمٍ ۝ اور بعض آدمیوں میں سے وہ ہے جو کھیل کی باتیں خریدتا ہے تاکہ بغیر علم کے راہ

الٰہی سے بہکائے۔ اور تاکہ اس (راہِ حق) کو ٹھٹھا بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا

کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس کے روبرو ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو غرور کرتا ہوا

پیٹھ پھیرتا ہے گویا ان (آیات) کو سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کانوں میں گرانی ہے

پس (اے نبی) تم اسے عذاب دردناک کی خوشخبری دو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ گانے والی چھوکریوں کو نہ خرید کرو اور نہ بیچو۔ انکی تجارت میں بہتری نہیں

۔ انکی قیمت حرام ہے اور اسی معاملہ میں آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ نازل ہوئی۔

سلہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے اہانت کی تو قیامت میں انھیں عذاب الیم دیکر اہانت کی جائے گی۔ کیونکہ جزا جنسِ عمل سے ہوتی ہے۔ سلہ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و طبرانی و بیہقی وغیرہم از ابوامامہ (در) ابن کثیر نے اس جیسی حدیث کو ترمذی سے نقل کرکے کہا کہ علی اور ان کے شیخ اور ان کے کل راوی ضعفا ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ "اشتراء کے دو تاویلیں ہیں۔ ایک تو قیمت سے خرید کرنا ہے اور یہی اظہر ہے۔ دوسرے (مجازی) معنے پسند کرنا اور بدل کرنا ہے" لیکن ابن کثیر نے معنی اول کو قیل سے تعبیر کیا ہے

سلہ ابن ابی شیبہ و ابن جریر و حاکم بعد تصحیح اور بیہقی شعب الایمان میں (در) ۱۲

مسعود رضی اللہ عنہ نے قسم کہا کے فرمایا کہ غنا لہو الحدیث ہے"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ غنا اور اُسکی مانند چیزیں لہو الحدیث ہیں"۔ ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ "ہر کلام کہ اللہ کی آیات سے اور اُسکی راہ کی پیروی سے روکے وہ اس میں داخل ہے"۔ فقیر کہتا ہے کہ بعضے لوگ ان جیسی حدیثوں کو دیکھ کر مطلق سماع کا انکار کرتے ہیں اور اُن اللہ والوں پر بھی طعن کرتے ہیں جو اس کے عاشق اور دیدار کے مشتاق ہیں اور سماع اُن کی آتشِ شوق کو بھڑکاتا ہے بلکہ اس سماع سے وہی سماع مراد ہے جس سے فتنہ کا خوف ہو۔ چنانچہ اسی آیت میں لہو الحدیث کے بعد لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مذکور ہے یعنے تا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں بیشک

لہ اضافتِ بیانیہ مثل ثوب خز کے ہے۔ ۲ہ بخاری ادب مفرد میں و ابن جریر و بیہقی اپنی سنن میں۔ (در) ۳ہ یعنے صوفیہ تو جس چیز کو نظر کرتے ہیں اُس میں اُس کے نورِ پاک کو دیکھتے ہیں۔ اور جو آواز سنتے ہیں تو اسکو اُسی سے یا اُس کی طرف سے جانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں راگ اُن کے شوق کو اُبھارتا ہے اور عشق و محبت کو پختہ کرتا ہے اور یہ دل پر چقماق کا کام کرتا ہے۔ اور اُس میں سے اُن مکاشفات و لطائف کو ظاہر کرتا ہے کہ جو احاطۂ وصف سے خارج ہیں۔ ع ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی ۔ اور جس کی حس اُس کے ذوق سے بے بہرہ ہے وہ اُنھیں کیا جانے۔ اور سننے والے کو جو لذت معلوم ہوتی ہے اور اس کا حال دگرگوں ہو جاتا اور رنگ بدل جاتا ہے اُسے دیکھکر تعجب کرتا ہے۔ لیکن اُس کا تعجب ایسا ہے جیسے نامرد لذتِ مباشرت سے تعجب کرے۔ اور جاہل آدمی لذتِ معرفتِ الٰہی اور اُس کے جلال و عظمت اور عجائبِ صنعت کی ادراک سے تعجب کرے الخ (احیاء العلوم) ۱۲

جو سماع ایسا ہو وہ واقع میں حرام ہے۔ مگر ہر ایک سماع ایسا نہیں کہ جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرے تو منصف مزاج کو چاہیے کہ اُن احادیث پر بھی غور کرے جو غنا کی حلّت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لڑکیاں گائیں[1] اور آپ نے منع نہیں فرمایا اسی لئے حضرت سعدی فرماتے ہیں ؎

سماع اے برادر نہ دانم کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

حضرت ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ اگر ہم سماع سے مجمل و مطلق انکار کریں تو ستر صدیق پر انکار ہوگا۔ اگرچہ اسکا انکار زاہدانِ خشک کو اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن ہم اس طرح انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم جو جانتے ہیں اور صحابہ و تابعین سے جو ہم نے سنا ہے

[1] بخاری وغیرہ میں لفظ تغنیاں موجود ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ انصاریوں کی دلہن رخصت کرنے میں حضرت نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ارسلتم معہا من یغنی یعنے دلہن کے ساتھ کسی گانے والی کو بھجوایا۔ بی بی نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ انصار میں غزل کہنے کا شوق ہے۔ کاش کہ اس دلہن کے ہمراہ کوئی اس طرح کہنے والی کو بھجواتے۔

اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ
فَحَیَّانَا وَحَیَّاکُمْ

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ باندی نے عرض کی کہ میں نے نذر کی تھی کہ اگر اللہ تعالے آپ کو اس جہاد سے صحیح سالم لائیگا تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤنگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے نذر کی تھی پوری کر الخ اس سے ظاہر ہے کہ اگر سماع معصیت ہوتا نذر جایز نہ ہوتی۔ ۱۲

سماع چار قسم پر ہے

انھیں نہیں معلوم ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ سماع چار قسم پر ہے (۱) حرام۔ (۲) مباح۔ (۳) مکروہ (۴) مستحب۔ حرام اُن لوگوں کے حق میں ہے جو جوان ہیں اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہے تو سماع[1] اُن کی بُری صفتوں کو ہی جو اُن کے دل پر غالب ہیں حرکت دیگا ع ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ اور مکروہ اُن کے حق میں ہے جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہیں ڈھالتے۔ مگر اکثر اوقات اُسے لہو کے طور پر عادت ٹھیرا لیا ہے۔ اور مباح اُن لوگوں کے حق میں ہے کہ جنھیں سماع سے کوئی بہرہ سواے خوش آوازی سے مزہ پانے کے نہیں ہے۔ اور مستحب اُن کو ہے جن پر[3] خدا تعالےٰ

بعض احکام کا اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہونا

بیان محبت الٰہی

[1] ان جیسی باتوں میں حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہیں مثلاً مسئلہ فقہیہ ہے کہ اگر روزہ دار بوڑھا اپنی بی بی کا بوسہ لیوے تو اُسے جایز ہے۔ اور جوان کو مکروہ۔ اسیطرح سماع ہر شخص کے حق میں جدا حکم رکھتا ہے ۱۲
[2] کیونکہ نغماتِ موزوں اُن کے اندرونی راز کو ظاہر کرتے ہیں خواہ بُرے ہوں یا بھلے۔ اس لئے کہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہے کہ جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اُس میں بھرا ہے۔ اسی طرح راگ بھی دلوں کے حق میں سچی کسوٹی ہے۔ جب اس سے دل کو حرکت ہوگی تو اُسنے وہی باتیں صادر ہونگی جو اُسپر غالب ہیں۔ [3] کیونکہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو پہچانتا ہے اُس سے ضرور ہی محبت کرتا ہے اور جسکی معرفت کامل ہوتی ہے تو وہ محبت میں پختہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی کمالِ محبت کا نام عشق ہے۔ اور جمال ظاہری آنکھ سے معلوم ہوتا ہے اور جمالِ باطنی دل سے۔ اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا میں جتنی خوبیاں اور جمال اور محبوب ہیں وہ سب اُس کی خوبیوں کا پرتو ہوں اور اُس کے آثارِ کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ۔ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم میں شروع پیدایش دنیا سے آخر تک ہے وہ عقل سے خواہ حواسِ ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے معلوم ہوتا ہو اس کے

کی محبت غالب ہو اور سماع اُن کی اچھی صفتوں کو ہی تحریک دیتا ہے جو اُن میں ہیں
ع کفر گیرد کاملے ملت شود ۔ اور اکا برِ ملت فرماتے ہیں کہ راگ جن سے حرام ہو جاتا
ہے وہ پانچ عارض و سبب ہیں اول یہ کہ گانے والی وہ عورت ہو کہ جسکی طرف دیکھنا[1]

(بقیہ صفحہ گذشتہ) خزاینِ قدرت کا ایک ذرہ اور اس کے انوارِ حضرت کا ایک لمعہ ہو بس جب ذاتِ پاک کا یہ وصف ہو اُس کی محبت کیسی نہیں بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ اُسے عشق کہنا بھی خطا ہو یعنے لفظ عشق بھی اس افراط کے مفہوم سے قاصر ہے سبحان اللہ عجب ذاتِ پاک کہ شدت ظہور ہی اُس کے ظہور کا حجاب ہے اور اُس کے نور کی چمک ہی آنکھوں کا پردہ ہے۔ اگر نور کے ستر پردوں میں وہ ذات مستتر نہ ہوتی تو اُس کے چہرے کے انوار اُس کے جمالِ پاک کو دیکھنے والوں کی آنکھیں جلا کر خاک کر دیتے۔ اور اگر اس کا ظہور اُس کے مخفی ہونے کا سبب نہ ہوتا تو عقلیں حیران اور دل پریشان اور قوتیں ابتر اور اعضا منتشر ہو جاتے۔ اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اُس کے ادنےٰ انوارِ تجلی کے سامنے چکنا چور ہو جاتے۔ کیونکہ نورِ آفتاب کی تاب شپر میں کہاں ہو سکتی ہے۔ اب دنیا کی موجودات پر نظر ڈالئے تو کل موجودات اللہ تعالےٰ کی تصنیف اور اُس کا فعل ہیں۔ تو اب مصنوعات میں صانع ہی کے صفات نظر آئیں گے جس طرح خوبیٔ تصنیف سے مصنف کی قدر و بزرگی معلوم ہوتی ہے۔ اب اس عالم کے دیکھنے والے کو خدا کی ہی محبت و معرفت ہو گی اور اس عشق کی یہ تعریف ہو کہ شرکت قبول نہیں کرتا اور اُس کے سوا جتنے عشق ہیں وہ شرکت قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا کے سوا جو محبوب ہے اُس کا نظیر ممکن ہے خواہ وجود میں یا امکان میں۔ مگر اس جمال کا ثانی نہ امکان میں ہو سکتا ہے نہ وجود میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق کہنا مجازی ہو نہ حقیقی۔ [1] وقال صاحب الاصلاح وذهبت طائفة الى التفرقة بين الرجال والنساء فجزموا بتحريمه من النساء الاجانب واجروا الخلاف في غيرهن قال القاضي ابو الطيب

حلال نہ ہو اور اس کا راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم میں لڑکا بے ریشا ہے۔ لیکن لڑکوں کا حال عورتوں کی طرح عام نہیں بلکہ ان کے باب میں فتنہ کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ آلاتِ سماع اچھے نہ ہوں جو میخواروں اور مخنثوں کے شعار ہوں۔ سوم یہ کہ نظم میں خرابی ہو۔ اور شعر میں فحش اور بیہودگی ہو۔ اور عقاید کے خلاف باتیں ہوں تو اس گناہ میں سننے والا اور کہنے والا دونوں شریک ہیں۔ اور اسیطرح وہ اشعار جن میں کسی خاص و معین عورت کا وصف ہو۔ لیکن اشعار تشبیب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) الطبری اذا کان المغنی امرأة لیس بمحرم له فلا یجوز بحال وسواء کانت حرة او مملوکة قال الاصحاب وسواء کانت مکشوفة او من وراء حجاب۔ وقال القرطبی جمهور من اباحه حکوا بتحریمه من الاجنبیات للرجال۔ وقال ابو عبدالله السامری الحنبلی فی کتابه المستوعب۔ الغناء اذا قلنا بهذا اذا کان ممن لا یحرم صوتها کزوجة وامة۔ واما من یحرم کالنساء الاجانب فلا یجوز قولا واحدا۔ وقال القاضی حسین فی تعلیقه اذا کان المغنی امرأة فلا خلاف انه یحرم سماع صوتها (شرح احیاء) لہ چنانچہ بخاری میں ہے لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والمعارف صورته عند البخاری صورة التعلیق۔ ولذلک ضعفه ابن حزم۔ ووصله ابو داود والاسمٰعیلی۔ والمعارف الملاهی قاله الجوهری۔ ولا عبرة بتضعیف ابن حزم بعد ان وصله ابو داود الاسمٰعیلی وکذ البیهقی۔ والبخاری اذا علق شیئا بصیغة الجزم یحتج به۔ ثم ان البخاری علقه عن هشام بن عمار وقد لقیه فیحمل علی السماع۔ فالحکم حینئذ للوصل کما هو معروف فی موضعه (اتحاف السادة المتقین شرح احیاء علوم الدین) ٢ے کیونکہ عورت کا ذکر مردوں کے سامنے جائز نہیں جس سے اس کے بدن یا اعضاء کا حال معلوم ہو ۱۲۰

یعنے ذکرِ خط و خال و رخسار و قد وغیرہ جو شروع قصاید میں معمول ہے صحیح یہ ہے کہ اس کا نظم کرنا اور پڑھنا حرام نہیں۔ اور سننے والے کو چاہئے کہ ان اوصاف کو کسی اجنبی عورت پر نہ ڈالے ورنہ گنہگار ہوگا۔ **چہارم** یہ کہ سننے والے میں خرابی ہو یعنے صفتِ شہوت غالب ہو

لہ اور اگر ڈالے تو اپنی منکوحہ یا مملوکہ پر جو اس کے لئے حلال ہو۔ لیکن ایسے شخص کو راگ سننا ہی نہ چاہئے اس لئے کہ جس شخص پر جس کا عشق غالب ہوتا ہے وہ جو کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈال لیتا ہے۔ خواہ لفظ مناسب ہو یا نہو۔ کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جسے استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر نہ ڈال سکیں مثلاً جس کے دل پر عشقِ الٰہی غالب ہوتا ہے وہ زلفوں کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نورِ ایمان۔ اور وصال کے ذکر سے دیدارِ الٰہی۔ اور فراق کے مضمون سے اسکی حجاب سے مردود ہونا۔ اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوایق و آفات جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ انس دائمی میں خلل انداز ہیں سمجھ لیتا ہے۔ کیونکہ جو باتیں جس کے دل پر غالب ہیں وہ لفظوں کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ میں آتی ہیں۔ چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار میں گذرے اور کسی کو کہتے سنا کہ خیار (یعنے کھیرا) پیسے کے دس۔ اُسیوقت انھیں وجد آگیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب خیار پیسے کے دس ہیں تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔ یعنے خیار جو معنے میں کھیرے کے تھے اُسے فوراً جمع خیر معنی میں بہتر کے سمجھ لیا۔ اور کسی کو کہتے سنا سعتر بری۔ تو انھیں وجد آگیا۔ لوگوں نے سبب وجد پوچھا۔ فرمایا کہ گویا میں نے یوں سمجھا اسع تر بری یعنے تو کوشش کر تو میرا سلوک دیکھیگا۔ اور کبھی عجمی جو عربی زبان نہیں سمجھتا ہے۔ عرب کے اشعار سنکر وجد کرتا ہے۔ اس لئے کہ عربی کے بعض کلمات عجمی الفاظ کے جیسے ہوتے ہیں اس لئے اُن سے اور معنے سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑھا ع وما زارنی فے اللیل الا خیاله۔ کسی نے سبب وجد پوچھا۔ فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ مازاریم۔ یعنے لفظ زار فارسی میں نحیف و قریب مرگ کو کہتے ہیں اور مانا فیہ کو فارسی کی ضمیر جمع متکلم سمجھکر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ ہم سب آمادہ ہلاک ہیں اور اسوقت اُن کے دل میں اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا۔ اور جو شخص نفس

اور عین بہارِ جوانی میں ہو تو اُسے راگ سننا حرام ہی خواہ اُس کے دل پر کسی معین شخص
کی محبت غالب ہو یا نہ ہو کیونکہ وہ کسی حال میں ہو جب وصفِ زلف و رخسار و حالِ
فراق و وصال سنیگا تو اُسکی شہوت جنبش کرے گی اور ان الفاظ کو کسی اجنبی عورت
کی صورت پر ڈالیگا جسے شیطان اُس کے دل میں پھونک دیگا اور اسبابِ شر مہیا
ہو جائیں گے۔ اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکرِ الٰہی ہے اور شیطان
سے بچاتی ہی شکست دینا ہی تو ایسے آدمی کو چاہئے کہ مجلسِ سماع سے نکل جاے ورنہ اُسے
سماع سے بڑا ضرر پہونچیگا اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہیں جن پر لشکرِ شیطان[۱] غالب ہو رہا ہی
تو اس قسم کے لوگوں کے حق میں راگ ایسا ہی ہے کہ گو شیطانی لشکر کے ہتیار تیز کر دینا
ہی پنجم یہ کہ سننے والا عام[۲] لوگوں میں سے ہو نہ محبتِ حق غالب او رنہ اسیرِ شہوت کا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) محبتِ الٰہی میں جل رہا ہی اُسکا وجد اُسکی سمجھ کے موافق ہی اور اُسکی سمجھ اُس کے خیال کے موافق
اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ اس کا تخیل شاعر کی مراد کے موافق ہو وے یا شعر کی زبان سمجھے۔ اسطرح کا وجد حق اور درست
ہی۔ اور جیسے ہلاکِ آخرت کا خوف ہوتا ہی تو اُس سے کچھ کیفیت نہ ہو جاوے وہ تھوڑی ہی عقل کا مختل اور اعضا کا
مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہی غرضکہ حقانی وجد والوں کے لئے الفاظِ تشبیہ بدلنی نہیں کچھ بڑا فائدہ
نہیں وہ تو جس زبان کا لفظ سنیں گے اُس سے اپنا ہی مطلب نکال لیں گے ۵

کسانیکہ یزداں پرستی کنند ۔	بآوازِ دولاب مستی کنند ۔

[۱] دلمیں لشکرِ شیطان یعنی شہوات اور اللہ تعالیٰ کے لشکر یعنی نورِ عقل میں ہمیشہ لڑائی رہتی ہی بجز اُس دل کے کہ جسمیں ایک لشکر
کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ اُس میں جنگ موقوف ہو جاتی ہی۔ [۲] قاضی حسین نے اپنی

غلبہ تو ایسے شخص کے حق میں سماع مثل اور مباح لذتوں کے ہے۔ لیکن اگر عامی شخص سماع کو اپنی عادت بنالیگا اور اپنی اکثر اوقات اُسی میں صرف کریگا تو بھی احمق ہے جسکی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ غرض سماع کے مسئلہ میں نہایت اختلاف ہے۔ بلکہ اسقدر اختلاف کسی اور مسئلہ میں نہیں ہے خلاصۂ اقوال یہ ہے کہ اس میں چار فرقے ہیں ایک فرقہ تو مستحسن سمجھتا ہے۔ دوسرا مباح کہتا ہے تیسرا مکروہ جانتا ہے چوتھا حرام بتلاتا ہے۔ پھران چار

سامعین تین قسم کے ہیں

(بقیہ گذشتہ) تعلیق میں کہا کہ سماع میں لوگوں کے تین قسم ہیں (۱) عوام (۲) زہاد (۳) عارفین۔ عوام کو بسبب بقاءِ نفوس کے حرام ہے۔ زاہدوں کو بسبب مجاہدات کے مباح ہے۔ اور ہمارے اصحاب کو بسبب حیاتِ قلوب کے مستحب ہے (شرح احیا) لہ اور جس صورت میں کہ کھیل سے لذت مقصود ہو تو مباح اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دل کو آرام دینا اور بعض اوقات دل کو راحت پہونچانا ہے اُسکا علاج ہوتا ہے تاکہ تھوڑی سی لذت اٹھاکر باقی اوقات دنیوی کاموں یعنی تجارت وغیرہ میں یا دین کے کاموں نماز و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو۔ اور بہت سی محنت میں تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہئے جیسے رخسار پر تل کہ ہر چند کالا ہے مگر اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر رخسار پر بہت سے تل ہوجائیں کہ تل ہی تل رہ جاویں کھلنے کی جگہ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ رخسار نہایت بدصورت ہوجاے گا۔ اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی ہوجاے گی۔ شارح احیاء فرماتے ہیں کہ یہ اس قول کی طرف اشارہ ہے جو کہتے ہیں کہ بہت غنا جایز نہیں اور تھوڑا جایز ہے۔ رافعی نے اسی طرح ایک روایت مذہب امام شافعی سے نقل کی ہے۔ اور قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا قال الشافعی فی الکبیر اذا کان الرجل یغنی علی الادوار فھو سفیہ۔ اما اذا کان یغنی احیانا وحدہ او مع صدیق لہ استئناسا فلا ترد شہادتہ الخ۔ لیکن ادفوی نے امتاع میں اسکو بھی جایز کیا۔ دیکھو شرح احیاء ۱۲۔

فرقوں میں بھی دو طرح کی تقسیم ہے۔ بعض نے تو مطلق قول کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے کسی شرط سے مقید کیا ہے۔ شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں اباحت سماع کو ایک جماعت سلف سے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحابہ سے عبداللہ بن جعفر وعبداللہ بن الزبیر ومعاویہ ومغیرہ بن شعبہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے سنا ہے اور

ثبوت سماع از صحابہ رضی اللہ عنہم

ـٰه قال الشیخ کمال الدین ابوالفضل جعفر بن ثعلب الادفوی فی الامتاع واما عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما فسماع الغناء عنہ مشہور مستفیض عنہ۔ نقلہ عنہ کل من امعن فی المسئلۃ من الفقہاء والحفاظ واہل التاریخ الاثبات۔ وقال ابن عبدالبر فی الاستیعاب انہ کان لا یری بالغناء باسًا۔ وقال الاستاذ ابو منصور البغدادی فی مؤلفہ فی السماع کان عبداللہ بن جعفر مع کبر شانہ یصوغ الالحان لجواریہ ویسمعہا منہن علی اوتارہ ـٰه روی الشیخ تقی الدین بن دقیق العید فی کتابہ اقتناص السوانح بسندہ عن وہب بن سنان قال سمعت عبداللہ بن الزبیر یترنم بالغناء۔ وقال عبداللہ فما سمعت رجلا من المہاجرین الا وہو یترنم۔ وقال امام الحرمین وابن ابی الدم ان الاثبات من اہل التواریخ نقلوا انہ کان لعبداللہ بن الزبیر جوار عوادات وان ابن عمر دخل علیہ فرای العود۔ فقال ما ہذا یا صاحب رسول اللہ فناولہ لہ فتاملہ ابن عمر۔ قال ہذا میزان شامی۔ فقال ابن الزبیر توزن بہ العقول۔ (امتاع) ـٰه روی ابن قتیبۃ بسندہ ان معاویۃ سمع عند ابنہ یزید بالغناء علی العود فطرب لذالک وذکر حکایۃ مطولۃ۔ وسما ایضا المبرد فی الکامل وقال ابن قتیبۃ فی کتاب الرخصۃ ان معاویۃ سمع الغناء علی العود عند عبداللہ بن جعفر۔ فحرک معاویۃ رجلہ۔ فقال عبداللہ حرکت رجلک فقال ان الکریم طروب وحکی الماوردی فی الحاوی نحوہ ـٰه حکی سماعہ الشیخ تاج الدین الفزاری وغیرہ۔ ـٰه منہم امیرالمؤمنین عمر بن خطاب نقلہ ابن عبدالبر وابن طاہر فی صفوۃ التصوف ومنہم عثمان بن عفان نقل الماوردی فی الحاوی وصاحب البیان وغیرہما

تابعیوں[1] نے بھی۔ اور ہمیشہ حجاز کے لوگ ہمارے پاس مکہ میں ایامِ تشریق میں جس میں اللہ نے ذکر کا حکم فرمایا ہے سنا کرتے تھے اور مدینہ والے بھی ہمارے زمانہ تک سنتے ہیں الخ ائمہ اربعہ[2] سے بھی صوفیہ نے جوازِ غنا[3] کی روایتیں نقل کی ہیں لیکن فقہا[4] نے حرمت کی

(بقیہ گذشتہ) انه كانت له جاريتان تغنيان له فاذا كان وقت السحر قال لهما امسكا فان هذا وقت الاستغفار ومنهم عبد الرحمن بن عوف رواه ابوبكر بن ابی شيبه وابن عبد البر والمبرد والزبير بن بكار وغيرهم ومنهم ابو عبيدة بن الجراح رواه البيهقی ومنهم سعد بن ابی وقاص رواه ابن قتيبه فی كتاب الرخصة ومنهم ابو مسعود البدری رواه البيهقی ومنهم بلال المؤذن رواه البيهقی ايضا ومنهم عبد الله بن الارقم رواه ابن عبد البر ومنهم اسامه بن زيد رواه البيهقی وابن عبد البر ومنهم حمزة بن عبد المطلب وقصته فی الصحيحين ومنهم عبد الله بن عمر رواه ابن طاهر وابن حزم و ابن ابی الدم ومنهم البراء بن مالك رواه ابو نعيم الحافظ وابن دقيق العيد ومنهم عمرو بن العاص رواه ابن قتيبه وقد تقدم ومنهم النعمان بن بشير رواه صاحب الاغانی وصاحب العقد و شارح المقنع ومنهم حسان بن ثابت رواه صاحب الاغانی ومنهم خوات بن جبير ورباح بن المغترف رواهما البيهقی ومنهم عبيد الله بن عمر رواه الزبير بن بكار فی الموفقيات ومنهم عائشة الصديقة وردت احاديث كثيرة فی سماعها۔ (شرح احياء) [1] دیکھو شرح احیاء العلوم۔ [2] دیکھو شرح احیاء العلوم [3] بکسرِ اول و مد یعنی آخر میں ہمزہ بمعنی نغمہ راگ۔ سرود خوانی یعنی راگ گانا (غیاث) والغناء ككساء من الصوت ما طرب به (قاموس) وفی الصحاح الغناء بالكسر من السماع وفی النهاية هو رفع الصوت وموالاته (تاج) وفی الاصطلاح رفع الصوت المتوالی بالشعر وغيره على الترتيب المرعی الخاص فی الموسيقی (شرح احياء) اصطلاح میں راگ آواز کو بلند و دراز و کوتاہ کرنا موافق قواعدِ مقررہ علمِ موسیقی کے ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ راگ آوازِ خوش کا سننا ہے۔ وہ دو قسم ہے۔ ایک وہ کہ سمجھ میں آئے جیسے اشعار اور ایک وہ کہ سمجھ میں نہ آئے جیسے جمادات و حیوانات کی آوازیں۔ پھر موزوں آواز بلحاظ

روایتیں نقل کی ہیں، اور بہت ہی تشدد کیا ہے۔ چونکہ دونوں کی نیت بخیر ہے اسلئے دونوں ماجور ہوں گے۔ پہلا حکم خاص لوگوں کے لئے ہے جن کا نفس مطمئنہ ہے دوسرا حکم عوام لوگوں کے لئے ہے جن کا نفس امارہ ہے۔ احادیث بھی اسی لحاظ سے جواز[1]

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اپنے مخارج کے تین ہیں (۱) وہ کہ جماد سے نکلیں جیسے مزامیر (بانسریاں) اوتاروں کی آوازیں اور لکڑی کی گت اور ڈہولکی کی آواز (۲) وہ کہ انسان کے گلے سے نکلیں (۳) وہ کہ حیوانوں کے گلے سے نکلیں جیسے بلبلوں اور قمریوں کی آواز اور آوازوں میں اصل حیوانات کے گلے ہیں کہ مزامیر کو انہیں کے مشابہ بنایا ہے۔ تاکہ صنعت خلقت سے مشابہ ہو جاوے۔ اول مبدأ فیاض نے تمام صنعتوں کو اختراع کیا پھر اس سے کاریگروں نے سیکھ کر خالق کی پیروی کی۔ حاصل یہ کہ ان آوازوں کا سننا حرام نہیں کیونکہ کسیکا مذہب نہیں کہ بلبل وغیرہ کی آواز سننی حرام ہے اور جماد و حیوان میں کچھ فرق ہے کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد کی نا درست۔ ہاں جن باجوں سے شرع نے منع کیا ہے وہ اس سے مستثنے ہیں الخ۔ دیکھو کتب فقہ جن میں حرمت غناء آلات صراحت سے ہے۔ لیکن شارح درمختار علامہ شامی نے لکھا کہ ان آلات لہو کی حرمت لعینہ نہیں بلکہ لغیرہ ہے چنانچہ صاحب درمختار کا یہ قول کہ ضرب نوبت تفاخر کے لئے جائز نہیں اور اگر تنبیہ کے لئے ہو تو لا باس بہ ہے" لکھ کر لکھتے ہیں اقول وھذا یفید ان آلۃ اللھو لیست محرمۃ لعینھا بل لقصد اللھو منھا اما من سامعھا اومن المشتغل بھا وبہ تشعر الاضافۃ الا تری ان ضرب تلک الالۃ بعینھا حل تارۃ وحرم اخری باختلاف النیۃ والامور بمقاصدھا وفیہ دلیل لساداتنا الصوفیۃ الذی یقصدون بسماعھا امورا ھم اعلم بھا فلا یبادر المعترض بالانکار کے لا یحرم برکتھم فانھم السادۃ الاخیار امدنا اللہ تعالی بامدا داتھم واعاد علینا من صالح دعواتھم وبرکاتھم (الجلد الخامس من ردالمحتار صفحہ ۲۴۳)

[1] جیسطرح غنا ہی سے دور رہنے اور اس کے ساتھ کہا ہین باختلاف اشخاص مختلف احادیث ہیں۔ ۱۲

غنا اور اس کے حرمت میں آئی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سماع کے وقت کا اعتبار کر کے

لہ رسالۂ سماع سے منقول ہے جس کے مصنف عارف باللہ ہمارے شیخ الشیوخ مولانا مولوی حافظ قاری
حضرت میر شجاع الدین حسین برہانپوری مکی قدس سرہ ہیں۔ اور آپ کے جد امجد قاضی میر محمد ابراہیم صاحب
قدس سرہ مواطن عشقیہ میں کہ ترجمہ اربعین مواطن کا جو تصنیف سے حضرت عبد الکریم جیلی قدس سرہ
کے ہے اسطرح تحریر فرماتے ہیں اگرچہ اس سے قبل ان کلمات کا اردو ترجمہ کر کے لکھا گیا لیکن یہاں اصل
ترجمہ ہی نقل کیا گیا اس لئے کہ بیان سماع سابق میں اردو میں بیان ہو چکا ہے۔ وہو ہذا۔ کلمہ سماع تلقی از
حق بحق بود بر طریق استماع و آں ذکر خفی باشد و مردم در سماع سہ قسم اند بعضے را حرکۃ طبیعی و بعضے را حرکۃ روحی
و بعضے را حرکۃ رحمانی بود و ہر واحد از اہل سماع حرکۃ او یا از باعث رغبۃ یا رہبۃ بود و یا از باعث تہذیب و تادیب
یا از باعث عشق و شوق یا از باعث انس و بسط یا از باعث قبض و ہیبۃ یا از باعث علم الہامی یا از باعث
وجود جلال یا از باعث شہود جمال یا از حصول کمال بود و ایں نہ قسم ست کہ مزید براں نبود پس سماع اول
کہ باعث حرکۃ او رغبۃ یا رہبۃ ست از مواطن تفرقہ بود و سماع بعضے را در قسم اعمال بود و آں دہ ست صلوۃ
و صوم و صدقہ و سہر و سکوت و عزلۃ و بکا و ندم و عفۃ و خدمۃ و بعضے را در قسم بدایات و آں ہم دہ ست
تیقظ و توبہ و محاسبہ و انابۃ و تفکر و ذکر و اعتصام و فرار و ریاضۃ و سماع و بعضے را در قسم ابواب و آں دہ ست
حزن و خوف و اشفاق و خشوع و اخبات و زہد و ورع و تبتل و رجا و رغبۃ فی اللہ یا فی الجنۃ ایں مراتب سماع
متحرکیں بباعث رغبۃ و رہبۃ ست خواہ حرکۃ آنہا طبیعی بود خواہ روحی عملی بود یا عینی و بیان حرکۃ آخر باب
بیاید انشاء اللہ تعالے واما قسم ثانی کہ باعث حرکۃ او تہذیب و تادیب ست پس سماع آنہا نیز در مواطن
تفرقہ ست پس بعضے را سماع در قسم معاملات بود و آں دہ بود رعایۃ و مراقبہ و حرمۃ و اخلاص و تہذیب
سلوک و بجذبات و استقامۃ و توکل و تفویض و ثقہ و تسلیم و بعضے را در قسم اخلاق و آں دہ ست صبر
و رضا و شکر و حیا و صدق و ایثار و خلق و تواضع و فتوۃ و انبساط و بعضے را در قسم اصول و آں دہ ست
قصد و عزم و ارادہ و ادب و یقین و انس و ذکر و غنی و مقام مراد و بعضے را در قسم مخالفات و آں دہ چیز ست

بعد فراغتِ سماع اپنے حال کو ایک دو دن یا کم و بیش امتحان کرے کہ قبل سماع سننے کے اپنا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہ نمی باشد مخالفۃ مگر در یکے از آنہا و اما در غیر آں پس مخالفۃ صحیح نبود و مخالفۃ در نفس بارتکاب اہوال دہمتہ و از لذیذ احوال و دوام ریاضۃ بترکِ طعام و ترکِ منام و ترکِ سلام و احتمالِ اذی از انام و مخالفۃ در مال با ثیار یا حاجۃ و ترکِ سبب با فاقہ و مخالفۃ در اہل بترک ازواج و اولاد و نسیانِ آبا و اجداد و اقارب و مخالفۃ در اسفار بترکِ اوطان و رحلۃ از آں و عدم تعیین بلدہ از بلاد برائے سفر و مخالفۃ در حرکات و سکنات بی تاخر و ملال و کسل اگر نفس ارادہ قیام کند بنشیند و اگر قعود و قیام ہر دو ارادہ کند بخوابد اما باید کہ در مخالفۃ مرتکب معصیۃ نشود یا اہمال در طاعۃ نکند و مخالفۃ در ریاستہ بترکِ جاہ و فعل آنچہ ساقط شود و حقیر نماید در نظرِ مردم و ایں قسم از مخالفۃ یافتہ شود در چہار مواطن یکے فعلِ خیر باخفا و عدمِ اظہار آں دوم اظہارِ شر و عدمِ ارتکاب آں سیوم ترکِ عادات و عدمِ موافقۃ اصحاب بطالۃ چہارم اختیارِ حرفہ ہائے دنیہ و مجانبۃ تا معتقدانِ صلاح خود و مخالفۃ در اصدقا بترکِ احباب و مہاجرۃ آشنایاں و اصحاب و مخالفۃ در اعدا بتذلل و اظہارِ احتیاج و درگذر و احسان و مخالفۃ در حواسِ ظاہر در نظر و در سمع و در شم و در لمس و در ذوق و مخالفۃ ذوقیہ شاملِ اکل و مشرب و مسکن و منکح و جمیع اقسام مذکورہ ست و مخالفۃ در امور قلبیہ کہ اصعبِ مخالفات ست پس موافقۃ نکند نفس را در انشراحِ نفس در خطرۂ از خواطر تا اینکہ ہمتِ او مستقیم شود و خطور نکند او را چیزے غیر از حق و مخالفات منحصر ست دریں دہ قسم مذکور اما ثالث کہ باعثِ حرکۃ او عشق و شوق ست پس سماعِ او در مقامِ جمع بود و سماع بعضے را در قسمِ احوال بود و آں دہ ست محبۃ و غیرۃ و شوق و قلق و عطش و وجد و دہش و ہیمان و برق و ذوق و بعضے را در فروع و آں دہ ست کلام با محبوب و سماع از محبوب و بشارۃ و نذارۃ و توعید و تہدد و قرب و بعد و فراق و وصال اما رابع کہ باعثِ حرکۃ او انس و بسط ست پس سماعِ او گاہ در مقامِ تفرقہ و گاہ در مقامِ جمع بود و بعضے را در قسمِ اودیہ و آں دہ ست احسان و علم و حکمت و بصیرۃ و فراست و تعظیم و الہام و سکینہ و طمانینۃ و ہمۃ و بعضے را در قسمِ فروع و قسمِ احوال کہ مذکور شد[۳] و بعضے را از مشاہدۂ جمال اما خامس کہ باعثِ حرکۃ او قبض و ہیبۃ بود پس سماعِ او گاہ از مقامِ تفرقہ.

۳ و بعضے را در قسمِ ولایات و حقائق و بیانش بیاید.

ظاہر و باطن اطاعتِ الٰہی میں کس طرح تھا۔ اگر بعد سماع اطاعتِ ظاہری میں خلل

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وگاہ از مقامِ جمع بود بعضے را در قسمِ اودیہ کہ مذکور شد و بعضے را در قسمِ نہایات کہ بنا
و بعضے را در قسمِ فروع و قسمِ احوال کہ گذشت و بعضے را از مشاہدۂ جلال آں اساوس کہ باعثِ حرکۃ او علمِ الٰہی انہا
ست پس سماع او گاہ در مقامِ تفرقہ و گاہ در مقامِ جمع بود بعضے را بحسب امور وارده در قسمِ نہایات و
آں دہ اند معرفۃ و فنا و بقا و تحقیق و تلبیس و وجود و تجرید و تفرید و جمع و توحید و بعضے را بحسب امور وارده
در علمِ حقیقۃ و آں دہ قسم ست اول علمِ نسبتہ مابینِ خلق و حق دوم علمِ جمعیۃ انسان سیوم علمِ افرادِ حق
چہارم علومِ اکوان از ملک و ملکوت پنجم علوم اولیہ از چیزی کہ متعلق بسوابق ست و آنچہ در ازل بود ششم
علوم آخریہ از آنچہ متعلق بلواحق ست و آنچہ در ابد خواہد شد از احوالِ برزخ و قیامۃ و جنۃ و دوزخ و اعراف
و کثیب ہفتم علمِ تجلیاتِ افعال ہشتم علمِ محاضراتِ اسما نہم علمِ تجلیاتِ صفات دہم علمِ تجلیاتِ اسما و ذات
و جمیع علوم حقیقۃ منحصر دریں دہ قسم ست و اما ورائے آں نبود مگر علمِ خصوصیۃ کہ تعبیر ازاں ممکن نبود و ایں سماع
کہ باعثِ حرکۃ او وجودِ جلال ست پس سماع او در مقامِ جمع بود و فقط اگرچہ ممکن ست در مقام او سمیع در مقام
تفرقہ پس بعضے را حرکۃ از اتصاف بصفۃ جلالیہ بود و بعضے را حرکۃ در قسمِ ولایات بود و آں دہ اند لحظ
و وقت و صفا و سر و نفس و غربۃ و فرق و غیبۃ و تمکن اما آنکہ باعثِ حرکۃ او شہودِ جمال ست پس سماع
او در مقامِ جمع بود و فقط پس بعضے را حرکۃ از اتصاف بصفۃ جمالیہ بود و بعضے را حرکۃ در قسمِ حقایق باشد
و آں دہ اند مکاشفہ و مشاہدہ و معاینہ و حیوۃ و قبض و بسط و سکر و صحو و اتصال و انفصال و اللہ سبحانہ
منزہ عن ذٰلک فی مقام التفرقۃ اما تاسع کہ باعثِ حرکۃ او حصولِ کمال ست پس سماع او گاہ در مقام
تفرقہ گاہ در مقامِ جمع و گاہ در مقامِ جمع تفرقہ و گاہ در مقامِ جمع الجمع بود و ایں سماع مخصوص باصلان
ست و اہلِ آں دو قسم اند یا ذاہب فی الحق یا راجع من الحق الی الحق ایں جملہ اقسامِ سماع بسبیلِ اجمال
و جمیع اقسامِ اہلِ سماع منحصر در سہ صنف ست واجد و متواجد و موافق و حرکاتِ آنہا منحصرست در چہار

پڑھے مثلاً وقت سے نماز کو تاخیر کرکے پڑھے اور ترک جماعت یا عبادت میں سستی یا کذب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مواطن یا از علم یقین بود یا از عین یقین یا از حق یقین یا از حقیقۃ یقین و
در صدر کتاب مذکور شد کہ اہل سماع چہار قسم اند ناسک و سالک و محب و مجذوب و حرکۃ طبیعی از لوازم بشری
ست و متمکنان غالب حرکات آنہا طبیعی بود گویا حرکۃ طبیعی مخصوص مقام آنہا ست اگر صادر شود از
آنہا حرکۃ روحی بحکم نادر ملحق شود در آں سماع بدرجۂ سالکان ازیں وجہ حرکۃ طبیعیہ گاہ صادر شود از
جاہل و گاہ از اہل طریق و فرق میان آنہا دریں باب می آید تا حرکۃ روحیہ پس لازم تصفیہ و خلوص از کدورات
نفس ست زیرا کہ روح قوی نشود مگر بضعف نفس و ظاہر نشود آثار روحی مگر بخفاء آثار نفسی و صدور ایں حرکۃ
از آنہا از سالکین بود پس اگر صادر شود از آنہا حرکۃ جانی ملحق شوند در آں سماع بدرجۂ عارفین و اما حرکۃ جانی
پس لازم فنا از امور خلقیہ و بقا بصفات الہیہ باشد و ایں حرکۃ مخصوص مجذوبین از عالم اکوان بجذبۂ رحمانی
ست و مردان دریں مقام بر اطوار مختلفہ باشند یکے مجذوب بسوے تجلیات افعال و دیگرے مجذوب تجلیات
صفات و یکے مجذوب بسوے تجلیات اسماء و دیگرے مجذوب بسوے تجلیات ذات یکے مجذوب فانی
و دیگرے مجذوب باقی و مجذوبی مستمع و مجذوبی مشاہد و مجذوبی واجد و مجذوبی محقق و مجذوبی کامل و مجذوبی
اکمل و حرکۃ طبیعیہ را دو علامت ست یکے علامۃ مخصوص اصحاب بطالت ست و سماع آنہا اگرچہ مباح بود
لیکن حرکۃ و نظر آں کس بسوے امر معین بالملاحظہ مقام معلوم از انچہ مختص بامر حق یا لاحق بامر خلق باشد نبود
تا حرکۃ طبیعی محض بود و سبب آں بود کہ در نفوس محبۃ قدیمہ مستور ست بسبب استماع اغانی باقی نمی ماند نزد او
و صفا از علم پس صادر میشود از حرکۃ طبیعیہ مشابہ بحرکۃ مرتعش بغیر اختیار پس ہر گاہ رجوع نماید بحل تمیز می یابد
رنجیدہ و حرکۃ گمان میکند جاہل باحکام طریق آنرا از حرارۂ آتش محبۃ یا از ضربہائے ندامت بر فوت طاعت
و ایں غلط بود بلکہ حرکۃ نفس بود بنا بر اشتعال آتش ہوا و ہوس مختلفہ و برائے ہمیں حکم می یابد بعد از ان
ظلمۃ و وحشۃ طبیعۃ و ایں سماع مخصوص گرفتاران نفس ست و نتیجہ در طریق غیر از طریقے کہ وقت حرکۃ
یافتہ نیست و علامۃ دوم کہ مخصوص اصحاب بدایۃ از عوام طریق ست و آں آنست کہ باعث اول

غیبت ولغو یا عقاید میں سے کسی عقیدہ میں شک پڑے یا کوئی صفت صفات ذمیمہ

(بقیه صفحه گذشته) برسماع شهود علمی از علوم توحید یا وجود حالی از احوال محبت بود پس انهماک نماید در آن
این شخص بالکلیه تا که حرکت کند و او ماخوذ بود از آن شهود علمی و وجودی پس تحرک کند بطبیعه نفس حرکت ضروری
بنا بر ضعف نفس از رجوع بعد انهماک پس نتواند که از حرکت باز ماند بعد فقدان تحرکی که سبب باعث اول بود۔
و مثل این شخص معذور بود برای ضعف باطن او و شیخ او را نهی فرماید ظاهراً و امداد کند در خروج از این سماع
باطناً تا حرکت او روحی شود و صاحب این حرکت بعد رجوع بمقام تمیز انشراحی و زیادتی در محبت حسنه در مقصد
یابد و این اگرچه از اول اعلی بود اما نزد قوم رضی الله عنهم غیر محمود بود و حرکت روحانیه را دو علامت است یکی
مختص باهل حجاب از اصحاب طریق و آن بسبب ظهور سلطان محبت یا بطلون احکام نفس بود هنگام ورود
علم لدنی الهی بطریق الهام بر دل پس تحرک او نه برای حسن نغمات بود و از این حرکت تغیر بود تا وجود
سبب حرکت خواه از لوازم عشق و محبت بود خواه از موارد علوم معرفت و شرط آن است که سکون نماید هرگاه آن
حال مستور شود و آن وارد بر وی زوال یابد از آن حرکت او طبیعیه بود و جنید رضی الله عنه تحرک کرد روزی از غلبه
پس افتاد ثوبی از وی پس برداشت آن را بدست خود و سوال کردند او را از آن معنی پس گفت حرکت
کردم بسبب غلبه بعد از آن رجوع کردم بنفس خود پس حیا آمد از حق سبحانه که اظهار نمایم خلاف آنچه بر آن
بودم پس برداشتم جامه خود را و علامت دوم مختص باهل کشف است و آن آن است که حرکت از غلبه روحانیه بود
بسبب ظهور بارقی از سواطع یا شارقی از لوامع یا بسبب شهود حکمت ترتیب عالم یا بسبب کشف احوال ملکوت
اعلی یا بنا بر اطلاع سر الهی که ودیعت کرده اند در نفس یا عقل یا روح یا بنا بر مشهد علم تمیز مشاهده عرش
و کرسی و لوح و قلم و ملائکه کروبین یا بنا بر اطلاع بمناسبتی که انسان را با این عوالم است یا بنا بر سماع کلام
حق بی واسطه و جهت یا با واسطه لکن از جهت یا بنا بر رجوع با ازل یا لحوق با ابد یا امثال آن از اسرار الهیه و حکم
ربانیه و حرکت رحمانی دو علامت دارد یکی اعلی اما اولی که مختص باهل فنا در حق و محو است آن باشد که
حرکت بنده لله بود بغیر اعتقاد خیر و حلول و فرح و اتحاد و شبهه از این حرکت نفس و علم بود پس منسوب شود
حرکت بنفس او بهیچ وجه و سماع این مرد یا از وجود ذات یا شهود صفات یا غیبت در افعال حقیقی از فعل

میں سے مثل حقد و حسد و بغض و کینہ و بدگمانی دل میں پیدا ہووے تو سمجھے کہ زہر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) در جمیع حرکات و سکنات و اما ثانیہ کہ مختص اہل بقا و اتصاف و تحقیق ست آں باشد کہ حرکت باطنانیہ بود و امنسوب بعید بود و سماع ایں کامل در اتصافات رحمانیہ یا مراتب کمالات انسانیہ بود و ایں اعلیٰ طبقات سماع ست۔ راقم الحروف معروض میدارد کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کہ از اجلہ علمائے شافعیہ صاحب کشف و خوارق ست از شیخ خود شیخ علی خواص کہ از اجلہ مکاشفین بود در کتاب منن آورد کہ شیخ او فرمود سماع را اثر کبیر ست در ورود حقایق و اولیا سماع کنند از مبوب ریاح و تمایل اشجار و آواز آب و پرجانور و آواز در وطنبور و تار و طنبور و انین حزین و صالح و نوحہ نایح و علما را دریں باب کلام بسیار ست و امام حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی مولفہ دریں باب تالیف نمودہ و اقوال قائلین تحریم را نقض فرمودہ و نقلہ حدیثے را کہ موہم تحریم ست تجریح کردہ و استدلال بر اباحت سماع و لے و دف و اوتار با حادیث صحیحہ نمودہ و دف را مسنون شمردہ و شیخ عبدالغفار قوصی گفت کہ خواندم ایں کتاب را بر حافظ شرف الدین دمیاطی و اجازت داد او مرا و جماعہ دیگر را از حافظ ابی طاہر سلفی اصفہانی بسماع او از مصنف و گفت فرق نیست در سماع صوت بلبل و سماع صوت اوتار در اباحت و سید ابو محمد ہاشمی را از سماع پرسیدند گفت در سنہ سبعین و ثلاثمائۃ در خانہ شیخ ما ابوالحسن تمیمی دعوتے بود و شیخ ابوبکر ابہری شیخ مالکیہ و شیخ ابوالقاسم دارکی شیخ شافعیہ و شیخ طاہر بن الحسین شیخ حدیث و ابوالحسن بن سمعون شیخ وعاظ و زہاد و ابن مجاہد شیخ متکلمین و ابوبکر باقلانی و ابوالحسن شیخ حنابلہ حاضر بودند شخصی خوش آواز را گفتند کہ برائے ما چیزے بخواں پس بخواند شریف ہاشمی گفت کہ ہرگاہ من سماع ایں شیوخ دیدہ باشم ممکن نیست فتوے بمنع سماع کہ اینہا مشائخ عراق اند اگر سقفی بر آنہا بیفتد کیست کہ فتوی دہد در حادثہ و شیخ عبدالرحیم قناوی و شیخ ابوالحجاج الاقصری و ایشاں از مردان خدا سماع میکردند و رقص می نمودند مانند رقص جمل و بعضی ایشاں ادامی بود و می گفت یا حبیبی یا حبیبی و شیخ عزالدین بن عبدالسلام بسماع اشعار قوم اہتزاز و تواجد میکرد و شیخ عمر بن الفارض از کنیزکان خود تمام شب بدف سماع نمودہ و احوال سادات وفائیہ و غیر ایشاں در سماع مشہور ست۔ تمام شد ترجمہ کلام شعرانی در منن ۱۲۰

شیریں پیا تہا جس کا اثر معدہ میں پہونچکر ظاہر ہوا۔ اور اگر بعد سماع[1] حرص طاعت الٰہی اور
اعمالِ صالحہ پر ہووے مثل نماز و روزہ و تسبیح و تہلیل اور عبادتِ الٰہی سے اُنس ہووے اور
محبتِ خلق سے اور کلامِ لغو سے وحشت پیدا ہووے یا عقیدۂ باطن میں یقین زیادہ ہووے
یا دلمیں کوئی صفتِ حمیدہ مثلِ خشوع و خضوع و رقّت و لینت و نصیحتِ خلق و حُسن
ظن سے متصف ہووے جانے کہ جوارش کہایا تہا۔ بعد معدہ میں پہونچنے کے اُسکا نفع
ظاہر ہوا۔ چنانچہ بیمار و تندرست میٹہا اور حلوا کہانے کے وقت لذت میں برابر ہیں بلکہ
بیمار کو ہی بسبب پرہیز کے تندرست سے زیادہ لذت ملیگی لیکن جب ہضم ہوگا تندرست کو
قوت پر قوت زیادہ ہوگی اور بیمار ہلاکت کے قریب ہوجائیگا۔ چونکہ ہر ذی روح کا میلان
طبعی طور پر آوازِ خوش سننے کے لیے ہے اور جب آواز غنا کے قاعدوں سے مقید ہوتی ہے تو بہت
دلکش ہوجاتی ہے۔ اور عوام آدمی جو صفاتِ حیوانیہ میں مبتلا ہیں تو اُن کی روح بھی صفات
حیوانیہ سے ملوث ہوکر حیوانیت کو اور ترقی ہوتی اور شہوت پر شہوت زیادہ ہوتی ہے اور
جس کسی کے صفاتِ حیوانیہ انسانیت سے بدل گئے ہوں تو وہی صفات روح کے

---

[1] ممشاد دینوری نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکہا اور عرض کیا کہ اس
راگ میں سے آپ کچہ بُرا جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس میں سے کچہ بُرا نہیں جانتا
مگر اُن سے کہدینا کہ اُس سے پیشتر قرآن پڑہا کریں اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کریں (احیاء و
قوت القلوب و عوارف) ۱۲۰

ہمراہ ہوکر اُس آواز کی طرف میلان کرتی ہیں اور قوتِ روح سے تقویت اور لذت پاتی
ہیں تو انسانیت سے درجہ بدرجہ ترقی کرکے ملکیت تک پہونچتی ہیں اور اُس لذت سے
بھی بے پرواہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ مرتبہ اُسی شخص کا ہی جو تزکیہ تام کرکے زمرہ میں قَدْ
اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کے داخل ہوگیا ہو۔ اور بشارتِ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ
فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ سے مبشر ہوا ہو۔ لیکن عوام الناس جو شہوتِ نفس میں گرفتار اور
سیاستِ نفس کے لئے مامور ہیں اُن کے حق میں تفریحِ[1] نفس سوائے معصیت و سرکشی کے
اور کچھ نہ بڑھائیگا۔ تو جب تک کہ درجہ خواص حاصل نہ ہووے ان مشتبہ چیزوں سے
پرہیز کرے تا مکرِ شیطان و شہواتِ نفس سے بے فکر رہے۔ انتہٰی ملخصًا۔ بعد وعیدِ اعدا،
حالِ اولیا بیان فرماتا ہی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

---

[1] ایام عید و جہاد و نکاح میں غنا جو جایز رکہا گیا ہی اُس کا یہ سبب ہی کہ عیدِ فطر میں ایک مہینے روزے رکھنے کے
بعد اور عیدِ اضحٰی میں بعد ادای مناسکِ حج کے اور جہاد میں بسبب خوفِ ہلاک کے تو یہ تینوں مقاموں میں کسی شخص کو
بھی خاص و عام سے ضرر متصور نہیں ہو سکتا بلکہ تھوڑی سی تفریح ہوتی ہی جس سے وہ تعب و مشقت دفع ہو کر آرام
ملتا ہی جہاد میں خوف دور ہو کر چست و چالاک ہو جاتا ہی اور دادِ شجاعت دیتا ہی۔ اور نکاح میں دفعِ حزن کے لئی
جو دلہن کی جدائی میں والدین و اقربا کو حاصل ہوتا ہی (رسالہ سماع) جنّٰتُ النَّعِيْمِ جنات کی اضافت نعیم
کی طرف اس لئی ہی کہ جنات نعمتوں پر شامل ہیں اُسکی نظیر کتاب الفقہ ہے۔ اور یہ جملہ خبر اِنّ ہی۔ وَعْدَ اللّٰهِ مصدر موکد
لنفسہٖ ہی یعنی وہ مثل نفس ہی جو جملہ صریحہ اسکا ہم معنی ہی یعنی لهم جنت النعیم۔ کیونکہ اسمیں وعدہ صریح ہی۔ حقًّا بھی اُسی جملہ کا

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ
ع ۱۱ ۱۰ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ع بے شک جو لوگ
ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے نعمت کے باغ ہیں جن میں وہ ہمیشہ
رہیں گے۔ وعدہ (ہو چکا) اللہ کا سچا۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اُس نے آسمانوں
کو بغیر ستون کے پیدا کیا کہ انہیں تم دیکھتے ہو اور اُس نے زمین میں بلند پہاڑ رکھے تا کہ
وہ (زمین) تمھیں جنبش نہ دے اور اُس میں ہر طرح کے جاندار پھیلائے۔ اور ہم نے آسمان
سے پانی اُتارا پھر اُس میں ہم نے ہر قسم کے عمدہ (نباتات) اُگائے۔ یہ اللہ کی خلقت
ہے پھر تم مجھے دکھلاؤ جو اُس کے سوا ہیں اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ بلکہ ظالم صریح
گمراہی میں ہیں۔ نیک بختوں کے ثواب کا ذکر فرما کر خود کو غالب و حکیم فرماتا ہے۔ پھر اپنی
حکمت و عدل سے جسے جو چاہا دیا۔ پھر اپنا غالب و حکیم ہونیکا بیان اجرام علویہ اور

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مصدر موکّد ہے۔ لیکن اسے مؤکد لغیرہ شمار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر وعدہ فی
نفسہ حق نہیں ہوتا۔ رَوَاسِیَ۔ رسا الشی یرسو ثبت وارساہ غیرہ قال وقل ور راسیات وقال
رواسی شامخات ای جبالا ثابتات والجبال ارساھا۔ (مفردات) اَنْ تَمِیْدَ۔ کراھۃ ان تمید ولئلا تمید
ای تضطرب۔ زَوْجٍ۔ صنف اسکا بیان اول سورۂ شعراء میں گذرا۔ ھٰذَا۔ ای ما ذکر من سائر
الامور المعدودۃ۔ فَاَرُوْنِیْ۔ فا جواب شرط مقدر میں واقع ہے۔ ای اذا علمتم ذلک فارونی ۱۲۔

اجسامِ سفلیہ کے تخلیق سے ظاہر کرکے فرماتا ہے کہ اسکو اللہ نے بنایا ہی تمہارے بتوں نے
کیا بنایا اسے دکھلاؤ۔ یہ امر تعجیز وتبکیت ہی یعنے وہ ہرگز کچھہ بہی نہیں پیدا کرسکتے اسی لئے
فرمایا۔ بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ بعد بیانِ اہل ضلالت اہل ہدایت وحکمت کا
ذکر فرماتا ہی۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ

له یہی ربط ہی کہ جب شرک کا بطلان بطورِ عقل ہو چکا تو اب اُس کا بطلان بطورِ نقل فرماتا ہی۔ لقمن۔
اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان غلام تھے اور داؤد علیہ السلام کے زمانے میں قاضی تھے اور نبی نہ تھے
(ابن کثیر) الحکمۃ۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ "حکمت عقل وفہم فطنت کو کہتے ہیں"
راغب نے کہا ہی معرفۃ الموجودات وفعل الخیرات۔ علامہ رازی نے کہا ہی عبارۃ عن توفیق العمل
بالعلم۔ اور جو حکمت کی اسطرح تعریف کیجے کہ جس میں حکمتِ آلہی بہی داخل ہو جائے تو یوں کہنا چاہیے۔
حصول العمل علے وفق المعلوم۔ اکثر حکما اسکی تعریف اس طرح کرتے ہیں الحکمۃ معرفۃ حقایق الاشیاء علی ما ھی
علیہ بقدر الطاقۃ البشریۃ۔ لقمان کے بعضے اقوالِ حکمت یہ ہیں (۱) جس کے دلمیں واعظ ہوگا۔ اللہ اُسکا
حافظ ہوگا (۲) جو اپنے نفس کا آپ انصاف کریگا اللہ اُسے عزت وحرمت دیگا۔ (۳) اللہ کی طاعت میں
ذلت معصیت کی عزت سے بہتر ہی (۴) اے بیٹے قرض سے بچنا اسمیں دن کو ذلت رات کو غم وحزن ہی (۵) اے
بیٹے اللہ سے اسطرح امید رکھہ کہ جو تجھے اُسکی معصیت پر دلیر نہ کردے۔ اور اسطرح کا خوف رکھہ کہ جو تجھے اُس سے ناامید
نہ کردے (۶) جہوٹا بے عزت رہتا ہی۔ بدخلق غمگین رہتا ہی (۷) طبیعت پر سب سے زیادہ گراں بُرا ہمسایہ ہی۔ مزہ میں
سب سے کڑوا مزہ محتاجی کا ہی۔ (۸) اے بیٹے موتے کی مجلس میں شریک ہو اور شادی میں نہ جا۔ اسلیے کہ وہ آخرت یاد
دلاتی ہی۔ اور اس سے دنیا کی محبت ہوتی ہی (۹) اے بیٹے شکم سیر ہو کر بعد پہر سیر نہ ہو۔ اُسکے کہانے سے کتے کو ڈالدینا بہتر ہی (۱۰)
نہ تو اسقدر شیریں ہو کہ لوگ نگل جائیں نہ اسقدر کڑوا کہ تہوک دیں (۱۱) اے بیٹے وہی بات کر جو تجھے نفع دے دشمنی میں سلامتی کی

آیت ۱۲ ذکر لقمان علیہ السلام - تعریف حکمت - لقمان کے بعض اقوالِ حکمت

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝ اور بے شک البتہ ہم نے لقمان کو حکمت دی (اور

انھیں حکم دیا) کہ تم اللہ کا شکر کرو۔ اور جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ہی شکر کرتا ہے۔ اور

جو ناشکری کرتا ہے تو بیشک اللہ بے پروا اور سزاوار حمد ہے۔ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے

سے کہا اور وہ انھیں نصیحت کرتے تھے کہ بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کر۔ بیشک البتہ شرک

بڑا ظلم ہے۔ یعنے ہم نے لقمان کو حکمت یعنے سمجھ اور علم دیا۔ کہ اللہ کا شکر کرو۔ اور جو اللہ کا

شکر کریگا وہ اپنے ہی نفس کے لئے شکر کرتا ہے۔ یعنے شکر کا فائدہ کہ نعمت کا باقی رہنا اور زیادہ

ہونا۔ اور آخرت میں جنت و دیدار سے مشرف ہونا یہ سب اُسی کے لئے ہے۔ اور کفر کا ضرر

بھی اُسی کی جانب عاید ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے نہ اُسے کسی کے شکر کی احتیاج

یعظہ جملۂ حالیہ ہے۔ اور وعظ کے معنے راغب نے کہا زجر مقارن بتخویف۔ اور خلیل نے کہا ھو التذکیر بالخیر فیما یرق لہ القلب۔ 	تعریف وعظ

[1] لقمان ایک حبشی غلام بڑھئی تھے ایک روز ان کے مالک نے ان سے کہا کہ بکری ذبح کرکے میرے واسطے دو عضو پاک نکالو۔ پس آپ نے اسکی زبان و دل نکالکر رکھا مالک نے امتحان کے واسطے پھر ایک بکری انکو ذبح کرنیکو دی اور کہا کہ دو عضو خبیث جدا کرو تو بھی لقمان نے زبان و دل علٰحدہ کیا۔ پس مالک نے پوچھا کہ تمنے خبیث و لطیف دونوں کو ایک ہی قرار دیا۔ لقمان نے کہا کہ یہی دونوں عضو ایسے ہیں کہ اگر پاکیزہ رکھی جائیں توان سے لطیف کوئی نہیں۔ اور اگر انکو خباثت میں ڈالا جائے توان سے زیادہ خبیث بھی کوئی نہیں (ابن جریر) 	حکایت لقمان

[2] لقمان کو اس حکمت کا عطا کرنا خلق ہی یا یہ کہ اسوقت کے پیغمبر کے ذریعہ سے حکم ہوا ہو یا خود انھیں الہام ہوا ہو

[3] جواب شرط محذوف ہے یعنی ومن کفر فضرر کفرہ عاید علیہ۔ اس جواب کے قایم مقام فان اللہ غنی ہے ۱۲

نہ اُسے کسی کے کفر سے ضرر۔ اور مستحقِ حمد ہے اگرچہ کوئی اُسکی حمد نہ کرے۔ لقمان کے بیٹے کا نام ثاران تھا۔ چونکہ آدمی اپنے بیٹے پر نہایت محبت و شفقت کرتا ہے تو اُسے وہی بات بتلائیگا جو سب سے بہتر اور اچھی ہو۔ اسی لئے لقمان نے پہلے اپنے بیٹے کو شرک سے منع کیا جب اللہ تعالےٰ نے باپ کی وصیت بیٹے کو جو شکرِ منعمِ اول کے لئے تھی جس کے ایجاد میں کوئی شریک نہیں ہے بیان فرمایا اس کے بعد لڑکے کو اپنے باپ کے لئے جو منعمِ ثانی نسبیت وجود میں ہے وصیت بیان فرمائی۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ

وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ

اَنُ نافع ومکی وابو عمر کسائی وصل میں ساتھ ضم نون کے

لہ اللہ تعالےٰ نے اکثر جگہ قرآن مجید میں اپنی عبادت کے بعد والدین سے احسان کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ وھنا۔ ای ضعفا والمصدر حال من امہ بتقدیر مضاف ای ذات وھن۔ یعنے وھنًا کو امہ سے حال ڈالا جائے تو معنے یہ ہوے کہ عورت باوجود ضعیف الخلقت ہونیکے حمل کی حالت میں ضعف پر ضعف اٹھاتی ہے اور اگر یہ بچہ کا حال ہو تو معنے یہ ہیں کہ جب وہ پیٹ میں بہت ضعیف ہوتا ہے تو اپنے پیٹ میں اُٹھائی رہتی ہے۔ وفصلہ۔ ای فطامہ وترک ارضاعہ۔ فی عامین۔ ای فی انقضاء عامین ای فی اول زمان انقضائہما۔ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے اور یہی مذہب امام شافعی و امام احمد وصاحبین کا ہے اور مختار طحاوی ہے اور امام مالک سے بھی روایت کی گئی ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت جس سے کہ حرمت ثابت ہوتی ہے تیس مہینے ہیں اس قول الٰہی سے جو وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ہے۔ اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دو باتوں کو بیان فرماکے اُن دونوں کی مدت مقرر کردی تو یہ مدت ہر ایک کے لئے پوری ہوگی۔ وان جاھداك۔ یہ آیت اور اسی کی نظیر وہ آیت جو سورۂ عنکبوت میں گذری سعد بن ابی وقاص اور اُنکی ماں کے شان میں نازل ہوئی۔ ۱۲

عَلٰٓی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا
مَعْرُوْفًا ز وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں (نیکی کا) حکم دیا۔ اُسے اسکی ماں نے
مشقت پر مشقت اُٹھا کر پیٹ میں رکھا اور اُس (بچہ) کا جدا ہونا دو سال میں ہے یہ کہ
میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر کر میری ہی جانب لوٹکر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھے اس
بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اُس چیز کو شریک کرے کہ جس کا تجھے علم نہیں ہے تو اُن
دونوں کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں اُن کے ساتھ اچھی طرح رہ اور اسکی راہ چل جو میری
طرف رجوع کرتا ہے پھر میری طرف تمکو لوٹ کر آنا ہے۔ پس میں تمھیں آگاہ کروں گا جو تم عمل
کرتے تھے۔ اللہ تعالٰے نے ان جیسی آیتوں میں اپنی عبادت کے بعد اطاعتِ والدین
کا حکم فرمایا اور فرزند کو اُسکی والدہ کی مشقت جو اُس کے ضعف کی حالت میں اسکی پرورش
کے لئے اٹھاتی ہے یاد دلایا۔ پھر اللہ تعالٰے نے اپنے حقِّ ذاتی کو اصل اور حقِّ والدین کو فرع
ہونا بیان فرمایا اسی لئے حدیث میں ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری
نہ چاہئے۔ ہاں اگر کسکے والدین کافر ہوں تو بھی کھانے پینے کی ضروریات سے اُنکی خبرگیری
کرے اور کسی قسم کی ایذا نہ دے۔ مسئلہ[1] چاروں امام متفق ہیں کہ رضاعت سے وہ نا تے

مسئلہ رضاعت

[1] میزان شعرانی لیکن ظاہر قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ڈہائی برس ہے۔ لیکن بسبب قوتِ دلیل کے صاحبین کے
قول پر فتوے دیا گیا (بحر الرائق) مفتی کو چاہئے کہ وقتِ فتوے کتب فقہ سے تحقیق کرے ۱۲

حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں اور حرمت رضاعت دو برس یا اُس سے
کم میں ثابت ہوتی ہے۔ جب آخر آیت میں اپنی ذاتِ مقدس کو کمال علم سے موصوف
فرمایا تو اُسی کے مناسب لقمان کی وصیتوں کو بیان فرماتا ہے۔ یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ
مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ
بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۔ بیٹا! بیشک اگر وہ (برائی) رائی کے دانہ برابر ہو پھر
کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو تو اُسے اللہ (حساب کے لئے) حاضر کردیگا۔
اس لئے کہ اللہ باریک بین باخبر ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ کسی شے کا مخفی ہونا یا اُس کے
بہت ہی چھوٹے ہونے سے۔ یا حجاب میں ہونے سے یا دور ہونے سے یا اندھیرے میں
ہونے سے ہوتا ہے تو اللہ سے کسی طرح کوئی شے مخفی نہیں رہ سکتی اسی لئے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ جب لقمان نے اپنے بیٹے کو شرک سے منع کیا اور علمِ الٰہی اور اسکی قدرت
سے ڈرایا تو اب مکارمِ اخلاق و عبادات کا حکم کرتے ہیں جن میں پہلے نماز ہے۔ اور جس سے

ع ۲ ۱۰

یٰبُنَیَّ سوائے حفص سب قراء ساتھ کسرہ کے

مِثْقَالُ نافع ساتھ ضم لام کے

لطیف۔ اللطیف اذا وصف به الجسم فضد الجثل وهو الثقيل يقال شعر جثل اى كثير ويعبر باللطافة
واللطف عن الحركة الخفيفة وعن تعاطى الامور الدقيقة وقد يعبر باللطائف عما لاتدركه الحاسة
ويصح ان يكون وصف الله تعالى به على هذا الوجه وان يكون لمعرفته بدقائق الامور وان يكون
لرفقه بالعباد فى هدايتهم قال تعالى الله لطيف بعباده ۱۲ ك اى ان المظلمة والخطيئة۔ و
جوز بعضهم ان يكون الضمير فى قوله انها ضمير الشان والقصة وجوز على هذا رفع مثقال الخ (ابن کثیر) ۱۲

تعظیم معبود حق مقصود ہے اور اُس کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے جس سے شفقت
علی خلق اللہ کی تکمیل ہوتی ہے جس طرح فرماتا ہے۔ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بیٹا نماز کو
قائم رکھ اور اچھے کام کا حکم کر اور برے کام سے منع کر اور اُس (مصیبت) پر جو تجھے پہونچے
صبر کر۔ بیشک یہ بڑی کاموں میں سے ہے۔ چونکہ نیکیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے
منع کرنے میں اکثر عوام دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی پر مصیبت پیش آتی ہے اس لئے
فرمایا کہ جو کچھ پہونچے اُس پر صبر کر۔ اس لئے کہ یہ کام عالی ہمتوں کے ہیں۔ اور اعلی مرتبہ
والوں کے شایاں ہیں جب اپنے بیٹے کو اپنی ذات میں کامل اور دوسرے کو
کامل کرنے کے لئے حکم فرمایا تو اب دو باتوں کا خوف تھا ایک تکبر کا سبب تکمیل غیر کے
دوسرے فخر ذاتی کا سبب کمال نفسی کے اس لئے فرمایا۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اور

عزم الامور۔ ای من معزوماتها من عزم الامر بالنصب اذا قطعه قطع ایجاب والزام۔ ومنه العزیمة خلاف الرخصة۔ او من عزم الامر بالرفع ای جد (نیشاپوری) ولا تصعر۔ الصعر میل فی العنق۔ والتصعیر امالته عن النظر کبرا (مفردات) واصل الصعر داء یاخذ الابل فی اعناقها او رؤسها حتی تلتفت اعناقها عن رؤسها فشبه به الرجل المتکبر الخ
(ابن جریر) ۱۲

اپنا رخسارہ لوگوں سے نہ موڑ اور زمین میں اکڑ کر نہ چل اس لئے کہ اللہ ہر اترانے والے فخر کرنیوالیکو پسند نہیں کرتا۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب لوگ تجھسے باتیں کریں تو تکبر نہ کر اور انھیں حقیر سمجھکر اپنا منہ نہ موڑ جب اترا کر چلنے سے منع فرمایا تو اب جو چلنے کی ضرورت ہو تو متوسط چال جو نہ سرعت سے ہو نہ سستی سے بلکہ درمیانی چال کے لئے حکم فرمایا اسی طرح بات کرنے کے لئے بھی وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ۠ ع اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر البتہ آوازوں میں سے بہت بری گدھوں کی آواز ہے [2] گدھے کی آواز سے تشبیہ دینا اسکی مذمت پر دال ہے اور بے ضرورت وبے فائدہ آواز بلند کرنی مکروہ ہے چنانچہ

[1] بروایت علی بن ابی طلحہ اور مالک زید بن اسلم سے اور اسیطرح مجاہد وعکرمہ وغیرہم سے (مختصر ابن کثیر) مختال - ای معجب فی نفسہ فخور ای علی غیرہ (ابن کثیر) الحمیر جمع الحمار۔ [2] گدھے کی آواز میں یہ بھی ایک برائی ہے کہ اگر گدھے کو سخت تکلیف دی جائے یا مار ڈالا جائے تو نہیں چلاتا۔ اور بے ضرورت چلاتا ہے بخلاف دوسرے حیوانات کے۔ (فائدہ) امر میانہ روی پر آواز پست کرنے کو جو عطف کیا گیا ہے اُس کا یہ سبب ہے کہ حیوان اپنے مطلوب کی طرف چل کے جاتا ہے اور جو اُس سے عاجز ہوا تو آواز کرتا ہے اور یہ بھی ہے کہ انسان کو قلب اور زبان اور جوارح واعضا ہیں۔ اصلاح قلب کا اشارہ انہا ان تک مثقال الخ میں توسط فی افعال الجوارح کا اشارہ واقصد فی مشیک میں۔ توسط فی الاقوال کا واغضض من صوتک میں ہے (نیشاپوری) ۱۲-

آجکل کے مقلدینِ نصاریٰ کی عادت ہی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالےٰ سے فضل کی درخواست کرو۔ اور جب تم گدہے کا رینگنا سنو
تو اللہ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ گدہے نے شیطان کو دیکھا ہی جیسے بیان
فرمایا کہ معرفتِ صانع حکمت کے بہی موافق ہے اگرچہ تعبّدِ محض ہی ہوتی تو اسکا قبول کرنا
لازم تہا اب تو موافقِ معقول بہی ہی اس لئے پہر دوبارہ استدلال ساتھہ امورِ مشاہدہ کے جو
۲۰ آفاقی اور انفسی ہیں اسطرح کرتا ہی۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ
بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ہُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝ (اے لوگو) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے
کام میں لگا دیا ہی اُس چیز کو جو آسمانوں میں ہی اور زمین میں ہی اور تم پر اپنی ظاہری و
باطنی نعمتیں پوری کردیں۔ اور آدمیوں میں سے بعض وہ ہی جو اللہ (کی شان) میں بے
علم و بے ہدایت و بے روشن کتاب کے جہگڑتا ہی۔ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کو آگاہ فرماتا
ہی کہ ہم نے تمھیں دنیوی واخروی نعمتیں دیں اور تمھیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے
بہر پور کردیا یعنے رسولوں کو بہیجا کتابیں اتاریں۔ ہر طرحکا شک و شبہ دور کردیا پہر
بہی تمام لوگ ایمان نہ لائے بلکہ بعض تو توحیدِ الٰہی و رسالتِ نبی میں جہگڑتے ہیں۔ یہ

نِعَمَہٗ
مکی و ابن عامر و شعبہ و حمزہ و کسائی ساتھہ سکون عین اور تا کے

۱ صحاح ستہ سوای ابن ماجہ کے (ابن کثیر) ۲ فعل لازمی ہی یعنے گدہے کا بولنا (فرہنگ آصفیہ) ۱۲

ناحق کا جھگڑا ہے جس کے لیے عقلی اور نقلی کوئی دلیل نہیں بعد ظہور دلائل وحدانیت
کے بھی جو بعض لوگ صرف تقلید سے شرک کرتے ہیں انکی تنبیہ کرتا ہے۔ یعنے کوئی بھی دلیل
ان کافروں کے پاس نہیں انکا مجادلہ صرف تقلیدی ہے۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ
اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اُسکی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا
تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسکی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ (کیا انھیں
کی پیروی کریں گے) اگرچہ شیطان انھیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو۔ اس میں
اُس تقلید کی مذمت ہے جو مخالف قرآن وحدیث ہو۔ اور جو موافق قرآن وحدیث ہو وہ
عین اتباع شریعت ہے۔ پھر مومن وکافر کا حال تفصیل سے بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ
وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ

لہ ومعناہ ایتبعونہم ولوکان کذا (نیشاپوری) العروۃ۔ مایتعلق بہ من عراہ ای ناحیتہ
وذلک علی سبیل التمثیل (مفردات) دستاویز محکم (غیاث) العروۃ الوثقٰی قول لاالٰہ الااللہ وھو
علی المثل واصل العروۃ من الشجر مالہ اصل باق فی الارض کالنصی والعرفج واجناس الخلۃ والحمض
فاذا امحل الناس عصمت العروۃ الماشیۃ۔ ضربھا اللہ مثلا لما یعتصم بہ من الدین فی قولہ فقد
استمسک بالعروۃ الوثقٰی۔ (تاج العروس) اصل عروہ کے معنے اُس جڑ کے ہیں جو زمین میں باقی رہجاتی
ہے پھر جب لوگوں پر قحط کا زمانہ آتا ہے تو جانور ان جڑوں کو کھا کر بچ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے دین کی مثال
اُس سے دی۔ کہ جو اس دین میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اُسے عذاب سے بچاتا ہے۔ بالعروۃ الوثقٰی قال

الْاُمُوْرِ ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝

اور جو اپنا منہ اللہ کی طرف متوجہ کردے اور وہ نیک کام کرنے والا ہو تو بیشک اُسنے

مضبوط دستاویز کو پکڑ لیا۔ اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام ہے۔ اور جو کوئی کفر

کرے تو (اے نبی) تمہیں اسکا کفر غمگین نہ کرے۔ ہماری ہی طرف انکا لوٹنا ہے پھر ہم بتادیں

جو کچھ انہوں نے کیا اس لئے کہ اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے ہم انھیں (دنیا میں) تھوڑا

فائدہ دیں گے پھر ہم انھیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔ یعنی جو اللہ کی طرف

پوری طور سے متوجہ ہوا اور اسکا ظاہر و باطن یکساں ہوگیا تو اب وہ اللہ سے ایک

مضبوط عہد لے لیا کہ وہ اسے عذاب نہ کریگا۔ اور چونکہ جمیع امور کا انجام اللہ کی طرف ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابن عباس لا الٰہ الا اللہ (ابن جریر)۔ قَلِيْلًا۔ ای تمتیعا قلیلا۔ یعنی نصبہ علی

المصدریۃ لانہ صفۃ مصدر مقدر۔ او زمانا قلیلا ای علی الظرفیۃ لانہ صفۃ زمان مقدر (خفاجی)

نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى۔ وقد اضطر الی الشیٔ ای الجیٔ الیہ (مختار) والاضطرار حمل الانسان علی ما یضرہ وھو

فی التعارف حملہ علی امر یکرھہ۔ وذلک علی ضربین احدھما اضطرار بسبب خارج کمن یضرب ویھدد حتی یفعل

منقادا او یوخذ قھرا فیحمل علی ذلک کما قال ثم اضطرہ الی عذاب النار ثم نضطرھم الی عذاب غلیظ ثم

یضطرہ۔ والثانی سبب داخل وذلک اما بقھر قوۃ لہ لا ینالہ بدفعھا ھلاک کمن غلب علیہ شھوۃ

خمر او قمار واما بقھر قوۃ ینالہ بدفعھا الھلاک کمن اشتد بہ الجوع فاضطر الی اکل میتۃ وعلی ھذا

قولہ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ وقال اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ فھو عام فی کل ذلک (مفردات)

تو اس شخص کی بھی انتہا رحمتِ الٰہی کی جانب ہوگی۔ بعد حال مسلمان کے کافر کا حال
بیان فرماتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ اُنکا مرجع ہماری طرف ہے ہم اُنکے
بُرے اعمال کا بدلہ دینگے کیونکہ اللہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ پھر کافروں کے
وبالِ تکذیب و کفر کو بیان فرماتا ہے۔ کہ اسطرح ملائکہ کی سختی اُن پر ہوگی کہ مجبور ہو کر سخت
عذاب میں جائیں گے۔ اور سخت عذاب اُنھیں اس لئے ہوگا کہ وہ خالقِ ارض و سما
کا شریک ٹہیراتے تھے اور پھر ان دونوں کی خالقیت کو اُسیکی طرف منسوب بھی کرتے تھے
آیت ۲۵ جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اور البتہ (اے نبی) اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں
کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہدو کہ سب تعریف
اللہ ہی کے لئے ہے۔ بلکہ اکثر اُن میں کے نہیں جانتے۔ یعنی جو آسمان و زمین کا خالق ہے
اُسی کے لئے حمد بھی سزاوار ہے۔ نہ اُس کے لئے جو کسی شے کا خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہے
جب اپنی ذات کے لئے اوصافِ کمال ثابت فرمایا تو اُس کے لئے دلیل بیان فرماتا
آیت ۲۶ ہے۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ اللہ ہی کے لئے
ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک اللہ وہی بے پروا سزاوارِ حمد ہے یعنی وہی
ان سب کا خالق و مالک ہے کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اُس کے محتاج ہیں۔ وہ ہر طرح

محمود ہے جب فرمایا کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو اُس کے
ملک کے محدود ہونیکا اور آسمان و زمین ہی میں انحصار کا وہم ہوتا تھا اس لئے
بیان فرماتا ہے کہ اُس کے معلومات و مقدورات بے حد و حصر و بے نہایت و ضبط ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ
مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اور اگر (فرض کرو) جس قدر زمین

وَالْبَحْرُ ابوعمر ساتھ فتحِ را کے۔

میں درخت ہیں قلم ہوں اور سمندر (سیاہی ہو) کہ اُس کے بعد سات سمندر اُسکی
مدد کریں اللہ کی باتیں تمام نہ ہونگی۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے یعنی اگر اللہ تعالےٰ
کے وہ کلمات جو اُسکی عظمت و جلال اور اُسکی صفات پر دلالت کرتے ہیں لکھے جائیں
اسطرح کہ تمام جہاڑ قلم بنیں اور سمندر سیاہی ہو پھر سات سمندروں سے اُسکی مدد
ہو تو قلم ٹوٹ جائیں گے اور دریا کا پانی ختم ہو جائیگا لیکن کلمات الٰہی کم نہوں گے
جب اپنی کمالِ علم و قدرت کو بیان فرمایا اب کافروں کے حشر کے محال سمجھنے کو
باطل فرماتا ہے کیونکہ کثرتِ ایجاد و اعدام اُسکی قدرت کے لحاظ کرتے مشکل نہیں۔ اسلئے

سات سمندر

له فاغنی عن ذکر المداد بمدّه لانه من مدّ الدوات وامدّها ای جعلها ذات مداد و زاد فی مدادها
(خفاجی) ؏ سات سمندروں کا ذکر بطور مبالغہ ہے نہ بطورِ حصر۔ اور نہ سات سمندر عالم کے محیط موجود
ہیں۔ جیسے بعض لوگوں نے اسرائیلیات (یعنے یہود و نصاریٰ کی روایات) سے بیان کیا ہے
جس کی ہم نہ تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب (ابن کثیر) ۱۲

کہ ایک مقدور سے جس طرح اسکی قدرت کا تعلق ہے اسیطرح مقدوراتِ غیر محصورہ
سے ہے کیونکہ اقتدار اسکا اسباب و آلات پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ اُس کے لیے ذاتی ہے
جس کے لیے صرف ارادہ ہی کافی ہے جس طرح فرماتا ہے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا آیت ۲۸
كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ تمہارا پیدا کرنا اور تمہارا زندہ کرنا مانند ایک
نفس کے پیدا کرنے کے اور زندہ کرنے کے جیسا ہی ہے بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا
ہے۔ ایک اور دلیل پیدائش و حشر کے اثبات کے لیے جو دن میں دو بار مشاہدہ میں
آتی ہے بیان فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ آیت ۲۹
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝
(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن
کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے ہر ایک[۱]
میعاد مقرر تک چلتا ہے اور بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے خبردار ہے یعنی گرمیوں
میں رات کا حصہ دن میں اور جاڑوں میں دن کم ہو کر رات میں داخل ہو جاتا ہے۔
اور ان سارے اسباب کا محرک ایک قادر مختار ہے جس کے بغیر حکم ایک ذرہ حرکت نہیں کر سکتا

[۱] سورج اور چاند کے لیے دن اور ماہ اور سال کی مقدار محدود ہے اور انکی انتہائے
مدت روز قیامت ہے ۱۲۰

اسی فرمایا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اور بیشک یہ جسے سوائے خدا کے پوجتے ہیں باطل ہے اور بیشک اللہ ہی برتر بزرگ ہے بعد آیت سماوی کے آیت ارضی بیان فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں اللہ کے احسان سے چلتی ہیں تاکہ تمھیں اپنی (قدرت کی) نشانیوں میں سے دکھائے بیشک اس میں ہر صبر کرنیوالے شکر گذار کے لئے نشانیاں ہیں۔ اللہ کی نشانیوں کے سب معترف ومقر ہیں لیکن صاحب بصیرت پہلے ہی سمجھ لیتا ہے اور جسکی بصارت میں ضعف ہے وہ اوّل مرتبہ نہیں سمجھتا جس طرح فرماتا ہے۔ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝ اور

ع ۱۱ / ۱۲

(حاشیہ: بل یدعون — نافع وکسائی وابن عامر وشعبہ بیاتہ — تنار خطاب سے)

ذٰلك ۔ ای ذلك الاتصاف بانه هو الحق ۔ والحق هو الثبوت والثابت الله وهو الثابت المطلق الذي لازوال له ۔ فكل ما عداه فله زوال نظرا اليه ۔ فهو الحق وما عداه الباطل (كبير) **فی ذٰلك** ۔ ای الاجراء یعنی اسطرح کشتیوں کے چلانے میں۔ **صبار شکور** ۔ یعنی ضرر میں صبر کرنیوالا خوشی میں شکر کرنیوالا۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ یہ دونوں حالتیں دریا میں سوار ہونے والے کیلئے ہوتی ہیں۔ **مقتصد** ۔ قال مجاهد ای كافر كما قال تعالى فلما نجٰهم الى البر اذا هم يشركون ۔ وقال ابن زيد هو المتوسط فی العمل (ابن کثیر) یعنی بعضے ہی شرک نہیں کرتے ورنہ اکثر شرک کرتے ہیں۔ **ختار** ۔ والختر اشد الغدر ومنه قولهم انك لا تمد لنا شبرا من غدر الا مددنا لك باعا من ختر۔ ختار صبار کے مقابلہ میں ہے

جب انھیں موج مثل پہاڑوں کے ڈہانک لیتی ہی تو خالص اسی کے لئے دعا کرنیوالے ہوکر
اللہ کو پکارتے ہیں پھر جب وہ انھیں خشکی کی جانب نجات دیتا ہی تو انمیں سے متوسط
ہیں۔ اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر عہد توڑنے والا ناشکرا۔ جب اللہ تعالے
نے دلائل بیان فرمائے۔ اب تقوی کی نصیحت فرمائی۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا ع ۱۴ / ۴
یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور
اُس دن سے خوف کرو کہ باپ اپنے بیٹے کے کام نہ آئیگا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے جو اپنے باپ
کے کچھہ کام آئے۔ بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے پس تمھیں دنیا کی زندگی دہوکا نہ دے اور
وہ دغاباز (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں دہوکا نہ دے۔ اس آیت میں دو شخصوں کا
ذکر فرمایا جن میں باہم نہایت محبت والفت ہوتی ہے چنانچہ باپ بیٹے سے سختیاں دور کرتا
ہے اور بیٹا باپ کے لئے ہر طرح کی اہانت قبول کرتا ہے۔ جب قیامت میں یہ دونوں کام

(بقیہ گذشتہ) کیونکہ ختر یعنے غدر بسبب بے صبری کے ہوتا ہے۔ اور کفور شکور کے مقابلہ میں ہے۔ (نیشاپوری)۔
لہ بعض عارفوں نے کہا کہ پروردگار کبھی اپنے افعال سے ڈراتا ہے جس طرح فرماتا ہے اِتَّقُوْا فِتْنَةً اور کبھی اپنے
صفات سے اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی۔ کبھی اپنی ذات سے وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔ ۲ یعنی الشیطان
قالہ ابن عباس ومجاھد والضحاک (ابن کثیر) ۳ کہتے ہیں کہ یہ کفار کے لئے خاص ہے۔ کیونکہ اولاد
مومنین اور ان کے باپ دادا ایک دوسرے کو نفع دیں گے۔ خود اللہ تعالے فرماتا ہے اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ
یعنے بشرط ایمان (روح البیان) ۱۲

نہ آئیں گے تو بطریق اولے دوسروں سے نفع کی کیا امید ہو۔ غرور سے مراد شیطان ہے
کہ طرح طرح کے دہوکے دیتا ہو اور اوس کے غرور وفریب سے یہ بہی ہے کہ وقوعِ قیامت میں
شبہ ڈالتا ہو کہ اسکا وقت نامعلوم ہو اگر وہ آنیوالی ہے تو اوسکا وقت بہی معلوم ہوتا۔ اُس کے
جواب میں اسیقدر کافی ہو کہ اُس کے وجود کا علم اُس کے موجد کو ہی چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ
عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ
غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ع بیشک اللہ ہی کے
پاس قیامت کا علم ہے۔ اور وہی بارش کو اتارتا ہو اور اُس چیز کو جانتا ہو جو رحموں میں ہے
اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں
مریگا۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ حدیث[1] میں ہو کہ مفاتیح الغیب یہی پانچ چیزیں
ہیں۔ رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ایسی ہیں کہ جنھیں سوائے
اللہ تعالے کے کوئی نہیں جانتا ہے۔ پہر یہ آیت آخر تک پڑہی۔ ان احادیث میں حصر نسبت
عوام کے ہے نہ خواص کے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے
نہ نکالا جب تک کہ کل شے[3] کی اطلاع نہ دیدی چنانچہ حاشیہ شنوانی علی المختصر ابن ابی جمرہ مطبوع

[1] امام بخاری ساتہہ دو سندوں کے۔ اور امام احمد ساتہہ چند سندوں کے (ابن کثیر) [2] امام احمد (ابن کثیر)
[3] اہل سنت وجماعت کے پاس شے مخصوص ہے ساتہ موجود فی الحال یا فی المآل کے۔ تو اب کل شے سے کل
موجود مراد ہے۔ خواہ موجود ہو چکی ہو یا آگے کو موجود ہو۔ اور معلومات آئندہ کہ جن میں معدومات ممکن

صفحہ ۲۳۹ - اس حدیث کے تحت میں مفاتیح الغیب خمس لایعلمہا الا اللہ ہے۔ یرد ہٰذا الحصر بما فی مصر
ان بعض الاولیاء لہ الکشف۔ واجیب بان ہٰذا الحصر بالنسبۃ للعامۃ لا للخاصۃ و
قد ورد ان اللہ لم یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا حتی اطلعہ علی کل شیء عینی
شرح بخاری جلد اول صفحہ ۳۳ میں حدیث فی خمس لایعلمہا الا اللہ کے تحت میں ہے
قال القرطبی لا مطمع لاحد فی علم شیء فی ہٰذہ الامور الخمس بہذا الحدیث۔ وقد فسر النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قول اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو بہٰذہ الخمس قال فمن
ادعی علم شیء منہا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعواہ۔
اس عبارت سے واضح ہے کہ پانچ چیزوں سے کسی چیز کے جاننے کا مدعی بایں شرط کاذب ہے کہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ممتنع بھی داخل ہیں اور شے صادق نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ کا علم اس پر بھی محیط ہے
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثالث صفحہ ۲ و العلیم العالم البالغ فی العلم المحیط علمہ السابق بجمیع الاشیاء
ظاہرہا وباطنہا دقیقہا وجلیلہا کلیاتہا وجزئیاتہا وہو من صفات الذات فہو تعالیٰ بعلم ذاتہ و
صفاتہ واسمائہ ویعلم ما یکون وما لا یکون من الجائزات وانہ لو کان کیف یکون ویعلم المستحیل
من حیث استحالتہ وانتفاء کونہ وما یترتب علیہ لو کان ومن ثمہ قال عز قائلا لو کان فیہما
اٰلہۃ الا اللہ لفسدتا الخ۔ اور ایک جگہ کہتے ہیں والمسئلۃ الثانیۃ ان المعدوم ہل ہو شیء ام لا
فمذہب اہل السنۃ الثانی۔ ومذہب المعتزلۃ الاول ۱۲ سے کیونکہ علامہ عینی نے امام قرطبی کا
قول بطور سند ذکر کیا ہے۔ اور علامہ مناوی روض النضیر شرح جامع صغیر میں تحریر فرماتے ہیں فاما قولہ
لا یعلمہا الا ہو فمفسر بانہ لا یعلمہا احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ہو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالیٰ

اس چیز کے علم کی اسناد و نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکرتا ہو جس سے
ثابت ہو کہ اس چیز کے جاننے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست ہے۔
غرض محققین کے پاس ہمارے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا احاطۂ علم ما کان وما یکون
پر باعطاء الٰہی ثابت ہو۔ صرف روح و وقتِ قیامِ ساعت دونوں کے جاننے میں اختلاف
ہو۔ اور باوجود اس کے آپ کا علم باعتبار علمِ الٰہی کے ایک قطرہ ہو جو بجائے خود ایک دریا ہو۔ اور
اس سے مساوات اللہ تعالےٰ کے علم سے لازم نہیں آتی کیونکہ اسکا علم معدومات پر جو نہ موجود
ہوئے نہ ہیں نہ ہوں گے۔ اور مستحیلات و ما ترتب علیہا پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی استقلالی
ازلی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیر ذاتی غیر استقلالی حادث ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فان ثمہ من یعلمہا وقد وجدنا ذلک لغیر واحد کما رأینا جماعۃ علموا حتی یموتون۔ وعلموا
فی الارحام حال حمل المرأۃ وقبلہ اھ۔ ۔ شرح الصدور فی حال الموتٰی والقبور مطبوع مطبع محمدی واقع لاہور
صفحہ ۲۹۵۔ اختلف اھل الطریقۃ۔ الاولےٰ ھل علمہا ۔۔ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابن ابی حاتم عن عبد اللہ بن
بریدۃ قال لقد قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم وما ۔۔ ح۔ وقالت طائفۃ بل علمہا واطلعہ علیہا۔ ولم یأمرہ
ان یطلع امتہ وھو نظیر الخلاف فی علم الساعۃ ۔۔ امام غزالی احیاء العلوم میں متعلق بیان روح کے فرماتے ہیں
ولا تظن ان ذلک لم یکن مکشوفا لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ مضمون صغیر میں فرماتے ہیں ھذا سوال
عن سر الروح الذی لم یؤذن لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی کشفہ لمن لیس اھلا لہ۔ شرح
مقاصد ج ۲ ص ۲۵ ولا یبعد ان یطلع علیہ (ای وقت وقوع القیامۃ) بعض الرسل
من الملائکۃ والبشر۔ یہ علماء اہلِ سنت وجماعت کے فتوے کا خلاصہ ہے ۱۲

عنایت کیا ہوا پس دعوئ مساوات کا محض جہالت ہے۔ اور اسپر طرّہ شرک و کفر کا الزام
لگانا محض ضلالت ہے۔ ایسے لوگ خواہ مخواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفورِ علم کی
تنقیص و تخفیض ایسے حیلوں اور حوالوں سے کرتے ہیں۔ اور آپ کی طرف نسبت جہالت
کی کرتے ہیں ایسی تنقیص اور نسبت جہالت کرنیوالے کا حکم شفا[١] اور اُسکی شرح میں موجود ہے۔

---

[١] وافتی ابو عبد اللہ بن عتّاب فی عشّار قال لرجل ادّ واشک الی النبی صلی اللہ علیہ و
سلم۔ و قال ان سألتُ او جهلتُ فقد جهل وسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقتل (شفاء شریف) متعلق
بافتی ای بقتله للکلام الذی صدر عنه من کمال جهله الخ (شرح شفا ملا علی جلد ثانی صفحہ ۳۹۰) یعنی
اس شخص کے قتل کا فتوے دیا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہالت سے منسوب کیا تھا۔ قال القاضی[١]
تقدم الکلام فی قتل القاصد لسبّه والازراء به وغمصه بای وجه کان من ممکن او محال۔ فهذا
وجه بیّن لا اشکال فیه الوجه الثانی لاحق به ای علیه فی البیان والجلاء وهو ان یکون القائل لما قال فی
جهته علیه الصلوٰة والسلام غیر قاصد للسب والازراء ولا معتقد له ولکنه تکلم فی جهته علیه الصلوٰة
والسلام بکلمة الکفر من لعنه او سبه او کذّبه اضافة ما لا یجوز علیه او نفی ما یجب له مما هو فی
حقه علیه الصلوٰة والسلام نقیصة مثل ان ینسب الیه باتیان کبیرة او مداهنة فی تبلیغ الرسالة
او فی حکم بین الناس او یغضّ[٢] من مرتبته او شرف او وفور علمه او زهده او یکذب بما اشتهر به من
امور اخبر بها علیه الصلوٰة والسلام وتواتر الخبر به عن قصد لرد خبره۔ او یاتی بسفه من القول
او بقبیح من الکلام ونوع من السب فی جهته وان ظهر بدلیل حاله انه لم یعمد ذمه ولم یقصد سبه۔
اما لجهالة حملته علی ما قاله او لضجر او منکرا او قلة مراقبة وضبط للسانه وعجرفة[٣] وتهور فی کلامه
فحکم هذا الوجه حکم الوجه الاول القتل دون تلعثم (توقف) اذ لا یعذر[٢] احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی

[١] جلد ثانی ص ۳۹۴۔

[٢] ای یخفض و ینقص ١٢۔

[٣] ای مجازفة۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم وسیع کا ثابت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یعنے ہم نے آپ کو وہ چیزیں سکھائیں جو آپ
نہیں جانتے تھے۔ تفسیر خازن میں ہے وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل
معناہ وعلمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك احوال المنافقین
وکیدھم بعض کہتے ہیں کہ آپ کو علم غیب سکھایا جسے آپ نہیں جانتے تھے بعض کہتے ہیں
آپ کو چھپے ہوئے امور بتائے اور دل کے ارادوں پر اطلاع دی۔ اور منافقین کے حالات اور
اُن کے مکاید سے آگاہ کیا۔ صاحب تفسیر حسینی تفسیر بحر الحقایق سے نقل کرتے ہیں کہ آں علم
ماکان وما یکون است کہ حق تعالیٰ در شب اسرے بآنحضرت عطا فرمود چنانچہ در
حدیث معراج آمدہ است۔ اور امام ربانی شیخ الہند شاہ عبد الحق محدث دہلوی مدارج
النبوۃ کے باب معراج میں لکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے علم اولین وآخرین کا دیا گیا اور
ایک قسم کا وہ علم ہے کہ جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ کسی کو اس کے تحمل کی طاقت

(بقیہ صفحہ گذشتہ) زلل اللسان ولا بشیٔ مما ذکرناہ اذکان عقلہ فی فطرتہ سلیما الا من
اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان الخ (شفاء شریف) ماحصل فیہ کہ متعلق اسقدر ترجمہ کافی ہے کہ جو شخص آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو یا آپکے بزرگ نسب کو یا آپ کی وفور علم کو یا زہد کو گستاخی یا عیب لگائے اگرچہ عیب
لگانا جان بوجھکر نہو اور نہ یہ اس کا اعتقاد ہو تو بھی ایسے شخص کا حکم قتل ہے کیونکہ کفر میں عذر جہالت اور
لغزش زبان نامسموع ہے الخ ۱۲

نہیں ہے۔ دوسری قسم کا وہ علم ہے جس میں مجھے اختیار دیا گیا جسے لایق دیکھوں اُسے تعلیم کروں۔ تیسرے قسم کا وہ علم کہ ہر خاص وعام امت کو تبلیغ احکام کروں۔ پھر شاہ صاحب ایک مقام پر آپکی عقل کامل اور علم شامل کے متعلق لکھتے ہیں وہر کہ مطالعہ کند احوال شریف اورا از ابتدا تا انتہا و بیند کہ چہ تعلیم کردہ است اورا پروردگار وافاضہ کردہ است بروے علوم واسرار ما کان و ما یکون حاصل شود ورا علم بہ نبوت او بے شوب و شکوک۔ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب علمہ وکمالہ انتہی۔ اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنے پس اپنی غیب پر کسیکو خبردار نہیں کرتا ہے مگر جس کو کہ پسند کرتا ہے پیغمبر سے۔ یعنی اس آیت میں جس غیب کی نفی دوسروں سے ہے اُسی غیب کا اثبات رسول علیہ السلام کے لئے بطور[1] تاکید ہے۔ اور اگر آیت کا یہ مطلب ہو کہ رسول مرتضیٰ کو بھی اطلاع نہیں ہوتی تو یہ تو فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا سے سمجھا گیا تھا۔ پھر استثنا نعوذ باللہ من ذلک لغو ہوجائے گا اور یہی فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی اور اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا ولیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے

[1] کیونکہ اثبات مجرد سے اثبات بعد نفی او کد وابلغ ہے۔ ہدایہ میں ہے لان الاستثناء من النفی اثبات علی وجہ التاکید کما فی کلمۃ الشہادۃ ۱۲-

برگزیدہ کرلیتا ہے۔ اس سے بھی بواسطۂ اخبارِ الٰہی ثبوت علم غیب رسول مجتبٰے کے لئے واضح ہے
اب جب بعض افرادِ علمِ غیب کا ثبوت انبیا کے لئے ہوگیا تو ان سے بطور اطلاق علم غیب کی
نفی نہیں ہوسکتی بلکہ انپر علم غیب کا اطلاق بلحاظ بعضے افراد کے بلاشبہ صحیح ہے اب اُن بعض
افراد کی تفصیل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لو کہ آپ کیا فرماتے ہیں صحیح بخاری[1]
باب بدا الخلق میں ہے عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا
فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ الخ حضرت[2]
عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک ایسے مقام میں کھڑے ہو
کہ ابتداء پیدائش سے بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ
میں داخل ہونے تک ہمیں خبردار فرمادیا" اسی حدیث کے حاشیہ پر کرمانی اور خیر جاری
سے لکھا ہے غایۃ الاخبار عن دخول اھل الجنۃ۔ والغرض انہ علیہ السلام اخبر عن المبدء
والمعاد والمعاش جمیعا۔ قال الطیبی دل ذلک انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر عن جمیع
احوال المخلوقات انتہٰی۔ یعنی الغرض آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبدأ اور آخرت
اور دنیا سب کی خبر دیدی طیبی نے کہا کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے جمیع احوال

[1] مطبوعہ احمدی صفحہ ۴۵۳ [2] الحمد للہ کہ اللہ تعالٰے نے حضرت عمرؓ کے نام کا یہ توجہ نالایق بڑا لاہے
جو ان کے روایت کی اشاعت کر رہا ہوں۔ اور جو احادیث کو اخفا کرتے ہیں وہ کتمانِ علم کی وعید سے ڈریں ۱۲

مخلوقات سے خبر دیدی تھی انتہیٰ شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ تحت میں اس حدیث کے لکھتے ہیں یعنے "احوالِ مبداٴ و معاد از اوّل تا آخر ہمہ را بیان کرد" بخاری و مسلم میں ہے۔ عن[1] حذیفة رضی الله عنه قال لقد خطبنا النبی صلی الله علیه وسلم خطبة ما ترك فیها شیئا الی قیام الساعة الا ذكره علمه من علمه وجهله من جهله ان كنت لاری الشیء قد نسیت فاعرف ما یعرف الرجل اذا غاب عنه فراٰه فعرفه۔ اور صحیح مسلم کے کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں ہے عن[2] حذیفة رضی الله عنه انه قال اخبرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم بما هو كائن الی ان تقوم الساعة الحدیث۔ اور بھی صحیح مسلم میں ہے عن[3] عمرو بن اخطب رضی الله عنه حدیث خطبة النبی صلی الله علیه وسلم بعد الفجر الی الظهر ومنه الی العصر ومنه الی المغرب

---

[1] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایک خطبہ پڑھا جس میں قیامت تک کا سب کچھ ذکر فرمادیا جس نے سیکھا سیکھا جسنے بھلایا بھلایا۔ میں کسی چیز کو دیکھ لیتا ہوں کہ بھولی ہوئی یاد آگئی ہے۔ جسطرح کوئی غایب ہوئی چیز کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔ اس حدیث کے حاشیہ صفحہ ۱۰۷ میں شرح عینی سے لکھا ہے کہ ما ترك فیها شیئا ای من الامور المقدرة من الكائنات یعنے امور مقدرہ کائنات سے کچھ نہ چھوڑا۔ [2] انھیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو خبردار کر دیا جو کچھ قیامت تک ہوگا۔ [3] صحیح مسلم میں عمرو ابن اخطب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ آپ نے بعد فجر سے ظہر تک پھر اُس سے عصر تک پھر اُس سے مغرب تک خطبہ پڑھا۔ پس ہمیں پھر خبردار فرمادیا جو کچھ کہ ہوا اور جو کچھ کہ ہوگا پس ہم سے بہت حافظہ والا بڑا اعلم والا ہے۔ ۱۲

آنحضرت کا مافی السموات والارض کو جاننا -

وقال فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا - اور مشکوٰۃ کے باب المساجد کی تیسری فصل میں حدیث ہے جس میں دیدارِ الٰہی اور دونوں شانوں میں کف کو رکھنے اور پستانوں میں سردی پہنچنے کا ذکر ہے بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَتَجَلّٰی لِی کُلُّ شَیۡءٍ وَّعَرَفۡتُ یعنے پس ظاہر ہوئی میرے لئی ہر شے اور میں نے پہچان لیا۔ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میں نے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) سے سوال اس حدیث کا پوچھا کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اُسی باب کی دوسری فصل مشکوٰۃ میں دارمی اور جامع ترمذی سے اسی مضمون کی حدیث ہے جس میں آپنے فرمایا ہے فَعَلِمۡتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یعنے پس میں نے[1] جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے

آنحضرت کو علم دینے کا ثبوت

[1] قطب الدین بھی مظاہرِ حق جلد ثانی صفحہ ۲۵۶ میں بول اٹھا کہ پس پائی میں نے سردی اسکی۔ یہ کنایا ہے پہونچنے اثر اُس فیض کے سینے قلب شریف میں۔ پس جب یہ فیض قلب شریف میں پہونچا تو حضرت فرماتے ہیں کہ جان لی میں نے ہر چیز کہ آسمان و زمین میں ہے۔ اور پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب اُس حال کے اور ساتھ قصد گواہی کے اوپر ممکن ہونے اسکے یہ آیت وَکَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ہم نے تمہیں آسمان و زمین کی چیزوں کا علم دیا ہے اسیطرح دکھاتے ہم نے ابراہیم کو عالم ربوبیت کے اور الوہیت کے الخ" اور بھی اسی صفحہ میں لکھا۔ اور زیادہ کیا ترمذی نے اُس میں یہ کہ فرمایا اللہ تعالے نے یعنے بعد دینے علم کے پھر سوال کیا الخ جو لوگ کہتے ہیں کہ "قرآن و حدیث و اقوال علما سے لفظ عطا اور دینا ثابت نہیں ہوتا" وہ اپنے ہی ہم مذہبوں کی کے الفاظ کو دیکھکر شرمائیں۔ ورنہ اُسے ہی کافر و مشرک بنائیں۔۱۲

معلوم کریا حضرت شیخ محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں پس دانستم ہرچہ در
آسمانہا و ہرچہ در زمین بود عبارتست از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آن الخ
علامہ قسطلانی شارحِ صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں اخرج الطبرانی[1] عن ابن
عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا
والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری طرف دنیا اٹھائی پس میں اسے دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اپنے
ہاتھ کی ہتیلی دیکھ رہا ہوں پھر صاحب مواہب لدنیہ نے صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی
حدیثیں نقل کرکے آخر باب میں لکھا ہے ولا شک ان اللہ تعالی قد اطلعہ علی ازید من ذالک
والقی علیہ علم الاولین والاخرین یعنے اللہ تعالیٰ نے بیشک آپکو (یا رسول اللہ) اس سے
بھی زیادہ پر خبردار کیا ہے اور آپکو اولین و آخرین کے علم عطا فرمائے ہیں ۔ امام احمد مسند میں
اور صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں عرضت علی امتی باعمالھا حسنھا و قبیحھا یعنے میری امت اپنے اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے
سامنے پیش کیگئی ۔ طبرانی و ضیا مختارہ میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل

---

[1] اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابو نعیم حلیہ میں ۱۲

منهم من احد کم بصاحبه یعنی گذشتہ رات میری اُمت اس حجرہ کے پاس مجھ پر پیش کی گئی یہاں تک کہ بیشک میں اُن کے ہر شخص کو اُس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔ صحیح مسلم میں ہے ان الله زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها یعنے اللہ تعالےٰ نے میرے لئے زمین کو ایک جا کر دیا میں نے اُس کے مشارق و مغارب سب کو دیکھ لیا۔ صحیح بخاری میں ہے والذی نفسی بیده لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلا یعنی اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت ہی روتے اور کم ہنستے۔ اب یہ آیات و احادیث صاف بتا رہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع موجودات کے احوال اور امورِ متعلقہ کائنات اور جو کچھ ہوا اور ہوگا سب پر مطلع ہوئے اور انکی خبر بھی دی اسی لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اکثر اوقات آپ سے عرض کرتے الله ورسوله اعلم[1] یعنے اللہ اور اسکا رسول زیادہ عالم ہیں۔ مواہب لدنیہ میں ہے وقد اشتهر وانتشر امره صلے الله علیه وآله وسلم بین اصحابه بالاطلاع علی الغیوب حتی ان کان بعضهم یقول لصحابه اسکت فوالله لو لم یکن عنده من یخبره لاخبرته

---

[1] اگر منکرین اس کا ثبوت چاہیں گے تو یہ عاصی متعدد حدیثیں صحاح سے پیش کریگا۔ اعلم جو افعل التفضیل کا صیغہ ہے صحابہ نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ثابت کیا۔ برخلاف ان نجدیوں کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادتی علم کی نفی کرتے ہیں۔ ایک صحاح کی حدیث کے یہ لفظ ہیں۔ اللہ ورسولہ ارحم بنا من انفسنا یعنے اللہ اور اس کے رسول ہم سے زیادہ ہم پر رحیم ہیں۔ ۱۲

بجارۃ البطحاء یعنے تمام صحابہ غیوب پر آپکو مطلع سمجھتے تھے - یہانتک کہ صحابہ آپس میں کہتے تھے کہ چپ ہو رہو اگر کوئی شخص آپ کو اطلاع نہ دیگا تو مکہ کے کنکر پتھر آپ کو اطلاع دیں گے یعنے کوئی شے آپ پر مخفی نہ رہیگی - غرض اہلِ سنت وجماعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علمی کو مانتے ہیں اور آپ کو علمِ مخلوقات جانتے ہیں - حیات میں اور بعد انتقال بھی - علامہ ابن الحاج مدخل میں اور علامہ قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں - قد قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالیٰ لا فرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مشاہدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالہم ونیاتہم وعزائمہم وخواطرہم وذلک جلی عندہ لاخفاء بہ یعنے بیشک ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ حیات اور انتقال میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ آپ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں - اُن کے ہر حال انکی ہر نیت اُن کے ہر ارادے ان کے دلوں کے ہر خطرہ کو پہچانتے ہیں - اور یہ سب چیزیں آپ پر روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں - حضرت مولانا روم فرماتے ہیں

در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
گر ہزاراں مدعی سر بر زند	گوش قاضی جانبِ شاہد کند

(حاشیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بعد انتقال مثل حیات کے ہے ۱۲)

لہ علامہ ابن حجر مکی افضل القریٰ میں فرماتے ہیں لان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین وما کان وما یکون ۱۲

برخلاف اہل سنت کے یہ اعتقاد کے بدعتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علمی کے منکر بلکہ معاذ اللہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہ تھا۔ اور اس کلمہ کفر پے بیشمار آیات قرآنیہ واحادیث

لہ علم الغیب صفحہ ۲۰ لانہ مادرد فی امرہ غیر متیقن بنجاتہ ثلہ پہلی آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر یعنے تاکہ اللہ تعالیٰ بخشدے تمہارے لئے سب اگلے پچھلے گناہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا هنیاً لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا۔ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے صاف فرمادیا کہ آپ کے ساتھ کیا کریگا اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کریگا اسپر آیت اتری لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری الخ یہ آیت و حدیث ناسخ ہے اسکی جو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا (علم غیب صفحہ ۲۴) لیکن یہ بدعقیدہ لوگ حضرت کا علم عظیم گھٹانے کے لئے منسوخ کیا بلکہ موضوع حدیث تک بیان کرکے لوگوں کو دہوکا دیتے ہیں۔ اور اُس کے موضوع ہونے کو چھپاتے ہیں چنانچہ علم غیب صفحہ ۱۱ میں لکھا شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا و نیز فرمودہ است من بشرم نمیدانم کہ پس این دیوار چیست یعنے بے دانا نیدن حق تعالیٰ انتہی حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے اینجا اشکال می آرند کہ در بعضے روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمیدانم آنچہ در پس ایں دیوار است۔ جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایات بداں صحیح نشدہ است انتہی۔ دیکھا کہ شیخ قدس سرہ تو اُسے بے اصل بتاتے ہیں۔ اور یہ لا تقربوا الصلوٰۃ پہ عمل کرکے اپنی دلیل گردانتے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی بہی اس حدیث کے نسبت لا اصل لہ فرمایا۔ علامہ ابن حجر مکی افضل القرٰی میں لم یعرف لہ سند فرمایا دوسری آیت للاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ یعنے اے نبی بے شک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے اور بہی فرمایا ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ یعنے البتہ قریب ہے تمہیں تمہارا پروردگار اتنا عطا فرمائیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور بہی فرمایا۔ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم یعنے جسدن

نبویہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور بعد انتقال یا رسول اللہ کہنے کو شرک کہتے ہیں اور ہزاروں علما
وصلحائے سلف وخلف کو جنہوں نے آپ کو پکارا مشرک سمجھتے ہیں اور اولیائے استعانت کو بطریق
اولے شرک جانتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ کے کتاب الجہاد
میں فرماتے ہیں کہ در قریب این زمان فرقہ پیدا شدہ کہ منکر اند استمداد واستعانت از
اولیائے خدا کہ نقل کردہ شدہ اند زیں دار فانی بدار بقا۔ وزندہ اند نزد پروردگار خود
مرزوق اند وخوش حال اند ومردم را ازاں شعور نیست ومتوجہان بجناب ایشاں را
مشرک بخدا وعبدۂ اصنام می دانند ومیگویند آنچہ میگویند۔ اوراس کے پہلے ادلہ بیان
فرماکے یوں لکھتے ہیں ومحکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ
ازاں خارج از حصر است۔ ومذکور است در کتب ورسائل ایشاں۔ ومشہور است میان ایشاں

اس فرقہ کے متعلق حضرت شاہ عبد الحق کا بیان

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اللہ تعالےٰ رسوا نہ کریگا نبی اور ان کے ہمراہیوں کو۔ اُن کا نور اُن کے آگے اور داہنے چولا
کریگا۔ اور یہی فرمایا عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یعنے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں
کھڑا کریگا۔ افسوس باوجود ان آیات کے آپکا اپنی خاتمہ کا علم نہ تہا کہنا اور آپ کے علم کو شیطان کے علم
سے کم بتانا جس طرح براہین قاطعہ میں ہے بیشک یہ آپ کو عیب لگانا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنے جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اُن کو دکھہ کی مار ہے
اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا یعنے
جو لوگ اللہ اور اوس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے انپر دنیا وآخرت میں لعنت فرمائی اور انکے
لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۱۲

شاہ صاحب جیسے محدث نے صاف صاف کہدیا کہ اسی زمانہ میں یہ فرقہ نکلا ہے کہ جو اولیائے
استمداد و استعانت کو شرک کہتا ہے الخ خدا اہل سنت کو اس بدعتی[له] فرقہ کی صحبت سے بچائے
جو موحدوں کو مشرک بناتا ہے۔ دور کیوں جائے خود قرآن ہی[سه] میں علم ما کان و ما یکون موجود ہے

له کیونکہ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک اعتقادیں۔ دوسرے اعمال میں۔ پھر ایسے وقت میں یہ شعر
اُنہیں پر خوب صادق آتا ہے۔ عطائے تو بہ لقائے تو ۔

سنی خوش نصیب کو باغ و بہار ہے۔	بدبخت بدعتی کو جہنم کی مار ہے۔

سه وفیہ (ای فی کتاب اللہ) من اسماء الآلات وضروب المأکولات والمشروبات والمنکوحات وجمیع ما وقع ویقع فی الکائنات ما یحقق معنے قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیء (تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۳۲) (**فائدہ**) قرآن مجید و احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہر ایک شے چھوٹی یا بڑی آسمان میں پوشیدہ ہو یا زمین میں ہو چکی ہو یا آیندہ قیامت تک ہونیوالی ہو سب کی کمیت اور کیفیت لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ تفسیر حسینی میں ہے عَالِمِ الْغَیْبِ داننده پوشیدہاست لَا یَعْزُبُ دور نشود عَنْهُ از علم او یا پوشیدہ نگردد از و مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ ہم سنگ مورچہ خورد یا بوزن ذرہ از ذرات ہوا فِی السَّمٰوٰتِ در آسمانہا وَلَا فِی الْاَرْضِ ونہ در زمین وَلَا اَصْغَرُ ونیست خوردتر مِنْ ذٰلِكَ از مثقال ذرہ وَلَا اَكْبَرُ ونہ بزرگ تر ازاں اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مگر آنکہ مکتوب است در کتاب مُبِیْنٍ روشن یعنی در لوح محفوظ مجموع اینہا را ثبت کردہ (تفسیر حسینی) قال النسفی رحمہ اللہ تعالٰی کانہ قال ما من شیء شدید الغیبوبۃ الا وقد علمہ اللہ واحاط بہ واثبتہ فی اللوح المحفوظ والمبین الظاہر البین لمن ینظر فیہ الملئکۃ (مدارک) وقال تعالٰی وکل صغیر وکبیر من الاعمال ومن کل ما ہو کائن مستطر مسطور فی اللوح المحفوظ (مدارک) وعن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما خلق اللہ القلم فقال لہ اکتب فقال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عالم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ماکان وما ھو کائن الی الابد رواہ الترمذی (مشکوٰۃ) اور آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اشیا لوح محفوظ میں ہیں۔ اور صاحب مدارک کے قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہراً اسے اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اس میں فرشتے دیکھتے ہیں۔ ملا علی قاری بھی مرقاۃ جلد اول صفحہ ۱۲۲ میں لکھتے ہیں وحکمۃ ذلک اطلاع الملئکۃ علی ما سیقع لیزدادوا بوقوعہ ایمانا وتصدیقا ویعلموا من یستحق الصلاح واللائم فیعرفوا الکل مرتبتہ۔ صاحب روح البیان اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فرشتوں پر حصر کی کوئی وجہ نہیں بلکہ علماء ربانی یعنی عارفان حق بھی اُسے جانتے ہیں یقول الفقیر ان الملئکۃ لیست من اھل الترقی والتنزل فنقصر الفائدۃ علی ذلک مما لا معنی لہ بل نقول ان اللوح قلب ھذا التعیین کقلب الانسان فلا انتقش فیہ ماکان ومایکون وھو من مراتب التنزلات فقد ضبط اللہ فیہ جمیع المقادیر والذات الکونیۃ لفوائد ترجع الی العباد یعرفھا العلماء باللہ تعالیٰ۔ اسی لئے علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں کس دھوم دھام سے آنحضرت کے لئے علم لوح وقلم ثابت فرمایا۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ — سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

وَلَنْ یَّضِیْقَ رَسُوْلَ اللہِ جَاھُکَ بِیْ — اِذَا الْکَرِیْمُ تَجَلّٰی بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا — وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

شیخ خالد ازہری حاشیہ بردہ میں تحریر فرماتے ہیں ومعنی الابیات الثلثۃ الخ وعلم اللوح والقلم من علمک وانت الحقیق بذلک انتہٰی۔ علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح بردہ میں نقل کرتے ہیں فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہ صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض الاٰخر اجیب بان البعض الاٰخر ھو ما اخبرہ اللہ تعالیٰ عنہ من احوال الاٰخرۃ لان القلم انما کتب فی اللوح ما ھو کائن الی یوم القیامۃ فقط انتہٰی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حل العقدۃ شرح البردہ میں تحریر کرتے ہیں وکون علمھا من

اور فرمایا ونزلنا علیک القرآن تبیانا لکل شیٔ عرایس البیان مطبوع کشوری صفحہ ۵۳۶ میں ہے

قال ابو عثمان المغربی فی الکتاب تبیان کل شیٔ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم ھو المبین لتبیان الکتاب

اس سے تمام وہ چیزیں جو دنیا میں موجود ہو چکی اور ہونگی اور ہیں انکا قرآن میں ہونا اور آپکا مبین و عالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ہاں قبل نزول جمیع قرآن شریف اگر بعضے اشیاء کا علم آپ کو نہ تھا تو ممکن ہے لیکن بعد نزول جمیع کوئی شے آپ سے مخفی نہ رہی۔ اگر کسی کو دعوے ہو تو ایک آیت قطعی الدلالہ یا اسیطرح کوئی حدیث لائیں جس سے صاف ثابت ہو کہ بعد نزول تمام قرآن بھی فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رہا۔ اور جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا اب جو آیات کہ علم غیب کی آپ سے نفی کرتے ہیں وہ ہمارے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) علومہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها یکون سطرا من سطور علمہ وحرفا من سطور علمہ انتہی۔ کتاب الابریز صفحہ ۲۵۸ میں ہے یعلم صلی اللہ علیہ وسلم من العرش الی الفرش ویطلع الی جمیع ما فیہا وھذہ العلوم کلہا بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم کالف من ستین حزبا التی ھی القرآن العزیز انتہی۔ تفسیر حسینی میں ہے در بحر الحقایق آوردہ کہ کلمہ نون اشارت است بعلم اجمالی مندرج در احدیت ذاتیہ جمعیہ وقلم شیر است بعلم تفصیلی مندرج در وحدانیت اسمائیہ پس حق سبحانہ قسم یاد کردہ بعلم اجمالی کائن در احدیت وبعلم تفصیلی ثابت فرمود در وحدیت یا بحبہ قلم کریم از دوات قدیم تو یعنی حروف آلہیہ مجردہ علویہ وکلمات ربانیہ مرکبہ سفلیہ جوالبش اینکہ تو بہ نعمت پروردگار خود مستورہ غیبی یعنی بر تو نہ پوشیدہ اند اسرار ازل و ابد را انتہی ۱۲ (ملخص از منیر الدین)

آیات سے عموم علم غیب حضور ثابت ہے اور علم ما کان کا اطلاق و استدلال کی عموم سے

مدعا کے ہرگز منافی نہیں ہے کیونکہ اُن میں نفیِ علمِ مطلق واستقلالی وبذاتہ ومن ذاتہ و
بلاواسطہ واصالۃ مراد ہے شرح شفا خفاجی میں ہے۔ ھذا لاینافی الآیات الدالۃ علی انہ

ؔلہ تفسیر خازن میں ایسی آیات کو تواضع وغیرہ پر محمول کیا ہے چنانچہ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۹ تحت آیہ کریمہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب۔ الآیہ۔ کے ہے۔ وانما نفی عن نفسہ الشریفۃ ھذہ الاشیاء تواضعا للہ تعالی واعترافا بالعبودیۃ وان لا یقترحوا علیہ الآیات اسی جلد کے صفحہ ۵۷ آیت لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر کی تحت میں ہے فان قلت قد اخبر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذلک وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی الغیب فلما اطلعہ اللہ عزوجل اخبر بہ کما قال فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ او یکون خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سؤالھم ثم بعد ذلک اظہرہ اللہ سبحانہ وتعالی علی اشیاء من المغیبات فاخبر عنہا لیکون ذلک معجزۃ ودلالۃ علی صحۃ نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ واضح ہے کہ یہ آیات عدمِ علمِ غیب مانحن فیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دال نہیں ہیں اسپر ان سے استدلال سفاہت یا عناد یا غفلت سے خالی نہیں ہے اگر قطعًا یہ آیات اسپر دلالت کرتے تو اہل سنت محققین کیوں انکے خلاف آپ کے شمولِ علم کے قائل ہوتے۔ مولانا جامی نقد النصوص میں فرماتے ہیں لان الحقیقۃ المحمدیۃ فی صورۃ الاسم الجامع الالٰہی ھی ترب صور العالم کلہا بالرب الظاہر فیہا فلابد لہا من الاتصاف بالصفات الالٰہیۃ کلہا من العلم الشامل والقدرۃ وغیرہما یتصرف فی اعیان العالم علی حسب استعداداتہا ولکن ذلک انما ھو من جہۃ حقیقتہا لا من جہۃ بشریتہا الخ ۱۲

لا یعلم الغیب الا اللّٰہ تعالیٰ فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللّٰہ تعالیٰ فامر متحقق بقولہ تعالیٰ فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الخ۔ شرح جامع صغیر میں مناوی ہے واما قولہ لا یعلمہ الا ہو فمفسر بانہ لا یعلمہ احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ہو۔ اب ہے سوی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے انبیا اور انکے بعد اولیا ان سب کیلیے علم ماکان و مایکون کا کہیں احادیث میں ذکر نہیں۔ ہاں جسقدر اللہ نے انھیں آگاہ کروایا اسکے وہ واقف تھے

چنانچہ اللہ تعالیٰ علم آدم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا الیٰ تَكْتُمُوْنَ اور حق تعالیٰ نے آدم کو کل (مخلوقات) کے نام بتادیے پھر اُن چیزونکو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا اگر تم (اس دعوے میں کہ ہم مستحق خلافت ہیں) سچے ہو تو ہمیں ان (چیزونکے) نام بتاؤ فرشتوں نے عرض کیا کہ تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو کچھ کہ تونے سکھا دیا۔ بیشک تو ہی دانا اور حکیم ہے۔ اللہ نے آدم کو حکم دیا اے آدم تم انھیں اُن (چیزونکے) نام بتادو۔ پھر جب آدم نے فرشتونکو اُن چیزونکے نام بتادیے تو خدا نے فرمایا کہ کیوں ہم نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں زمین و آسمان کی مخفی چیزونکو جانتا ہوں۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو میں جانتا ہوں" ہمیں ان آیات سے چند باتیں ثابت کرنا مقصود ہے (۱) فضیلت علم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم علیہ السلام میں اپنی کمال حکمت کو صرف انکے علم سے ظاہر فرمایا۔ پس اگر امکان میں کسی شئی کا وجود علم سے اشرف ہوتا تو ضرور تھا کہ آدم کی فضیلت کا اظہار اُسی شئے سے ہوتا۔ نہ علم سے۔[1] (۲) فرشتونکا علم آدم علیہ السلام کے علم سے کم تھا (۳) اسی علم کے سبب سے آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ اور خلیفہ ہوئے[2] (۴) اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے یہ فرمانا کہ الم اقل لکم انی

علم آدم علیہ السلام کا بیان:

[1] لیظہر بذالک کمال فضلہ وقصورہم عنہ فی العلم (کبیر) [2] فعلم آدم کان سببا لحصول السجدۃ والتحیۃ (کبیر) ۱۲

اعلم غیب السمٰوات والارض یعنے میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں کے اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں الخ دلالت کر رہا ہے کہ جو آدم علیہ السلام کو اسما سکھلائے گئے تھے وہ غیب ہی تھے۔ کیونکہ کسی شے کو غیب و غائب جو کہتے ہیں وہ آدمیوں کے اعتبار سے ہے نہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے اس لئے کہ کوئی شے اُس سے غائب پوشیدہ نہیں اور یؤمنون بالغیب سے وہ غیب مراد ہے جو زیر حواس نہ آئے اور بداہت عقل بھی اُس پر نہ دلالت کرے بلکہ اُس غیب کا معلوم ہونا انبیا علیہم السلام کے آگاہ کرنے سے ہوتا ہے تو اب یہ اسما وہ تھے کہ جس کا علم ملائکہ کو بھی نہ تھا۔ اور خود عالم ملکوت غیب اضافی ہے تو یہ اسما بطریق اولےٰ غیب اضافی ہوں گے۔

لہ جیطرح مفردات میں راغب نے کہا ویقال للشئ غیب وغائب باعتبارہ بالناس لا باللہ تعالیٰ فانہ لا یغیب عنہ شئ کما لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ والغیب فی قولہ یؤمنون بالغیب ما لا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداہۃ العقول۔ وانما یعلم بخبر الانبیاء علیہم السلام الخ تاج العروس شرح قاموس میں ہے قال ابو اسحاق الزجاج فی قولہ تعالیٰ یؤمنون بالغیب ای بما غاب عنہم فاخبرہم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنۃ والنار وکل ما غاب عنہم مما انبأہم بہ فہو غیب الخ۔ جن اشیا کے علم و ادراک کے لئے کوئی ذریعہ اور آلہ نہیں بنایا گیا وہ غیب حقیقی ہیں جسکی نہ بشر کو خبر ہے نہ ملک کو جیسے حضرت حق سبحانہ کے اسرار ذات وکمال صفات یا بعضے اسما جس کیلئے حدیث میں بما استأثرت بہ فی علم الغیب عندک آیا ہے۔ اور جن کے دریافت کے لئے ذرائع ہیں۔ مگر عام طور پر نہیں بعض بعض مخلوق کو عطا ہوئے ہیں جیسے عالم ملکوت۔ اور وہ چھپی ہوئی باتیں جو بشر کے حواس و قیاس سے باہر اور فرشتوں پر ظاہر ہیں وہ غیب اضافی ہیں۔ اور ہمارے اعتبار سے عالم غیب ۱۲۔

بیان علم غیب حضرت آدم علیہ السلام - بیان علم حضرت نوح علیہ السلام

معالم التنزیل میں آیت وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ آدم کو ہر شے کا نام سکھلا دیا۔ یہاں تک کہ بڑے پیالے اور چھوٹے پیالے کا۔ بعضوں نے کہا کہ اسماء ما کان وما یکون قیامت تک کے سکھلا دیے گئے جب حضرت آدم کا یہ علم تھا تو اسی لئے علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسما اور مسمیات دونوں معلوم ہیں حضرت نوح اپنی قوم سے اپنے علم کا بیان اسطرح فرماتے ہیں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اور اللہ سے میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اللہ تعالی نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرما کے حضرت سے مخاطب ہوتا ہے۔ تِلْكَ

لہ علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الاحمدیہ شرح قصیدۃ الہمزیہ صفحہ ۲۰ – اس شعر کی شرح میں ہے

لَكَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ مِنْ عَالِمِ الْغَيْبِ		وَمِنْهَا لِاٰدَمَ الْاَسْمَاءُ

بعد تقریر تحریر فرماتے ہیں فحاصل الفرق بین نبینا صلے اللہ علیہ وسلم وبینہ ان نبینا علم الاسماء والمسمیات کلہا انتہی عارف ربانی امام شعرانی الیواقیت والجواہر صفحہ ۲ میں تحریر فرماتے ہیں فان قلت فلم کان محمد صلے اللہ علیہ وسلم افضل من ابیہ آدم علیہ السلام واقوی استعدادا منہ مع انہ فرع من آدم علیہ السلام۔ فالجواب کما قال الشیخ فی الباب الخامس من الفتوحات انہ انما کان افضل من ابیہ آدم لانہ کان حاملا لالفاظ الاسماء ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کان حاملا لمعانیہا وھی جوامع الکلم المشار الیہا بحدیث اوتیت جوامع الکلم فمن حصل علی الذات حصل علی الاسماء وکانت تحت حیطۃ علمہ ومن حصل علی الاسماء لا یکون محصلا للذات الذی ہو المسمی انتہی خلیق ہے

بو عطر صندلی میں ہے صندل سے بھی فزوں		آدم سے شان بڑھ گئی خیر الوریٰ کی ہے

مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهَاۤ اِلَیۡکَ یعنے یہ غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم تمہاری طرف
وحی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم کے متعلق فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ
مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یعنے ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو عجائب وغرائب آسمانوں کے اور
زمین کے دکھلائے (تفسیر حسینی) سابق میں مشکوۃ کی حدیث میں گذر چکا ہے کہ جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز آسمان اور زمین کی جان لی تو اللہ تعالے نے یا آنحضرت
نے اس کے ممکن ہونے کی تصدیق میں وہی آیت سابق پڑہی۔ جب حضرت ابراہیم کو
یہ علم وسیع عنایت ہوا تو سید المرسلین بطریق اولے اس کے مستحق ہیں۔ کیونکہ سیادت کیلئے
زیادتی علم کی بھی ضرورت ہے حضرت اسحٰق کے علم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے وَبَشَّرُوۡهُ
بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ یعنے فرشتوں نے ابراہیم کو ایک بہت بڑے علم والے (لڑکے) کی خوشخبری دی
حضرت یوسف بھی فرما رہے ہیں۔ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ۔ علیم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور حقیقی طور پر
علیم کے ساتہ متصف ہونا صرف اللہ کے لئے سزاوار ہے۔ لیکن مجازی طور پر اسکا اطلاق
مخلوق پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق قدس سرہ نے مدارج النبوۃ کی ابتدا میں وَهُوَ

بیان علم ابراہیم علیہ السلام

بیان علم اسحاق علیہ السلام

لہ حق تعالے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر لایا اور سب آسمان اور زمین عرش سے تحت الثریٰ تک انپر کہولدئے (تفسیر حسینی) لہ وعلیم فعیل من ابنیۃ المبالغۃ (تاج العروس) وفعیل من ابنیۃ المبالغۃ (نہایہ) لہ اذ کان الموصوف فی الحقیقۃ بالعلیم ہو تعالیٰ (مفردات) ۱۲

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ کہہ کے حمد و نعت دونوں کو ادا کر دیا۔ لیکن جنھیں حقیقت و مجاز کی تمیز
نہیں وہ شاہ صاحب کو بھی مشرک بنا دیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے علم کا اسطرح
بیان فرماتے ہیں وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف
سے جو تم نہیں جانتے۔[1] کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور پھر مجھ سے آئندہ ملیں گے۔ چنانچہ
جب خوشخبری دینے والا آیا اُس نے یوسف علیہ السلام کا کرتہ یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالدیا۔ وہ بینا
ہو گئے تو آپنے وہی پہلے قول کو پلٹایا قَالَ اَلَمْ[2] اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔
فرمایا کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں
جانتے۔ رسول[3] اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے
تو کم ہنستے اور بہت روتے۔ یہ بھی[4] فرمایا کہ آسمان میں چار انگل کی جگہ نہیں مگر یہ کہ وہاں
فرشتہ اللہ کے لئے سربسجود ہے اور اس سے پہلے فرمایا اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا
تَسْمَعُوْنَ یعنی میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے
اگر ان آیات و احادیث کے مطابق اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ باتیں
جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے اور وہ اشیا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے۔ اور وہ باتیں
سماعت فرماتے ہیں جو ہم نہیں سنتے تو یہ آپکے ارشاد کی تصدیق ہوئی نہ یہ کہ معاذ اللہ

---

[1] تفسیر حسینی [2] بخاری یہ حدیث سابق میں گذری [3] ترمذی۔ ۱۲

کفر و شرک بلکہ کفر سے تو وہ شخص ڈرے جو حضرت کے علم کی نفی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ
آپ کچھ نہیں جانتے تھے۔ داؤد و سلیمان کے علم کے متعلق فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا یعنی بیشک البتہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عنایت کیا تھا حضرت
سلیمان کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا تھا چنانچہ آپنے فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ
چیونٹی کی گفتار کو بھی آپ نے سمجھ لیا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔
عیسے علیہ السلام اپنے معجزات اور اپنے علم کے متعلق اسطرح فرماتے ہیں۔ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ
مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ
وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرند کی سی صورت بناتا ہوں
پھر اسمیں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتا ہے۔ اور میں اندھے مادر زاد اور
کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردہ کو زندہ کر دیتا ہوں خدا کے حکم سے اور جو تم کھاتے ہو
یا اپنے گھروں میں رکھ آتے ہو میں تم کو بتا دیتا ہوں۔ بیشک اسمیں تمہارے لئے
بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانیوالے ہو۔ عیسے علیہ السلام کا یہ کہنا کہ جو کچھ تم کھاتے ہو
اور جو کچھ تم اپنے مکانوں میں ذخیرہ کر رکھتے ہو اسکی بھی میں خبر دیتا ہوں۔ یہ صاف
آپکے وسعتِ علمی پر دال ہے۔ ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں

بیانِ علوم داؤد و سلیمان علیہما السلام - بیانِ علوم عیسیٰ علیہ السلام

لا یخفٰی علیَّ رکوعکم ولا خشوعکم. تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع (جو دلی حالت ہے) مجھسے پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ سابق اسی تفسیر میں صحیح بخاری سے حدیثیں گذر چکیں یہ تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر تھا۔ اولیا کے لئے بھی اللہ تعالے نے علم وسیع ثابت فرمایا۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ یعنی جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ (سلیمٰن علیہ السلام سے) بولا کہ میں آپ کے پاس اُسے (یعنی تخت بلقیس کو) قبل اس کے کہ پلک جھپکے لاتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "وہ شخص آصف نام کاتب سلیمان علیہ السلام تھے جنھیں اسم اعظم یاد تھا۔" انھوں نے سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ آسمان کی طرف ملاحظہ فرمائیے آپ نے ادھر نگہ کر کے نیچے دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ اُنھوں نے تخت سامنے لا کر رکھدیا۔" اسمیں علم کے ساتھ قدرت کا بھی بیان ہے کہ جو کام جنات سے نہ ہوسکا وہ حضرت انسان نے کر دکھایا۔ خضر علیہ السلام جو محققین کے پاس ولی ہیں اُن کے علم غیب کا حال اسطرح بیان فرماتا ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنے ہم نے خضر کو اپنے پاس سے علم سکھلایا۔ تفسیر ابو سعود میں ہے وعلمناہ من لدنا علما خاصا لایکتنہ کنہہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب۔ بیضاوی میں ہے وعلمناہ من لدنا علما۔ مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب۔ اب اس فرقہ کی قول سے یہ

سلہ ابن ابی حاتم (در) سلہ ابن ابی حاتم (در) (۳) ابن ابی شیبہ وابن منذر از سعید بن جبیر (در)
پورے قصہ کے لئے اسی تفسیر میں سورۂ نمل دیکھو۔ ۱۲

مفسرین شرک سے کسطرح بچیں گے کیونکہ انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ خضر کو جو علم عنایت
ہوا تھا وہ علم غیوب تھا۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علم غیب دیا گیا جو کہتے ہیں اسکا ثبوت
کہیں نہیں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ گذشتہ آیت اور اس آیت میں غور کرو کہ جو حضرت موسیٰ نے خضر
سے کہا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔ یعنی کیا میں تمہاری پیروی کروں اس شرط پر کہ جو
علم نافع تمھیں سکھلایا گیا ہے مجھے بھی اس سے کچھ سکھلاؤ۔ پھر حضرت خضر نے جو کشتی توڑی اور لڑکے کو
قتل کیا اور دیوار سیدھی کی۔ یہ سب غیب کی باتیں قرآن میں مذکور ہیں۔ عَلَّمْنٰهُ اور عُلِّمْتَ سے صاف
ظاہر ہے کہ یہ علم حضرت خضر کو دیا گیا تھا اور انھیں حاصل تھا کیونکہ تعلیم سے مراد غیر میں علم کا پیدا کردینا
ہے۔ حدیث بخاری میں بھی اسکی تصریح موجود ہے کہ خضر نے موسیٰ سے کہا اَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ وَّاَنَا عَلٰى عِلْمٍ
یعنی تمھیں ایک علم ہے اور مجھے ایک علم ہے۔ اور جو خدا نے مجھے علم سکھلایا ہے تم نہیں جانتے اور جو تمھیں
سکھلایا ہے میں نہیں جانتا الخ۔ حضرت یعقوب کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا
عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ جسے علم سکھلایا جاتا ہے وہ صاحب علم ہوتا ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام
سے علم شریعت اور علم ظاہری کی نفی جائز ہے اور کوئی بُری بات نہیں ہے تو پھر خضر سے بھی علم غیب و علم باطنی
کی نفی کرنا صحیح ہے۔ ورنہ جیسے موسیٰ کیلئے علم ظاہری ثابت کرنا تصدیق قرآن ہے اسیطرح حضرت خضر
کیلئے علم باطنی کا ثابت کرنا ہے۔ یہ عجیب توجیہ ہے کہ فرشتوں کو علم و قدرت میں کوئی کلام نہیں کرتا

۱؎ العلم عبارۃ عن تحصیل العلم فی الغیر کالتسوید فانہ عبارۃ عن تحصیل السواد فی الغیر (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۳۸۵)

انبیاء علیہم السلام کا علم اور مخلوقات

کہ ایک پلک مارتے آسمان سے زمین پر آجائیں ۔ ملک الموت تمام جہان کے آن واحد میں
ارواح قبض کریں ۔ جبریل علیہ السلام ایک پر پر قوم لوط کے شہروں کو اٹھا کر آسمان پر لیجا کر
الٹ دیں جنکی شان ذی قوت ہے ۔ (اور بعضے مفسرین کہتے ہیں ذی قوت سرکار عالم کی صفت
ہے) پہر جب یہاں کسیطرح سے شرک نہیں ہوتا تو انبیا اور اولیا نے کیا کیا جب انہیں کوئی صفت
مافوق العادۃ ثابت کیگئی کہ شرک آٹھرا ہوگیا ۔ عقاید کا مسئلہ ہے کہ خاص انسان خاص ملائکہ سے افضل ہیں
اور سابق میں گذر چکا کہ افضلیت علم سے ہی ہوتی ہے ۔ اور رہا شرک کے شبہ کو تو خود حضرت خضر نے
ہی رفع کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ "تمہارا اور میرا علم اللہ کے علم کے سامنے اسطرح ہے
جیسے چڑیانے دریا سے چونچ میں پانی لیا" جسطرح صحیح بخاری میں ہے ۔ کہاں خدا کا علم اور کہاں
بندہ کا علم ۔ اگرچہ آدم علیہ السلام کو تمام اشیا کے نام سکہلا دیے گئے لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو
آدم نے بہولکر گیہوں کا دانہ کہا لیا ۔ اور حضرت نوح علیہ السلام بلحاظ مخلوقات کے اپنی علم کے مدعی ہوے
اور کہا اِنِّیٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ لیکن غیب مطلق جو خاصہ رب العلمین ہے اسکی شان میں آپ
بھی فرماتے ہیں وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ ۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں قَالَ رَبِّ اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا
لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ۔ حضرت ابرٰہیم جنھیں ملکوت سمٰوٰت وارض دکھلائے گئے انھیں ملکوت میں سے اپنے مہمان
فرشتوں کو نہ پہچانا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ یعنی کہا تم پر سلام (اور دل میں کہا) یہ لوگ تو پہچانے نہیں
حضرت سلیمٰن علیہ السلام باوجود اس علم وسیع کے ہدہد نے آپکو بلقیس کی خبر سے آگاہ کیا ۔ چنانچہ کہا

له دیکھو شفا شریف ۱۲۰

اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ یعنی میں نے وہ چیز معلوم کی جو تمہیں معلوم نہیں۔ اسی سے اللہ کے اور مخلوق کے علم میں فرق ظاہر ہے کہ مخلوق کا علم محدود اور خدا کا علم غیر محدود ہے۔ اگر کسی کو ایک بات غیب کی یا لاکھ باتیں غیب کی یا اس سے زیادہ اللہ تعالےٰ معلوم کروادے تو کیا اس سے اللہ تعالےٰ سے مساوات ہو جاتی ہے اور شرک ہو جاتا ہے۔ اصل مخلوق میں عدم علم ہے اور علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جسے جتنا چاہا سکھلایا۔ وہ سب کو سکھلاتا ہے اسے کوئی نہیں سکھلاتا بلکہ وہ خود بنفسہ علام الغیوب ہے فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ یَعْلَمُ لَا بِتَعْلِیْمِ الْمُعَلِّمِیْنَ وَلَا بِاِرْشَادِ الْمُرْشِدِیْنَ۔ ایک علم غیب پر ہی کیا موقوف ہے بلکہ ہم اور ہمارے کل عمل اللہ کے پیدا کئیے ہی ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ خلاصہ یہ کہ غیب کیلئے[1] مبادی و لواحق ہیں۔ مبادی کی اطلاع تو نہ ملک مقرب کو ہے اور نہ نبی مرسل کو ہاں لواحق کی اطلاع اللہ تعالےٰ نے بعض احباب کو عنایت فرمائی ہے اور وہ غیب مطلق سے خارج ہو کر غیب اضافی ہو جاتا ہے۔ اور یہی علم غیب اضافی انبیا اور اولیا کے لئے ثابت ہے۔ اور جنہوں نے ثابت کیا انکا قول نفی کرنیوالوں پر مقدم ہے کیونکہ قاعدہ ہے وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّافِیْ[2] مخلوقات کی معرفت کونسی بڑی بات ہے جبکہ خود خالق اپنی معرفت عنایت فرماتا ہے

[1] ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح جلد اول صفحہ ۴۵ تحریر کرتے ہیں ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیہا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اما اللواحق فھو ما اظہرہ اللہ تعالیٰ علی بعض احبابہ لوحۃ علمہ وخرج بذالک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذالک اذا تنورت الروح القدسیۃ وزاد نورانیتہا واشراقہا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحس وتجلیۃ القلب عن صدا الطبیعۃ والمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالٰہیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضا قلبہ وتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی عالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفۃ التی ھی اشرف العطایا فکیف بغیرہ انتہٰی۔ [2] شرح جوہرۃ التوحید صفحہ ۱۴ شامی جلد اول صفحہ ۶۷ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ صفحہ ۱۲۹ علامہ قسطلانی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ (منہر الدین) ۱۲۔

سورۂ سجدہ مکی ہے۔ اس کے حروف (۱۵۱۸) اسکے کلمات

(۳۰۸) اسکی آیات (۲۹) ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی فجر میں الٓمّٓ تنزیل سجدہ اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ آرام نہیں فرماتے جب تک کہ الٓمّٓ سجدہ اور تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ٥ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ٥

اس کتاب کا اتارنا جس میں کچھ شک نہیں ہے رب العلمین کی طرف سے ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ (نبی امی نے صلی اللہ علیہ وسلم) اسے افترا کیا ہے۔ بلکہ وہی تمہارے پروردگار کی جانب سے حق ہے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ کہ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت

لہ امام احمد وبخاری ومسلم وغیرہم لے امام احمد وترمذی ونسائی وغیرہم (در) تنزیل مبتدا۔ لاریب فیہ خبر اول من رب العلمین خبر ثانی۔ لتنذر۔ علت انزل ہے۔ لعلھم علت انذار ہے۔ ۱۲

پا ئیں ۔ یعنی زمانہ فترت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے ہو جسمیں کوئی رسول نہ تہا
ایسے وقت میں آپ ہی دعوت توحید کے لئے تشریف فرما ہوئے جسطرح توحید کا بیان فرماتا
ہے ۔ اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی
الۡعَرۡشِ ؕ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیۡعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ۝ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ
اِلَی الۡاَرۡضِ ثُمَّ یَعۡرُجُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗۤ اَلۡفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ۝۵ ثُمَّ

آیات ۴ و ۵

وہ ہی جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہیں سے
چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش[1] پر استویٰ کیا ۔ نہ تمہارے لئے اُس کے سوا کوئی کارساز ہے

[1] استوے علی العرش کے معنے نہ کرنا ہی اسلم اور حکمت سے اقرب ہی اسلم اسلئے ہے کہ اللہ تعالےٰ کے تمام
صفات بطور اجمال کے جان لینا کافی ہے اور جمیع صفات کی حقیقت کا جاننا واجب نہیں ہے ۔ اور
صفتِ استوا انہیں صفات میں سے ہے جنکا جاننا واجب نہیں ۔ اور جس نے اسکا تعرض نہیں کیا وہ
واجب نہیں چھوڑا ۔ ہاں جو اس سے تعرض کرتا ہے تو وہ کبھی خطا بھی کریگا اور اُسکو اس صفت کے
خلاف اعتقاد کریگا ۔ ان دونوں کی مثال سکوت و کذب کی ہے ۔ بیشک سکوت کذب سے بہتر
ہی ۔ اور حکمت سے بھی اقرب ہی اس لئے کہ اگر کوئی انسان کوئی کتاب تصنیف کرے اور ایک شخص
اسکی شرح لکھے اور شارح مصنف سے کم ہووے تو ظاہر ہے کہ جسقدر مصنف نے بیان کیا ہے شارح
ان تمام باتوں کو نہیں بیان کرسکتا اس لئے اکثر دیکھا جاتا ہی کہ جب کوئی شخص مصنف سابق پر
اعتراض کرتا ہے تو پھر دوسرا شخص اسکے کلام کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مصنف نے یہ ارادہ نہیں
کیا بلکہ اسنے ایسا اور ایسا ارادہ کیا ۔ جب کتب حادثہ کا یہ حال ہے جو علم قاصر سے لکھی گئی ہیں تو پھر

آیات متشابہات کے معنی نہ کرنا اسلم ہے

اور نہ سفارشی۔ تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے۔ وہ اللہ آسمان سے زمین کی طرف حکم

نازل[1] فرماتا ہے پھر (حکم) اسکی طرف بلند ہوتا ہے ایک دن[2] میں جسکی مقدار ہزار برس کی

اس (حساب) سے کہ جو تم شمار کرتے ہو۔ استوٰی علی العرش کی تفسیر سورۂ طٰہٰ میں گذری

بعد خلقِ سمٰوات وغیرہ کے تدبیرِ امر کا بیان فرماتا ہے۔ علماء نے اس آیت کی تفسیر

بہت سے وجوہ بیان کئے۔ اور بعضوں نے علمِ الٰہی کی طرف تفویض کرکے سکوت کیا۔

لیکن[3] بہترین اقوال یہ ہے کہ نزولِ امر زمین کی جانب اور پھر اسکا عروج اللہ کی جانب

ایسے دن میں جسکی مقدار عروج و نزول میں ہزار برس ہے۔ اُن دنوں سے جسے تم

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) کتابِ عزیز جسمیں ہر طرح کی حکمت ہے اسکے ساتھ تیرا کیا خیال ہے۔ اگر کوئی عالم دعوے کرے کہ میں فلاں کتاب کے ہر ہر اور ہر فائدہ کو جان لیا ہوں تو یہ دعوے بیجا ہے۔ پھر اللہ کی کتاب میں جو کچھ ہے اسکے جاننے کا دعوے کرنا سراسر حماقت ہے۔ اور شاید کہ قرآن میں ایسی باتیں ہوں جو صرف اپنے نبی کے لئے ہی بیان فرمایا ہو کہ غیر کو اسکی ضرورت نہیں (کبیر) [1] فعنی یدبر ینزله مدبرا من السماء الی الارض وتعدیته بمن والی لتضمینه النزول (خفاجی) [2] عارفین کے پاس یوم (دن) کے مراتب ہیں کوئی دن تو ایک لحظہ ہے یعنے جزءِ غیر منقسم جسکی طرف اشارہ کل یوم ھو فی شأن میں ہے اور کوئی ہزار سال کا وہ آخرت کا دن ہے۔ اور کوئی پچاس ہزار کا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اللہ تعالٰی کا اختیار ہے اسی ایک دن کو کسی کیلئے دراز اور کسی کیلئے کوتاہ کردے۔ اور یعرج کا فاعل شاید ملک ہے کیونکہ دوسری آیت میں تعرج الملئکة والروح آیا ہے۔ اور قرآن بعض بعض کا مفسر ہے۔ اور ملائکہ کے نزول و عروج کا اختلاف باعتبار مبدا کے ہے یعنی مبدا کو آسمانِ دنیا قرار دو تو اسکی مدت کم ہوگی اور جو سدرة المنتہیٰ قرار دو تو مدت زیادہ ہوگی [3] ابن جریر

گنتے ہو۔ پانسو نزول میں پانسو صعود میں۔ مجاہد و قتادہ نے کہا کہ یہ نزول فرشتہ کا ہی لیکن
وہ ہزار سال کی راہ کو ایک پلک مارنے میں طے کرتا ہی[۱] یعنی اُسی کے حکم سے تمام قضا و قدر
کے احکام جاری ہورہے ہیں غرض پہلی آیت عظمتِ عالم خلق اور اسکی وسعتِ مکانیت
پر دال ہی اور دوسری آیت عظمتِ عالمِ امر اور اس کے امتدادِ زمانہ پر دلالت کرتی ہی پہر باوجود
غایت عظمت ملک و ملکوت اللہ تعالے ان دونوں عالموں کو جانتا ہی جسطرح فرمایا۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ
بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۚ ثُمَّ
سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا
تَشْكُرُوْنَ ۝ وہی (خدا) غایب و حاضر کا جاننے والا غالب مہربان ہے۔ اُسنے جو چیز بنائی اچھی
بنائی اور انسان کی پیدایش مٹی سے شروع کی پہر اسکی نسل کو نکلتے ہوئے حقیر پانی سے پیدا کیا۔
پہر اُسے درست کیا اور اسمیں اپنی روح پہونکی اور تمھارے لئے کان اور آنکھیں اور
دل بنائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو یعنے حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا

[۱] ابن کثیر۔ [۲] چنانچہ ایک آیت میں ارشاد فرماتا ہے اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ
مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ الآیہ۔ خَلَقَهٗ۔ نافع و کوفی سات فعل ماضی کے جملہ صفت مضاف
یا مضاف الیہ ہے اور ضمیر کا مرجع کل ہے۔ سلٰلۃ ای نطفۃ لانہا تسل من الانسان ای تنفصل منہ
والولد سلیل۔ قلیلا ما تشکرون ای تشکرون شکرا قلیلا فما مزیدۃ موکدۃ للقلۃ ۱۲۔

خَلَقَهٗ

نطفہ

اورانکی نسل کو بے قدر پانی سے۔ اور وہ اسی طرح نطفہ سے نسلاً بعد نسل پیدا ہوتے
جائیں گے۔ پھر آدم کو ٹھیک درست کیا اوراپنی روح پھونکی۔ اور تمہارے لئے سماعت
اور بصارتیں اور دل بنائے۔ ۵

جامِ جہاں نما دلِ انسانِ کامل ست	مرآتِ حق نما بہ حقیقت ہمیں دل است
دل مخزنِ خزائنِ سرِ الٰہی است۔	مقصودِ ہر دو کون دل جو۔ کہ حاصل ست

تم لوگ ان قوی سے بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ کیونکہ سعید وہی ہے جو ان قوتوں کو
طاعتِ رب میں استعمال کرے۔ اوران کافروں کا عدمِ شکر تو ظاہر ہے وہ شرک کرتے اور حشر کا
انکار کرتے ہیں جس طرح فرماتا ہے۔ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ
جَدِيْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ
وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گم ہو جائینگے
ع ۱۱ تو کیا بیشک ہم (پھر) نئی پیدایش میں ہونگے۔ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں
۱۴ (اے نبی) کہدو کہ وہ فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمھیں (یعنے روح کو) قبض کرتا ہے
پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ایک

لے جب کافروں نے لقاء رب سے انکار کیا تو اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ ملک الموت سے سابقہ
پڑنے کے بعد سب تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ لے ابن کثیر۔۱۲

معیّن فرشتہ ہے اور بعض آثار میں انکا نام عزرائیلؑ آیا ہے اور یہی مشہور ہے۔ مجاہدؒ نے
کہا کہ زمین اُن کے لیے مثل طشت کے ہے کہ وہ (روح کو) جہاں سے چاہتے ہیں لیلیتے
ہیں۔ پھر اُن کافروں کا حال جو رجوع کے وقت ہوگا اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰىٓ
اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ
مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ
يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اور (اے
مخاطب) کاشکے تو دیکھتا جبکہ مجرمین اپنے رب کے پاس (شرمندگی سے) سر جھکائے ہونگے
(اور کہیں گے) اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا (تو اب) ہمیں دنیا کی طرف

لہ ملک الموت کے اعوان ملائکہ بھی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ ملک الموت کے اعوان اجسام
مردوں سے ارواح کھینچتے ہیں جب وہ حلقوم تک پہونچتی ہے تو ملک الموت لیلیتے ہیں (ابن کثیر) ۱۲ اور
اسی کے مثل زہیر بن محمدؒ نے مرسل حدیث روایت کی اور یہی قول ابن عباسؓ ہے (ابن کثیر)
اور امام جعفر صادقؒ نے اپنے باپ حضرت محمد باقرؒ سے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک انصاری کے سرہانے (ملک الموت کو دیکھکر) فرمایا اے ملک الموت میرے صحابی کے
ساتھ آسانی کیجیے کہ یہ مومن ہے۔ ملک الموت نے عرض کی یا رسول اللہ آپ خوش رہیں اور اپنی آنکھیں
ٹھنڈی رہیں کہ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی و آسانی کرتا ہوں الخ (ابن ابی حاتم) ۲ ولو۔ ظاہرہا انہا
تدل علی التمنی حقیقۃ او مجازا وحینئذ لا یکون لہا جواب ملفوظ ولا مقدر ۱۲

آیت ۱۲ تا ۱۴

اعوان ملک الموت

پھیر دے کہ ہم نیک کام کیا کریں گے۔ بیشک ہم (آخرت کا) یقین کرنے والے ہیں۔ اور
اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اُسکی ہدایت دیتے۔ ولیکن میری طرف سے یہ قول ٹھیک ہو چکا
کہ ضرور میں جہنم کو تمام جن اور آدمیوں سے بھر دونگا۔ پس (عذاب کا مزہ) چکھو بسبب
اسکے کہ تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا یا تھا۔ ہم نے بھی تمھیں فراموش کیا[1] اور تم ہمیشہ کا
عذاب چکھو بسبب اس کے کہ جو تم کرتے تھے۔ پہلی آیت میں مجرمونکی خوفناک حالت
جو قیامت میں ہوگی اور انکا خجالت سے اقرار کرنا بیان فرمایا۔ دوسری آیت میں یہ
بیان ہے کہ کافرونکا عدم ایمان بسبب عدمِ مشیت آلہی کے ہے لیکن ظاہری[2] طور پر انھیں

[1] یہ بات مقابلہ سے ہے یعنے آج تمھارے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جیسے فراموش کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں نسیان
کے معنے ترک کے ہیں کیونکہ نسیان اللہ تعالے پر محال ہے تو وہ استعارہ ہے یا مجاز مرسل (خفاجی)۔
[2] جبر کا مسئلہ سمجھنے میں بعض لوگوں کو دہوکا ہوا۔ جو شخص کہ کاہلی اور سستی اختیار کرتا ہے۔ نہ بلا پر
صبر اور نہ نعمت پر شکر اور خود کو مجبور جانتا ہے اور یہ بھی نہیں سمجھتا کہ مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے نہیں حاصل
ہوتا ہے۔ وہ جبر مذموم اختیار کرکے ریاضت چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو خود کو بہ تکلف بیمار بناتا ہے نتیجہ اُس کا
موت ہے۔ چنانچہ آیا ہے اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْا۔ یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنیسے
منافقین خود کو مریض بتلاتے تھے تو خدائے تعالے حقیقت میں انھیں بیمار کر دیتا تھا۔ اسیطرح
جبر عروج و معرفت سے باز رکھتا اور اس کے دل کو مردہ بناتا ہے۔ جبر کے معنے تو یہ ہیں کہ ٹوٹے ہوئے
کو باندھنا۔ جب راہِ سلوک میں پاؤں کو نہ توڑا اور خود کو فنا نہ کیا تو جبر (ٹوٹے ہوئے کو باندھنا) کہاں
ہوا۔ ہاں جس شخص نے ریاضت میں مبالغہ کرکے اپنے پاؤں کو توڑا اور بقا بعدِ فنا حاصل کی تو یہ بقا

کسب دیا گیا تھا اور انھوں نے ضلالت اختیار کی اور رحمتِ الٰہی سے دور ہو کر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بعدِ فنا جبر محمود ہے۔ یعنے اسقدر سعی کرنی چاہئے کہ نہایت سعی سعی ہو جائے اور غیب سے مدد پہنچے۔ یعنے جبتک کہ اپنی ہستی کو علماً و عیناً فنا نہ کرے تو اپنے اختیار کی بھی نفی نہ کرے کیونکہ یہ جہل و حماقت ہے۔ اور خود پر جگ ہنسائی کرنی ہے جسطرح مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہرکہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر — او ہمی داند کہ گیرد پائے جبر
ہرکہ جبر آورد خود رنجور کرد — تا ہماں رنجوریش در گور کرد
گفت پیغمبر کہ رنجوری بلاغ — رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ
جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را — یا بہ پیوستن رگِ بگسستہ را
چوں دریں رہ پائے خود نشکستۂ — برکہ می خندی چہ پارا بستۂ
وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست — در رسید او را براق و برنشست
حاملِ دیں بود او محمول شد — قابلِ فرماں بُد او مقبول شد
تاکنوں فرماں پذیرفتی ز شاہ — بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ

ایک اور مقام پر جبر و اختیار کے بیاں میں مولانا فرماتے ہیں۔ کہ آدم علیہ السلام لغزش کو اپنی طرف منسوب کر کے رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہنے لگے۔ اور شیطاں نے اپنے گناہ کو خدا کی طرف منسوب کر کے رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ کہا۔ ؎

گفت شیطاں کہ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ — کرد فعلِ خود نہاں دیوِ دنی
گفت آدم کہ ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا — او ز فعلِ حق نہ بُد غافل چو ما
در گنہ او از ادب پنہانش کرد — زاں گنہ بر خود زدن او بر بخورد
بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من — آفریدم در تو آں جرم و محن
نے کہ تقدیر و قضائے من بُد آں — چوں بوقتِ عذر کردی آں نہاں

السجدة

مستحق جہنم ہوے۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ آیاتِ آلٰہی پر ایمان لاتے اور نصیحت کو مانتے
اور قیامِ لیل کرتے یعنے تہجد پڑہتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کے لیے ہر طرح کا
عیش وآرام ہے جسطرح فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِھَا خَرُّوْا سُجَّدًا
وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۞ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ
خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۞ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ
جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞ ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں اُن

(بقیہ صفحہ گذشتہ) گفت ترسیدم ادب نگذاشتم گفت من ہم پاس آنت داشتم
ہرکہ آرد حرمت او حرمت برد ہرکہ آرد قند لوزینہ خورد

مثل

دست کو لرزاں بود از ارتعاش وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش
ہر دو جنبش آفریدۂ حق شناس لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس

ما اخفی۔ ما موصولہ ہے اور استفہامیہ معنی میں اے شے کے بھی ہوسکتا ہے (نیشا پوری) جزاء بما
کانوا یعملون۔ محققوں نے فرمایا کہ بندوں سے کچھ نیک عمل صادر ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالے سے
سابق میں بہت سی چیزیں خلق وتربیت وغیرہ ہوی ہیں اور آئندہ ثواب وانعام ہوگا۔ اب اگر اللہ
تعالے چاہے تو فرماسکتا ہے کہ ابتداء میں نے ہی احسان کیا۔ اور بندہ نے اسکے مقابلہ میں نکوکاری
کی تو اب ثواب بغیر عوض صرف فضل ہی فضل ہوا۔ اور اگر چاہے تو اللہ تعالے اسطرح فرماے
کہ پہلے میں نے جو کچھ کیا وہ صرف فضل تھا۔ پھر جب بندہ نے نیک عمل کیا تو اس کے بدلے
میں نے ثواب دیا۔ کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اور یہی اعتبار ثانی زیادہ ترکرم کے لائق ہے

(آیات) سے نصیحت کیجاتی تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ
تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اُن کے پہلو خوابگاہ سے الگ رہتے ہیں (یعنے رات کو اٹھتے
ہیں) اپنے رب کی خوف و امید سے عبادت کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے
خرچ کرتے ہیں۔ تو کوئی شخص بھی نہیں جانتا جو اُن (نیک بندوں) کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک
مخفی رکھی گئی ہے۔ بدلہ اسکا جو وہ کرتے تھے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قوم نے اعمال
کو مخفی کیا تو اللہ تعالےٰ نے اُن کے لئے ایسا ثواب مخفی رکھا جو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی بشر
کے دل پر اسکا خطرہ گذرا اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ تتجافی جنوبھم سے مراد شب بیداری یعنے
تہجد کی نماز ہے ۔ جب بیانِ مجرم و مومن ہو چکا تو اب دونوں کی عدمِ مساوات

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تاکہ بندہ کو لذت اجر و کسب حاصل ہووے - اور پہلا اعتبار عبودیت سے زیادہ مناسب ہے تاکہ آئندہ ابد تک اللہ تعالےٰ ہی کا فضل بے شمار دیکھتا رہے تو پھر یہ معاملہ اللہ اور بندہ کے درمیان کبھی منقطع نہ ہوگا - چنانچہ باہم سچے دوستوں میں بھی اسیطرح معاملہ ہوا ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو کچھ ہدیہ دیتا اور احسان کرتا ہے تو وہ اُسے بھول جاتا ہے۔ پھر جب وہ دوسرا اسکا بدلہ کرتا ہے تو یہ ابتدائی احسان سمجھکر پھر اسکے مکافات پر آمادہ ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک خود کو دوسرے کا ممنون سمجھتا ہے۔ اور احسانات کا تار دونوں جانب سے منقطع نہیں ہوتا۔ اس فقیر نے اپنی طریقتی بھائیوں اور بہنوں میں جو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل ہیں یہی بات دیکھی۔ اللہ تعالےٰ ہم سبکو پیرانِ کبار کے ہمراہ دنیا و آخرت میں رکھے۔ آمین۔ [۱] ابن کثیر از ابن ابی حاتم [۲] ابن جریر۔ [۳] معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ایک روز صبح کو

اجمالاً پھر تفصیلاً اسطرح بیان فرمایا ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۚ لَا يَسْتَوٗنَ ۝
اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ
اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ
ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى
دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپ سے قریب ہوگیا اور ہم لوگ چلے جاتے تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتادیجے جو مجھکو جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کردے۔ فرمایا تونے بڑی بات پوچھی حالانکہ جسپر اللہ تعالے آسان کرے تو آسان ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر اور اسکے ساتھ کسی شے کو شریک نکر۔ اور نماز پڑہا کر۔ زکوۃ دیا کر۔ رمضان کے روزے رکھا کر اور خانہ کعبہ کا حج کر۔ پھر فرمایا تجھکو ابواب خیر بتلاؤں؟ روزہ توڈہال ہے اور صدقہ بدکاریونکی آگ بجھاتا ہے اور درمیان شب میں بندہ کی نماز ہے۔ پھر یہی آیت یعنی تتجافی جنوبہم سے یعلمون تک پڑہی۔ پھر فرمایا کہ میں تجھکو راس الامر و عمود اور چوٹی بتلاؤں؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ راس الامر اسلام ہے اور عمود نماز ہے اور چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تجکو ان سب امور کا اصل بتلاؤں؟ عرض کی ہاں۔ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ تو اسکو روکے رہیو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم لوگ جو باتیں کرتے ہیں اسپر ماخوذ ہوں گے۔ فرمایا کیا لوگوں کو جہنم میں اوندہے منہ سواے انکی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتی کے کوئی اور شے ڈالیگی؟ (ابن کثیر از امام احمد و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی اور انہوں نے کہا کہ حسن صحیح ہے)۔ عذاب النار الذی کنتم بہ۔ اس سورہ میں نار مقام کنایہ میں واقع ہوئی ہے اسلئے کہ اسکا ذکر سابق میں گذرچکا ہے اور کنایات موصوف نہیں ہوتے تو عذاب موصوف ہوا۔ اور سورہ سبا میں عذاب النار التی کنتم بہا ہے اسلئے کہ اسمیں ذکر نار سابق میں نہیں ہے پس نار کا موصوف کرنا بہتر ہوا (نیشاپوری)

اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ؀ توکیا جو شخص مومن ہو مانند اس شخص کے ع ۲ / ۱۱
ہے جو فاسق ہو۔ برابر نہیں ہوتے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے تو اُن کیلئے ۱۵
رہنے کے باغ ہیں بطریق مہمانی کے بعوض اسکے جو وہ کرتے تھے۔ اور لیکن وہ لوگ جو طاعت
سے خارج ہوگئے انکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب وہ چاہیں کہ اُس سے نکل جائیں تو اُسی میں
پھیر دئے جائیں گے۔ اور اُن سے کہا جائیگا کہ آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ اور
ضرور ہم اُنھیں عذاب نزدیک (یعنی دنیا کی مصیبتیں) چکھائیں گے سوا بڑے عذاب کے
تاکہ وہ رجوع کریں۔ اور اُس سے بڑھکر کون ظالم ہے جسے اپنے رب کی آیات سے نصیحت دیگئی پھر
وہ اُن سے روگرداں ہوا۔ بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں۔ یہ آیت حضرت علی
مرتضےٰ کی شان میں بوقت مخاصمہ عقبہ بن ابی معیط نازل ہوئی اور آپکی اور آپکے عدو کی شان
میں یہ آیت خاص طور پر ہے اور مومنین و کافرین میں عام طور پر یعنی قیامت میں مومن
و فاسق برابر نہیں ہوتے یہ جنت میں خوش رہیں گے وہ دوزخ میں جلیں گے اگر اُس سے
نکلنا چاہیں گے تو اُسی میں پھیر دئے جائیں گے۔ فضیل بن عیاض نے کہا وہ کیونکر نکلنے
پائیں گے۔ واللہ اُن کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے اور پیر بیڑیوں میں بندھے ہونگے اور نار جہنم
کی لپٹ اُنکو اوپر پھینکیگی اور ملائکہ اُنکو پھر اسمیں جھونک دینگے[۱] اور ہم اُنھیں عذاب ادنےٰ یعنے[۲]

[۱] خطاب بن یسار و سدی وغیرہ (ابن کثیر) [۲] ابن عباس و ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم و ابو العالیہ و حسن و ابراہیم و نخعی و ضحاک و علقمہ و عطیہ و مجاہد و قتادہ وغیرہم (ابن کثیر) ۱۲

دنیوی مصیبتیں اور بیماریاں اور آفات اور دوسرے بلیات میں عذاب اکبر یعنی عذاب قیامت سے پہلے مبتلا کرینگے۔ تاکہ بندے اپنے خدائے تعالےٰ کی طرف رجوع لائیں۔ بعضوں نے کہا کہ عذاب اکبر قرب الٰہی سے دور رہنا ہے۔ ؎

دور ماندن از وصال او عذاب اکبر است	آتش سوز فراق از سر عذابے بدتر است

جب نعمتوں کے دلایل بیان کرکے نصیحت دیگئی پھر عذابات سے ڈرایا گیا اسپر بھی جو نہ مانے اور منہ پھیرے اس سے زیادہ کون ظالم ہے۔ بیشک ہم بھی مجرموں سے عام طور پر انتقام لیں گے۔ پھر رسالت کی تاکید فرماتا اور باوجود اس کے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دیتا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ 32-
هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ع وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا 32
بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ 32-

اور بیشک ہم نے موسےٰ کو کتاب دی پس تم (اے نبی) اُس کے ملنے سے شک میں نہ رہو۔

فلا تکن۔ آپ کو نہی کرنے سے مقصود آپ کے وہ امتی ہیں کہ جو لوگ آنحضرت کی ملاقات حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ہونے میں شک کرتے ہیں۔ مریة۔ ای شکٍ۔ لما۔ یہ شرط ہے کیونکہ اسمیں معنی جزا ہیں مثل احسنت الیک لما جئتنی والتقدیر لما صبر الائمة جعلناهم ائمة یا لما ظرف معنی میں حین کے ہے ای جعلناهم ائمة حین صبروا (روح البیان) ؎ قتادہ نے کہا کہ آنحضرت کی ملاقات موسےٰ علیہ السلام سے شب معراج میں ہوئی (ابن کثیر) اور دوسرے مفسرین کہتے ہیں ضمیر کا مرجع لقائہ میں کتاب ہے۔ اور لقاء کے معنے تلقین و اعطا کے ہیں۔ جیسے وانک لتلقی القرآن میں ہے۔ ۱۲

لما حمزہ وکسائی ساتھ کسر لام وتخفیف میم کے اور بعضہم یعنی ما مصدریہ ہے ۱۲

ہم نے اسکو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔ اور جبکہ انھوں نے صبر کیا ہم نے انمیں
سے پیشوا بنائے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے
تھے۔ بے شک تمہارا پروردگار ہی اُن کے درمیان میں قیامت کے دن فیصلہ
کردیگا جسمیں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اسمیں اشارہ ہی کہ جسطرح بنی اسرائیل کے لئے
توریت باعث ہدایت ہوی اور وہ لوگ صبر کرنے سے امام بنائے گئے اسیطرح یہ
قرآن مجید بھی سبب ہدایت ہی۔ سفیان نے فرمایا کہ کوئی شخص امام و پیشوا ہونے کے
لایق نہیں ہوتا جبتک کہ دنیا سے پرہیز نہ کرے۔ یہ بھی فرمایا کہ دین کے لئے علم ضروری ہی
جیسے جسم کے لئے غذا!! حضرت علی مرتضٰے نے فرمایا کہ جب اُن لوگوں نے اس امر (صبر)
کو اختیار کیا تو اللہ تعالےٰ نے انھیں راس یعنی سردار بنایا۔ پھر آپنے فرمایا۔ اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ
الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔ پھر آخر میں بنی اسرائیل بگڑ گئے اور تبدیل و تحریف کی وہ بات انسے چھین لیگئی
اور دل اُن کے سخت ہو گئی۔ اسی لئے فرمایا کہ ہم قیامت میں اونکے اختلاف کا جو اعتقادات و اعمال میں
ہوا ہی فیصلہ کریں گے۔ یہ تمام فسق و فجور اور اختلاف دنیا کی محبت اور موت کو بھولنے سے ہوتا ہی
اس لئے گذشتگوں کے حال سے عبرت دلاتا ہے اَوَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ ۲۶

لہ یعنی توریت کو جیسا کہ سورۂ اسرا میں فرمایا وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ
کم اهلکنا والفاعل ما دل علیه قوله کم اهلکنا ای کثرة اهلاکنا ۱۲

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ
وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝ کیا انھیں اس سے ہدایت نہ ہوی کہ ہم نے کس قدر
امتیں اُن سے پہلے ہلاک کیں۔ یہ لوگ اُن کے مکانوں میں چلتے پھرتے ہیں۔
بے شک اسمیں (ہماری قدرت) کی نشانیاں ہیں۔ تو کیا وہ نہیں سنتے۔ کیا
اُنھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف رواں کرتے ہیں پھر
ہم اس (پانی) سے کھیتی اُگاتے ہیں کہ جس سے اُن کے چارپائے اور وہ خود کھاتے
ہیں۔ تو کیا وہ نہیں دیکھتے۔ اس آیت میں تنبیہ فرمائی کہ اگلی امتونکی ہلاکی تکذیب
رسل کے باعث ہوی جنکا کوی نشان سواے ٹوٹے پھوٹے عمارات کے باقی
نہ رہا۔ یہ لوگ ان قصوں کو گوش ہوش سے نہیں سنتے۔ پھر اپنا احسان جو زمین
خشک پر پانی آسمان سے یا دریا اور نہروں سے رواں کرتا ہے بیان فرمایا جس سے
زراعت ہوی۔ خود کھاتے ہیں اور جانوروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ پس کیوں آیات
قدرت کو غور سے نہیں دیکھتے لیکن انکی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ انجام
سے غافل ہو کر معارضہ اور طلبِ عذاب میں جلدی کرتے ہیں۔ جس طرح فرمایا۔

النالثة

نسوق الماء۔ والمراد سوق السحاب الحامل للماء۔ الجرز ای التی جرز نباتها ای قطع۔ بہ ای بالماء ۱۲۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم
مُّنتَظِرُونَ ۝ اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ (اے نبی امی) ع ۳
کہدو کہ فیصلہ کے دن کافروں کو انکا ایمان لانا نفع نہ دیگا۔ اور نہ وہ مہلت ۱۴
دئے جائیں گے۔ پس (اے نبی) تم اُن سے منہ موڑو اور انتظار کرو کہ بیشک وہ
بھی منتظر ہیں۔ کفار کہتے تھے کہ تمھیں کب ہم پر فتح ہوگی جسطرح تم کہا کرتے ہو
ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ تم ذلیل و خوار ڈر کے مارے چھپے رہتے ہو حضرت کو حکم ہوتا ہے کہ انسے
کہدو کہ جسدن اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اسوقت حلق میں دم آجائے تو ایسے وقت
کسیکو ایمان نافع نہوگا۔ اور نہ انھیں عذر کرنیکی مہلت دیجائیگی۔ اے نبی تم اُن مشرکوں کا
خیال چھوڑو اور انکی تکذیب کی طرف توجہ نہ کرو۔ اور نصرت الٰہی کا انتظار کرو کیونکہ اسنے جو وعدہ
تم سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ اور وہ بھی تمھاری خرابی کے منتظر ہیں۔

یوم الفتح۔ قال مجاهد یوم القیامة (ابن جریر) کیونکہ قیامت میں ابواب امور مبہمہ منفتح ہوجائیں گے۔
(نیشاپوری) یا یہ کہ فتح سے مراد قضاء و فصل ہے جسطرح فرمایا فافتح بینی وبینهم فتحًا الآیہ اور جسطرح
فرمایا ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح الآیہ۔ (ابن کثیر) فتح کے معنے نصرت کے ہیں جو لازم فتح ہے
یا فصل یا حکومت کے جو یہ بھی فتح کے ایک معنے ہیں اسی لئے قاضی کو فتاح کہا جاتا ہے۔ چونکہ روز قیامت مسلمانوں کو
کافروں پر نصرت و فتح ہوگی اور با ہم انکے فیصلہ بھی ہوجائیگا اسی لئے فتح سے مراد یوم قیامت ہے۔ (خفاجی مع متن)

ah
zaab
any
s 73

سورۂ احزاب

مدنی ہی اسکے حروف (۵۷۹۶) کلمات (۱۲۸۰) آیات (۷۳) ہیں -

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے -

33-1
یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ
وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ وَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝ ای نبی اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی
اطاعت نہ کرو - بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے - اور تمہارے پروردگار کی طرف
سے جو کچھ تم پر وحی کیجاتی ہے اسکی پیروی کرو - بیشک اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو خبردار
ہے - اور تم اللہ پر بھروسہ کرو - اور اللہ کارساز کافی ہے یعنی اے نبی تقوے پر قایم رہو
اور کافروں اور منافقوں سے مشورہ نہ لو اور نہ انکی بات سنو - یہ تنبیہ بالاعلے علی الادنی
ہے یعنی جب اشرف الخلق کو یہ خطاب فرمایا تو آپکے سوائے دوسروں پر یہ حکم بدرجۂ اولیٰ
واجب ہے - طلق[1] بن حبیب نے فرمایا تقوے یہ ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے نور کی ہدایت

[1] ابن کثیر - ۱۲

ہوکر ثواب الٰہی کی نیت سے اسکی بندگی ادا کرے اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اسکی
طرف سے نور کی حالت پر ہوکر اُس کے عذاب کے خوف سے معصیت چھوڑ دے اس لئے
کہ اللہ تعالےٰ سب کاموں کا انجام جانتا ہے اور اقوال وافعال میں حکیم ہے اسکی فرمانبرداری
واجب ہے چنانچہ فرمایا کہ جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے وحی کی گئی ہے (قرآن و
سنت سے) اُسی کی اتباع کرو اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اُس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو
اُس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور اپنے جمیع امور واحوال میں اللہ تعالےٰ
ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ جو شخص اُسپر بھروسہ کرے اللہ تعالےٰ اسکو کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ
نے ان آیتوں میں پہلے تقوے کا حکم دیا کہ عبودیت کا کمال ہے۔ پھر اتباع کفر سے
روکا جو تقوے کی منافی ہے۔ پھر اتباع وحی کا حکم دیا تا کمالِ علم وفضل حاصل ہو۔
پھر توکل کی تعلیم دی تا اطمینانِ کلی حاصل ہو اس لئے فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ
مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ
وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ
يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ

امّہاتکم جمع ام ہے اس میں ہا زائد ہے جیسے اراق میں اہراق۔ ادعیاءکم۔ جمع دعی ہے۔
فعیل بمعنے مفعول کے۔ یعنے وہ کہ جسے بیٹا کہہ کے پکاریں اور اپنا بیٹا بنائیں جسے متبنٰی کہتے ہیں۔
ذالکم ای النسب۔ اقسط ای اعدل (ابن جریر عن قتادہ) ۱۲۔

ع ۱۶

الّٰٓئِی
غیث النفع کیمو

تُظٰهِرُوْنَ
نافع وابن کثیر وابو
عمرو۔
تَظَّاهَرُوْنَ
ابن عامر
تَظَاهَرُوْنَ
حمزہ وکسائی

بیان تبنّی

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ اللہ نے کسی شخص کیلیے دو[1] دل اسکے اندر (یعنے سینے میں) نہیں بنائے۔ اور نہ تمھاری اُن بی بیونکو جن سے تم ظہار[2] کرتے ہو تمھاری مائیں بنائیں۔ اور نہ تمھارے منہ بولونکو تمھارے بیٹے بنائے۔ یہ تو تمھارا کہنا تمھارے منہ سے ہی۔ اور اللہ حق کہتا ہی اور وہی راستہ دکھاتا ہی۔ تم اُن (لے پالکوں) کو انکے باپ کی طرف (منسوب کرکے) پکارو یہی اللہ کے نزدیک بہت ٹھیک ہی۔ پھر اگر تم اُن کے باپ کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمھارے بھائی اور تمھارے مولے ہیں۔ اور تم پر کچھہ گناہ نہیں جسمیں تم نے خطا کی۔ ولیکن جسکا تم دل سے ارادہ کرو (تو یہ گناہ ہی) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی۔ یعنے جیسے ایک شخص کے لئے دو دل نہیں ہوتے اسیطرح جس چیز کیلیے کوئی حکم اصلی ثابت ہو تو مجازی بمنزلِ اصل نہیں ہوسکتا اس لئے فرمایا تمھارے ان زوجات کو جنسے تم ظہار کرلیتے ہو تمھاری مائیں نہیں بنائیں بلکہ تمھارے اس قول کی

بیان تحقیق - بیان ظہار

[1] اشارہ۔ اللہ تعالٰے نے تجھے نعمت ہستی سرفراز فرمائی اور تجھیں ایک ہی دل رکھا تاکہ تو اسکی محبت میں یک جہت ویکرو ہو۔ اور غیر حق سے روگرداں ہوکر اسیکی طلب و جستجو ہو۔ نہ کہ تو یکدل کو صدپارہ کرکے اور ہر ایک کو ایک مقصد کیلیے آوارہ کرے۔

اے آنکہ بقبلۂ بتان دوست ترا۔ دل در پے این وآن نہ نیکوست ترا
بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا۔ یک دل داری بس است یکدوست ترا

[2] یعنے شوہر اپنی بی بی کو اپنے کسی محارم کے عضو سے تشبیہ دے مثلاً کہے کہ تو میری ماں کے

تکذیب کی اور اسکی عقوبت میں تمپر کفارہ لازم کیا اور نہ تمھارے منہ بولوں کو تمھارے بیٹے بنائے تم اپنے منہ سے کسی کو ماں اور کسیکو بیٹا بناتے ہو لیکن تمھارے کہنے سے اللہ تعالے کے پاس وہ حکم نہیں ہوسکتا۔ پس ایک شخص کے دو باپ نہیں ہوسکتے۔ جیسے ایک آدمی کو دو دل[1] نہیں ہوتے۔ یہ آیت زید[2] بن حارثہ کے شان مین نازل ہوی جسکو آنحضرت نے نبوت سے پہلے متبنے[3] بنایا تھا۔ یہانتک کہ لوگ انھیں زید بن محمد کہا کرتے تھے تو اللہ تعالے نے اس الحاق ونسبت کو منقطع فرمایا اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالے حق فرماتا ہی یعنی عدل کی ہدایت دیتا ہی اور سیدھی راہ چلاتا ہی۔ پس تمھیں چاہیے کہ اُسی کے حکم پر چلو اور اسکا تو یہ حکم ہی کہ ان متبناؤں کو اُن کے باپ کے ناموں سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک

(بقیہ صفحہ گذشتہ) پشت یا شکم کے مثل ہے تو اس عورت سے مباشرت حرام ہوجاتی ہے جبتک کہ کفارہ نہ ادا کرے۔ [1] اکثروں نے لکھا کہ یہ آیت قریش میں سے ایک شخص کی شان میں نازل ہوی جسے ذوالقلبین کہتے تھے اور وہ خود بھی مدعی تھا کہ میرے دو دل ہیں۔ اور ہر ایک میں عقل وافر ہی۔ پس اللہ تعالے نے اس آیت سے اُسکا رد فرما دیا یہی قول مجاہد وعکرمہ وحسن وقتادہ ہی۔ یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا (ابن کثیر) [2] عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی کہ ہمکو یہ خبر پہونچی کہ یہ آیت دربارہ زید بن حارثہ نازل ہوی ہی کہ اللہ تعالی نے اسکو بطور مثال بیان فرمایا کہ جیسے کسی کے جوف میں دو دل نہیں ہوتے اسیطرح دوسرے کا بیٹا تیرا بیٹا نہیں ہوسکتا۔ اور یہی قول مجاہد وقتادہ وابن زید ہی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ زید بن حارثہ حقیقت میں آنحضرت کے آزاد کیے ہوے غلام تھے اور ہم لوگ انکو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہانتک کہ قرآن نازل ہوا اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ (ابن کثیر) انکو بخاری ومسلم وترمذی ونسائی [3] یعنی اسطرح پرورش فرماتے تھے جیسے کوئی بیٹے کو پرورش کرتا ہے۔ ۱۲

پورا انصاف ہی۔ ابتدائی اسلام میں لے پالک کو اپنا بیٹا قرار دیتے تھے تو اللہ تعالے نے
ان کے نسب کو ان کے آبائے حقیقی کی طرف منسوب کرنیکا حکم فرمایا۔ ہاں رضاعی[1] لڑکا
بجائی صلبی کے ہی۔ اور شفقت و محبت سے کسیکو بیٹا[2] کہنا یا بزرگی و عظمت سے کسیکو باپ کہنا
اس آیت کی نہی میں داخل نہیں۔ بلکہ جائز ہی۔ پھر اگر تم اُن کے باپ کو نہ جانتے ہو تو
وہ لوگ دین میں تمھارے بھائی و موالی اور دوست ہیں اور تم پر اس صورت میں کچھ
گناہ نہیں کہ تم نے اس نسبت میں خطا کی۔ یعنی کسی کو بعدِ کوشش خطا سے اُس کی حقیقی
باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ خطا اور چوک گناہ[3] نہیں لیکن ایسی
صورت میں گناہ ہی کہ جان بوجھکر۔ و اور اللہ غفور رحیم ہے مسئلہ۔ ایک کی اولاد ہو کر
دوسرے کی طرف منسوب کرنا ممنوع ہی جیسے شیخ سید بنے یا مغل پٹھان ہو جائی بخاری میں ہے
من ادّعیٰ الی غیر ابیه وهو یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام۔ جب یہ بیان فرمایا کہ حقیقی ماں
باپ وہی ہیں کہ جس سے لڑکا پیدا ہوا اور اسکے سوا جو ہیں مجازی ہیں لیکن شرع مثل
حقیقت ہی بلکہ بعض جا[4] شریعت حقیقت پر غالب آجاتی ہی۔ تو اب شارع کو اختیار ہے کہ

---

[1] صحیحین میں ہی کہ یُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ (ابن کثیر) [2] چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت نے مجھے خطاب کرکے فرمایا ای میرے بیٹے (ابن کثیر از صحیح مسلم و ترمذی و ابو داؤد) [3] حدیث میں ہی کہ ان اللہ رفع عن امتی الخطاء والنسیان والامر الذی یکرهون علیه یعنے اللہ تعالے نے میری امت سے بھول چوک اٹھا دیا اور ایسے امر کو بھی اٹھا دیا جسپر وہ زبردستی مجبور کیے گئے ہوں (ابن کثیر) [4] دیکھو زانی کو ولد زنا کا

بھی چاہیے حکم کرے اسی لیئے نبی کو باپ سے زیادہ اور اونکے ازواج مطہرات کو حرمت و تعظیم میں
بجائے ماں کے ٹہرایا جسطرح فرمایا۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ
اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا
نبی بہ نسبت مومنوں کے انکی ذات سے اولی ہیں۔ اور نبی کی بی بیاں مومنونکی مائیں ہیں
اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں بہ نسبت مومنوں و مہاجروں کے ایک دوسرے کی زیادہ
حقدار ہیں۔ مگر یہ کہ اپنے دوستوں کے ساتھ احسان کرو یہ (حکم اللہ کی) کتاب میں لکھا ہوا
نبی کا مومنوں کے حق میں انکی ذات سے مقدم و اولی ہونا اسلئے ہے کہ آنحضرت جو حکم کریں گے وہ عین صلاح
و فلاح ہے اور نفس کا حکم باعث شقاوت ہے۔ تو چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بندہ کے پاس
اسکی نفس کے بہ نسبت زیادہ دوست ہوں یعنی حضرت کو اپنی جان سے زیادہ محبوب اور عزیز رکھنا ضروری ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) باپ نہیں کہتے۔ یہ حکم شریعت ہے جو حقیقت پر غالب آگیا۔ لے یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم مرتبہ
میں باپ سے اشرف و اعلی ہیں کیونکہ باپ صرف دنیوی تربیت کرتا ہے اور نبی کریم دنیوی و اخروی تربیت
فرماتے ہیں تو اسی لئے آپ کے زوجات تعظیم میں مثل امہات ہوئے۔
ازواج مطہرات کو مسلمانوں کی ماں کہنے میں ہم گنہگاروں کو بڑی بشارت ہے کیونکہ جسمانی ماں جب اولاد
پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بیقرار ہوجاتی ہے۔ جب قیامت میں ہمیں فرشتے عذاب کے گرفتار کرنے آئیں
تو یہ سرداریاں پریشان ہونگی اور ضرور شفاعت کی طرف متوجہ ہونگی۔ پہر وہ مالک جسکو ماؤں کی
محبت ہے انشاء اللہ بخشدیگا وہو المراد والمطلوب ۱۲

چنانچہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اوسکے والد و اولاد و جان و مال سب سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ ۵

امتاں را در دو عالم اوست دوست	دوستی با دیگراں بر بوے اوست
دوستی با اصل باید کرد بس	فرع را ہر چہ دارد دوست کس
اصل داری فرع ہرگز گو مباش	تن بماں و جاں بگیر اے خواجہ تاش

حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجکو آل و اولاد وغیرہ سب سے زیادہ محبوب ہیں سوای اپنی ذات کے۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ ای عمر ہرگز نہیں یہانتک کہ میں تجکو تیری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں تو حضرت عمرؓ نے عرض کی واللہ اب تو آپ مجکو میری جان و مال سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ پس فرمایا کہ ای عمر اب ایمان پورا ہوا[۱] یہ بھی آپ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ میں اُس کے پاس دُنیا و

[۱] صحیحین (مشکوۃ) [۲] ابن کثیر (از بخاری) [۳] پوری روایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک وقت حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ ای عمر محبت کے بارہ میں کیا حال ہے۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ محبت تو آپکے اور آل و اولاد کے درمیان مشترک ہے۔ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اب کیا حال ہے۔ عرض کی آل و اولاد کی محبت جاتی رہی لیکن اپنے نفس کی محبت ابھی تک باقی ہے۔ آپنے حضرت عمرؓ کے سینہ پر دوبارہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اب کیا حال ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ اب آپ مجکو میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ (لمعات) [۴] ابن کثیر (از بخاری) ۱۲۔

آخرت میں سب سے اولے ہوجاؤں اور تمھارا جی چاہے تو آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ - کو پڑھو
پس جو مومن کہ اپنے انتقال کے وقت مال چھوڑے تو اُسکے عصبات کے واسطے ہے یعنے اس کے
وارث جو کوئی ہوں موافق حکمِ الٰہی لیلیں - اور جو شخص اپنے پر قرضہ چھوڑے یا اپنی اولاد بغیر کفالت
چھوڑے تو وہ میرے پاس آئے کہ میں ہی اُسکا متولی ہوں" اور اس آیت میں آپکی آلِ اطہار و
قرابتدار داخل ہیں - چنانچہ حضرت بُریدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کے ساتھ یمن
کی طرف جہاد کیا تو مجکو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ سختی پہونچی - جب میں لوٹکر آنحضرت کے
خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت علی کا ذکر کیا اور کچھ نقص بیان کیا - میں نے دیکھا کہ آنحضرت کا چہرہ
مبارک متغیر ہوا - اور فرمایا کہ اے بُریدہ کیا میں مومنوں کے حق میں اُنکی ذات سے اولی نہیں
ہوں" میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ آپنے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنے میں جسکا مولیٰ ہوں علی بھی
اُسکا مولیٰ ہے" اللہ تعالیٰ نے آپکی اولویت کو مطلق فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں میں خواہ وہ امورِ دنیوی ہوں یا
دینی آپکی اولویت مسلّم ہوگئی - تو آپکو جان و مال و اولاد وغیرہ سب سے زیادہ عزیز رکھنا چاہئے -

فضیلت حضرت علی

لہ بات یہ ہے کہ دفعِ حاجات کے مراتب میں پہلے دفعِ حاجتِ نفس ہے - پھر دفعِ حاجات اصول و فروع پھر جو اُن کے
سوا اقارب ہوں پھر اجنبیوں کی حاجت دفع کرنا ہے - غرض نفس کی دفعِ حاجت سب سے مقدم ہے چنانچہ حدیث
میں اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ ثُمَّ بِمَنْ تَعُوْلُ - چونکہ دفعِ حاجتِ نفس فراغتِ عبادتِ الٰہی کے لئے ہے اور کیفیتِ عبادت
کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے تو آپ کا حکم سب سے مقدم ہے - پھر آپکے حکم کے بعد نفس کو
چاہئے کہ اسمیں کچھ چون و چرا نکرے بلکہ اسکو بصدقِ دل قبول کرلے - ۵ امام احمد و نسائی و ابن ابی شیبہ (در) - ۱۲

پھر ازواجِ مطہرات کو مسلمانونکی ماں فرمایا یعنے جیسی ماؤں سے ان حقیقی ماؤنکی تعظیم و تکریم زیادہ ہونی چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنسے نکاح جایز نہیں اور یہ سب مثل ماؤں کے دائمی حرام ہیں۔ پھر قرابتداروں کی میراث کا ذکر فرمایا کہ بنسبت مؤمنین و مہاجرین[له] کے وہ مقدم ہیں۔ سوای اس کے کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرو یعنے زندگی میں کچھ ہبہ کرو یا ترکہ میں ثلث کی وصیت کرو۔ یہ حکم کتاب[٢] آلہی میں لکھا ہوا تھا وجہ ربط[٣] ماقبل سے اسطرح ہی کہ نبی اُنکی ذات سے مقدم و بہتر کیوں نہوں گے ہم نے اون کو اخذ میثاق میں سب نبیوں سے پہلے ذکر کیا ہی۔ گو وہ زمانہ کی لحاظ سے متأخر ہیں جسطرح کہ فرمایا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ

مواخات مہاجرین و انصار

له ابن عباس وغیرہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو انصار کے ساتھ بھائی چارہ کروا دیا تھا جسکی وجہ سے انصاری کے مرنے پر اُس کے قرابتی میراث نہیں پاتے تھے۔ بلکہ اسکی میراث اُسکا دینی بھائی مہاجر پاتا تھا۔ پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کر دیا۔ کہ میراث کے حق میں اولو الارحام اولے ہیں۔ اور یہی سعید بن جبیر و دیگر علمائے سلف و خلف سے روایت ہی (ابن کثیر) ٢ه اگرچہ اللہ تعالے نے چند روز خاص یہ حکم دیدیا تھا کہ دینی برادروں میں میراث جاری ہو۔ مگر علمِ آلہی میں یہ حکم ایک خاص زمانے تک تھا پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کر دیا۔ ٣ه وجہ تعلق ماقبل سے یہ بھی ہے کہ نبی مؤمنوں کی ذات سے اس لئے اولے ہیں۔ کہ ہم نے اُن سے عہد لیا ہے کہ اچھی بات امتوں کو سکھلائیں اور بُری بات سے منع کریں۔ ۱۲

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اور (اے نبی یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے انکا عہد
لیا اور تم سے اور نوح و ابراہیم و موسٰے و عیسٰے بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان سے
مضبوط عہد لیا۔ تاکہ (اللہ) سچوں سے انکا سچ دریافت فرمائے۔ اور کافروں کے لئے
دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ اللہ تعالٰے نے اس آیت میں پانچ اُولوالعزم[1] پیغمبروں سے
اور باقی انبیاء سے عہد لینے کا ذکر فرمایا۔ اور وہ عہد[2] یہ تھا کہ دینِ الٰہی پر قائم رہیں اور انکا
پیغامِ الٰہی ادا کریں۔ اس آیت میں نبیوں کے بعد خاص طور سے پانچ اُولوالعزم پیغمبروں کا
ذکر فرمایا۔ اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو بسبب شرف و بزرگی کے سب سے پہلے
ذکر فرمایا۔ چنانچہ[3] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ میں
پیدائش میں سب انبیاء سے پہلے اور دنیوی بعثت میں سب کے آخر ہوں۔ اسی لئے اللہ
نے سب سے پہلے میرا نام بیان فرمایا۔ بعدِ ذکرِ ارسالِ رُسل انجامِ مکلفین کو بیان فرمایا ہے
کہ یا حساب ہوگا یا عذاب چنانچہ[4] علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اَلدُّنْيَا حَلَالُهَا
حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ۔ بعد عذاب کافرین کے مسلمانوں کی نعمت کا ذکر فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

[1] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اولادِ آدم میں پانچ پیغمبر سب سے بہتر ہیں۔ نوح و ابراہیم و موسٰے و عیسٰے و محمد
صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اور ان سب سے بہتر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں (ابن کثیر
از بزار۔ اور کہا کہ حمزہ زیات راوی میں کسیقدر ضعف ہے) [2] بعض نے بیان کیا ہے کہ یہ وہ عہد ہے جو پشت
آدم سے ذریات نکالے جانے کے وقت لیا گیا تھا۔ [3] (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) [4] تفسیر کبیر ۱۲

33-9

33-10
33-11

اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا

لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ

اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ ۱۵

ایمان والو اللہ کی نعمت اپنی یاد کرو جب تم پر لشکر آگئے۔ پھر ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور

یعملون بصری ساتھ یائے غیب کے یعنی مشرکین جو کرتے ہیں۔ الظنونا نافع و شامی و شعبہ ساتھ اثبات الف کے وصل و وقف میں۔ اور بصری و حمزہ ساتھ حذف کے دونوں حال میں۔ اور مکی و حفص و کسائی ساتھ حذف الف کے وصل میں۔

اذ جاءتکم۔ نعمت اللہ سے بدل ہے یا اسکا ظرف ہے۔ اذ جاؤکم۔ اذ جاءتکم سے بدل کل ہے۔ یا وہ متعلق تعملون سے یا بصیرا سے ہے۔ من فوقکم و من اسفل منکم۔ احتمال ہے کہ یہ کنایہ جمیع جوانب کے احاطہ سے ہو یعنے مشرکوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ واذ زاغت۔ یصح ان یکون اشارۃ الی ما یداخلہم من الخوف حتے اظلمت ابصارہم۔ و یصح ان یکون اشارۃ الی ما قال یرونہم مثلیہم رأی العین (مفردات) الحناجر۔ جمع حنجر و ھی رأس الغلصمۃ من خارج (مفردات) الغلصمۃ۔ راس الحلقوم و ھو الموضع الناتی فی الحلق (مختار) الظنونا۔ ظن باوجودیکہ مصدر ہے لیکن اسکی جمع بسبب اختلاف انواع کے کی گئی ہے۔ اور جمع میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ظنون مختلفہ کُل کے کُل صادق نہیں ہو سکتے تو قطعی طور سے معلوم ہوا کہ بعضوں کا گمان خطا تھا جس کا بیان آتا ہے۔ اور الف جو الظنونا اور اسکے امثال سبیلا اور رسولا میں زائد ہے اسمیں فواصلِ نثر کی قوافی شعر کے ساتھ تشبیہ ہے کیونکہ جسطرح الفِ اطلاق کبھی قوافی شعر کو لاحق ہوتا ہے اسیطرح فواصلِ نثر میں بھی آتا ہے۔ و زلزلوا۔ ای زعزعوا من الرعب (مفردات) ای ازعجوا ازعاجا قویا و ذلک ان الخائف یکون قلقا و مضطربا لا یستقر علے مکان ۱۲۔

ایسے لشکر (بھیجے) کہ جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

جب وہ تم پر تمہارے اوپر (کی جانب) سے آئے۔ اور تمہارے نیچے (کی طرف) سے۔ اور

جب آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور دل حلقوم میں پہونچے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے

گمان کرتے تھے۔ وہاں مومنوں کی آزمایش کی گئی۔ اور خوب زور سے ہلا دئے گئے۔

شانِ نزول حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں روز احزاب (غزوۂ خندق)

میں اتریں[1]۔ "غزوۂ خندق[2]" ماہِ شوال سنہ ۵ھ[3] میں ہوا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ جب یہود

بنی نضیر شہر بدر کئے گئے تو ان کے سرداروں میں سے حیی بن اخطب وغیرہ مکہ کو

آئے۔ اور قریش کو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے بلایا اور

کہا کہ ہم تمہارے ساتھ رہکر انھیں پامال کردیں گے۔ قریش یہ سُن کر خوش ہوئے اور

لڑائی کے لئے چلنے تیار ہوئے۔ پھر وہ قبیلہ غطفان کے پاس آئے۔ اُن سے بھی اسیطرح

کہا وہ بھی ہمراہ ہو گئے۔ غرض بہت سے قبایل جمع ہو کر کل لشکر دس ہزار کا ہو گیا۔ جب

قریش نکلنے کو تیار ہو گئے تو قبیلۂ خزاعہ سے چند سانڈھنی سواروں نے چار شب میں

بیان غزوۂ خندق

[1] ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و بیہقی دلایل میں اور بخاری اور نسائی وغیرہ میں بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیتِ اذ جاؤکم من فوقکم الآیۃ میں روز خندق کا بیان ہے (در) [2] معرب کندہ ہے وہ ایک عمیق گڑھا ہے جو اطراف لشکر و شہر کے ہوتا ہے۔ [3] بعضوں نے سنہ ۴ھ میں کہا۔ یہ عاصی اس غزوۂ خندق کو سیرت حلبی سے ترجمہ کیا۔ جو سیر میں بہت معتبر کتاب ہے ۱۲۔

مدینہ منورہ پہونچکر آنحضرت کو خبر دی حضرت نے لوگوں کو بلایا اور دشمن کے آنے سے
مطلع فرمایا۔ حضرت سلمانِ فارسی نے خندق کی رائے دی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ
ہم ملکِ فارس میں دشمن سے بچنے کیلئے خندق کہود لیا کرتے تھے۔ آنحضرت کو بھی
یہ بات پسند آئی۔ آپ گہوڑے پر سوار ہوکر مہاجرین و انصار کو ہمراہ لیکر آبادیِ مدینہ سے
تہوڑی دور پر تشریف فرما ہوے۔ اور کوہِ سلع کو اپنی پیٹہ پیچہے رکہکر مقام فرمایا۔ لوگونکو
سعی و کوشش کی ترغیب دی۔ اور نصرت و فتح کا وعدہ فرمایا بشرطیکہ وہ صبر کریں۔[1]
اور خندق بھی اسی جاے کہودنا شروع ہوا۔ اس لئے کہ اطرافِ مدینہ عمارتوں اور
بازاروں سے مسدود و محفوظ تہا اور بعضی مواضع جو طرفِ جبلِ سلع شرقی مدینہ میں تھی
وہ جاے کشادہ تھی وہیں لشکرِ ظفر پیکر بھی فروکش ہوا۔ اور وہیں خندق کہودنیکی
تیاری ہوی۔ اور خود آنحضرت بھی بنفسِ نفیس صحابہ کے ساتہہ اس کام میں شریک ہوے[2]
صحابہ کو اس خندق کے کہودنے میں نہایت تعب ہوا یہ زمانہ قحط سالی کا بھی تھا صحابہ
بہوک سے بیقرار تھے۔ آنحضرت صحابہ کی حالت دیکہکر ابن رواحہ کا یہ قول پڑہنے لگے[3]

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةْ		فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

[1] آنحضرت نے موضعِ خندق کو خط کہینچ کے اسطرح تقسیم فرمایا کہ ہر دس شخص چالیس گز اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دس شخص دس گز۔ (مدارج النبوۃ) [2] بخاری۔ [3] شعر پڑہنے سے کام میں آسانی ہوتی ہے۔ اور عرب کی عادت تہی انہوں میں اسطرح جاری ہے کہ اکثر رجز کا استعمال کیا کرتے ہیں ۱۲

اور ایک روایت کے یہ لفظ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَهْ	فَاَکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

صحابہ کرام آپ کے جواب میں اسطرح عرض کرتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا	عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

آنحضرت کا شکم مبارک مٹی اٹھانے سے گرد آلود ہو گیا تھا۔ آپ ابن رواحہ کا یہ قول بھی ارشاد فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا	وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا	وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا
وَالْمُشْرِکُوْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا	وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَیْنَا

آپ اَبَیْنَا اَبَیْنَا۔ کو بار بار پڑھتے اور آواز مبارک کو بلند فرماتے تھے۔ ایک روایت میں یہ ہے

بِاسْمِ الْاِلٰهِ وَبِهٖ بَدَیْنَا	وَلَوْ عَبَدْنَا غَیْرَهٗ شَقِیْنَا

فَحَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّ دِیْنًا۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جب مٹی اٹھانے کیلئے ٹوکری نہ ملتی تو بوجہ عجلت اپنے

۱؎ یعنے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت سے جہاد پر بیعت کی کہ جبتک ہماری جان میں جان ہے آپ کے ساتھ رہ کے جہاد کریں گے۔ ۲؎ بخاری از حدیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہما
۳؎ بیہقی از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۱۲-

کپڑوں میں مٹی اٹھاتے۔ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قوی آدمی تھے۔ آپ تن تنہا دس شخصوں کے برابر کام کرتے۔ مہاجرین نے یہ دیکھکر کہا کہ سَلْمَانُ مِنَّا یعنی سلمان ہماری میں سے ہیں۔ انصار نے کہا سَلْمَانُ مِنَّا۔ آنحضرت نے سنکر فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا[۱] اَهْلُ الْبَيْتِ۔ پھر خندق کھودنے میں ایک پتھر ایسا آیا کہ صحابہ اُسکے پھوڑنے سے عاجز ہوئے۔ آنحضرت خود وہاں تشریف فرما ہوئے اُسوقت آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور صحابہ کہتے ہیں کہ ہم تین دن سے کچھہ نہ چکھے تھے۔ آپنے پھاوڑا یا کدال اُسپر مارا۔

[۱] (طبرانی) یعنی سلمان ہماری اہل بیت سے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متابعت ہی ہے جو اجنبی تابع کو جزو متبوع کا کر دیتی ہے سبکو معلوم کہ سلمان فارس کے رہنے والے ہیں۔ صرف پیروی کے باعث اس خطاب سے سرفراز ہوئے ہیں۔ جسطرح متابعت سے اتصال ہے۔ اسی طرح مخالفت سے انفصال ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالے نے تمام نیکیوں کو ایک مکان میں جمع کر کے مقفل فرمایا۔ اور اسکی کنجی آنحضرت کی اطاعت کو بنایا چنانچہ فرمایا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی کہدو اے نبی کریم اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو خدا بھی تم پر مہربان ہے (رہبر طریقت)

[۲] صحیح بخاری وغیرہ [۳] اس غزوہ میں بہت سے معجزات ظاہر ہوئے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ خندق کھودنے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت کو شکم مبارک پر پتھر باندھے ہوئے دیکھکر اپنے گھر گئے۔ اور اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے آنحضرت کو بھوکا پایا ہے۔ آپ کے کھانا کھانے کی کچھہ تدبیر کرنی چاہئے۔ انہوں نے ایک صاع جو کا آٹا نکال کر گوندھ کے خمیر کیا۔ اور ایک بکری کا بچہ ذبح کروایا۔ حضرت جابر نے چپکے سے حضور میں عرض کی کہ میں نے تھوڑا کھانا پکوایا ہے۔ سرکار تشریف فرما ہوں۔

معجزہ غزوہ برکت طعام حضرت جابر

معجزہ اخبار غیب ۔

وہ ایک تہائی ٹوٹ گیا ۔ اور اسمیں سے چمک نکلی جس سے آپکو عمارات ملکِ شام نظر آئیں
آپنے اللہ اکبر کہکے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ملکِ شام دیا ۔ پھر آپنے دوسری بار اسپر کدال
مارا ساتھ ہی اسمیں سے چمک نکلی جسمیں آپ کو عمارات ملکِ فارس نظر پڑیں ۔ آپنے اللہ اکبر
کہکے فرمایا خدای تعالے نے مجھے ملکِ فارس دیا ۔ پھر آپنے اسپر کدال مارا ۔ اور اسمیں سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آنحضرت نے بلند آواز سے فرمایا ای اہلِ خندق تمہارے لئے جابر نے کہانا پکوایا ہے جلدی
چلو ۔ اور حضرت جابر سے فرمایا کہ جبتک میں نہ پہونچوں ہانڈی نہ اتاریں اور روٹی نہ پکائیں حضرت جابر نے
برتکر اپنی بی بی سے کہا کہ کھانا تھوڑا ہے اور آنحضرت سب اہلِ خندق کو لئے تشریف لا رہے ہیں ۔
اُنہوں نے کہا اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ۔ حضرت جابر نے آنحضرت کا حکم سنا دیا کہ قبل تشریف
آوری ہانڈی نہ اتاریں اور روٹی نہ پکائیں ۔ پھر آنحضرت تشریف فرما ہوے ۔ آٹے اور
ہانڈی میں آبِ دہنِ مبارک ڈالکر دعاے برکت کی ۔ اور جابر سے فرمایا کہ ایک اور روٹی
پکانے والی کو بلا لو ۔ اور گوشت کی ہانڈی چولھے پر رہنے دو ۔ اسمیں سے پیالیوں میں
گوشت نکال کر دئے جاؤ ۔ پھر آپ نے کھلانا شروع کیا ۔ سب اہلِ خندق نے کہ ہزار آدمی
تھے خوب سیر ہو کے کھایا ۔ اور گوشت کی ہانڈی اسیطرح جوش کھا رہی تھی جیسے کہ پہلے تھی ۔
گوشت ذرا بھی کم نہ ہوا ۔ اور آٹا بھی اُتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا (سیرتِ حلبی) ۔ اور یہ بھی معجزہ ظاہر

معجزہ زیادتی خرما ۔

ہوا کہ ابن سعد کی بیٹی تھوڑے سے چھوارے آنحضرت کے پاس لائی ۔ آپ نے ہاتھ میں لیا تو
دونوں ہاتھ پر نہ ہوے ۔ پھر آپ نے کپڑا بچھوایا اور اُسمیں ڈالدیا ۔ اور خندق والوں کو آواز دی کہ
ناشتہ کرنیکے لئے آؤ ۔ وہ آکر کھاتے جاتے تھے اور چھوارے بڑھتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ وہ لوگ سیر ہو کر
پلٹ کے چلے گئے ۔ اور چھوارے کپڑے کی اطراف سے گرتے تھے ۔ (سیرتِ حلبی) ۱۲ ۔

چمک نکلی جس سے آپکو عمارت ملک یمن دکھائی دیں۔ آپنے اللہ اکبر کہکے فرمایا خدای تعالی نے مجھے ملک یمن دیا۔ اور وہ پتھر پاش پاش ہوگیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھہ اویہ دس دن میں خندق کہودنے سے فارغ ہوے۔ قریش اپنے ہمراہیوں کے ساتھہ جو دس ہزار تھے آپہونچے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تین ہزار مسلمان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چمڑیکا ایک قبہ نصب کیا گیا۔ آپنے مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کو عنایت فرمایا۔ اور لوای انصار سعد بن عبادہ کو۔ ادہر لڑائی کی تیاری تھی۔ ادہر حیی بن اخطب نے قریش و غطفان کے پاس کہلایا کہ ہر ایک ہزار ہزار آدمی روانہ کریں تا میں مدینہ کو لوٹوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی مسلمانوں کو نہایت آفت کا سامنا ہوا۔ اور خندق والوں کو اپنے سے زیادہ بچوں کا خوف ہوا۔ اور جب مشرکین نے خندق کو دیکہا تو کہا کہ یہ بڑا مکر ہے عرب کو اسکی خبر بھی نہتھی۔ غرض یہاں لڑائی اسیقدر رہی کہ تیر اور پتھر ایک دوسرے پر پہینکتے تھے۔ اتنے میں کافروں کے لشکر سے نوفل بن عبد اللہ نے چاہا کہ گھوڑا کودا کر خندق پار ہوجائے لیکن وہ خندق میں گرا۔ اور اسکی گردن توٹی حضرت علی علیہ السلام شیر خدا نے ایک ہی وار میں اُسے دو ٹکڑے کردیا مشرکونکو اسکا بہت رنج ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلایا کہ اگر آپ اسکی لاش ہمیں دفن کرنیکے لیے دیں تو ہم آپکو اسکی دیت دیتے ہیں آپنے

ﻟﻪ ابن اسحاق نے کہا کہ سات سو تھے ۱۲

فرمایا کہ اسکی دیت خبیث ہے ہمیں اسکی دیت کی کچھ ضرورت نہیں اگر تم چاہو تو دفن کرو ہم اس کے دفن کرنے سے منع نہیں کرتے۔ پھر حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے برانگیختہ کیا جس سے انہوں نے عہد توڑ دیا یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نہایت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بنی قریظہ کی خبر کون لائیگا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں خبر لاتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں گیا اور جب واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو فدا کرنے میں جمع فرمایا یعنی اسطرح فرمایا فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔ پھر عمرو بن ود جو مشہور پہلوانوں میں سے تھا مقابلہ کو بلانے لگا اور کہتا تھا مَنْ یُبَارِزُ۔ حضرت علی مرتضےٰ کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ یا نبی اللہ میں حاضر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ وہ عمرو ہے۔ پھر عمرو بار بار آوازہ کسنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ تمہاری وہ جنت کہاں ہے جو تم گمان کرتے ہو کہ تم مقتول ہونیکے بعد اسمیں داخل ہوتے ہو۔ پھر کیوں میرے مقابلہ کیلئے کوئی نہیں نکلتا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

وَلَقَدْ بَحِحْتُ مِنَ النِّدَا	ءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزْ
اِنَّ الشَّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى	وَالْجُوْدُ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

پھر علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اسکے مقابل کو جاتا ہوں

حضرت علی کرار سے عمرو بن ود پہلوان کا مارا جانا

آپنے فرمایا وہ عمرو ہی بیٹھو۔ حضرت علیؓ نے عرض کی اگرچہ وہ عمرو ہی کیوں نہو۔ اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو اجازت دی اور اپنی تلوار ذوالفقار عنایت کی اپنا لوہے کا زرہ پہنایا۔ اپنا عمامہ سر پر باندہا۔ پھر آپنے دعا کیلئے اپنا عمامہ آسمان کیطرف بلند کیا اور عرض کرنے لگے کہ الٰہی تو نے عُبیدہؓ کو روز بدر لیا۔ اور حمزہؓ کو روز اُحد۔ اور یہ علی میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے پس تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے۔ پھر علی مرتضےٰؓ عمرو کے مقابلہ میں آئے اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

شعر حضرت علی کا عمرو بن ود سے

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَا	كَ مُجِيْبُ قَوْلِكَ غَيْرُ عَاجِزْ
ذُوْ نِيَّةٍ وَّبَصِيْرَةٍ	وَالصِّدْقُ مُنْجِيْ كُلِّ فَائِزْ

پھر آپنے فرمایا اے عمرو۔ کیا تو نے اللہ سے عہد کیا تہا کہ دو خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کی طرف اگر کوئی تجھے بلائے تو تو قبول کریگا۔ اُس نے کہا ہاں علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اسلام کی جانب بلاتا ہوں اس نے کہا مجھے اس سے کچھ غرض نہیں۔ آپنے فرمایا میں لڑائی کیلئے بلاتا ہوں اس نے کہا کہ میرا یہ خیال تہا کہ عرب میں سے کوئی مجھے اس بات سے نہیں ڈرائیگا۔ پھر عمرو نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ (کیونکہ آپ لوہے میں چھپے ہوئے تھے جس سے عمرو نہ پہچان سکا) آپنے فرمایا علیؓ۔ اس نے کہا کیا ابن عبد مناف۔ آپنے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں

کہا ای میرے بھتیجے تمھاری سوای تمھارے چچاؤں میں سے جو تم سے زیادہ قوی ہو وہ آئے۔
کیونکہ مجھے تمہارا خون بہانا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تمھارے باپ میرے دوست تھے۔
آپنے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے تیرا خون بہانا برا نہیں معلوم ہوتا۔ یہ سنکر عمرو کو غصہ آیا۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تجھسے میں کسطرح لڑوں۔ کیونکہ تو گھوڑے پر
سوار ہے۔ ہاں لڑتا ہو تو نیچے اتر۔ وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور تلوار آبدار کھینچکر اپنے گھوڑے کے
ٹانگے کاٹے اور اس کے منہ پر مارا تاکہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ پھر علی مرتضے کی طرف
متوجہ ہوا۔ ایک دوسرے کے نزدیک ہوگئے۔ اور اسطرح گرد و غبار اٹھا کہ وہ دونوں
چھپ گئے۔ پس علی مرتضے نے اپنی سپر اسکے سامنے پیش کی۔ عمرو نے اسپر ایک ایسا
وار لگایا کہ وہ شق ہو کر تلوار اسمیں دھس گئی۔ اور آپکے سر مبارک کو بھی صدمہ پہنچا۔
پھر علی مرتضے نے ایک ایسا وار رگ گردن پر لگایا کہ جس سے عمرو چاروں خانے چت ہو کر
گر گیا۔ اور مسلمانوں نے تکبیر کہی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر سنی تو پہچان لیا
کہ علی مرتضے نے عمرو کو قتل کر ڈالا۔ پھر علی مرتضے شاد و خرم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئے۔ اور جب عمرو قتل ہوا۔ تو اسوقت بعض مشرکین بھی خندق میں آگئے تھے
یہ واقعہ دیکھکر گھوڑے سوار رفوچکر ہونے لگے۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے انکا تعاقب
کیا اور ایک ایسی تلوار نوفل بن عبد اللہ کو لگائی جس سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور گھوڑے کو

حضرت سعد بن معاذ کی دعا اور شہادت

تلوار اتر آئی۔ لوگوں نے کہا ای اباعبداللہ۔ آپکی تلوار کے جیسی تو ہم نے تلوار نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا تلوار کاٹتی ہی مگر ہاتھ چاہیے۔ اس غزوہ میں انصار کا شعار[1] حم لا ینصرون تھا اور شعار مہاجرین یا خیل اللہ تھا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سی رگ[2] اکحل کٹ گئی۔ حضرت سعد نے دعا کی۔ یا اللہ اگر تو نے ہماری اور قریش کی درمیان میں لڑائی موقوف کر دی ہی تو مجھی شہادت نصیب کر لیکن مجھے موت نہ دینا یہاں تک کہ بنی قریظہ سی میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی۔ اسکے بعد قریش کو لڑنیکا موقع نہ ملا۔ اور آپکا انتقال نہوا یہانتک کہ بنی قریظہ آپ ہی کی حکم سے قتل کئے گئے اور انہی دنوں میں ایک دن خندق کی ہر جانب سی لڑائی رات تک ہوتی رہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور نہ کسی مسلمان نے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا پڑھی مسلمان کہتے تھے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی آنحضرت فرماتے تھے میں نے بھی نہیں پڑھی۔ جب لڑائی موقوف ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبہ کی جانب تشریف لائی اور بلال کو حکم فرمایا تو انہوں نے ظہر کیلئے اذان اور اقامت کہی پھر آپنے نماز پڑہائی اور ہر نماز کے لئے اقامت کہتے تھی اور آپ مع اصحاب نماز پڑھتے تھے۔ جابر[3] کی روایت میں آیا ہی کہ ہر نماز

قضا نماز کیلئے اقامت کہنا

[1] حدیث میں مسلمین کا لفظ ہی جس سی مراد شاید انصار ہیں۔ [2] شعار قوم لڑائی میں جو ہوتا ہی اس سی مراد وہ علامت ہی جس سی ایک دوسرے کو پہچان لیں (مختار الصحاح) [3] اس رگ کو رگ حیات کہتے ہیں بدن کی تمام رگیں اسی سے متفرق ہوتی ہیں۔ [4] علامہ نووی نے ان دونوں روایتونکو اسطرح جمع

کیلئے اذان اور اقامت کہی گئی۔ پھر انصار کی ایک جماعت کسی میت کو دفن کرنیکے لئے نکلی تو بیس اونٹ جو اور چھوارے وغیرہ سے بھرے ہوئے ملے جنہیں حیی بن اخطب نے قریش کی مدد و تقویت کیلئے روانہ کیا تھا۔ انصار نے انھیں اپنے قبضہ میں کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لائے جس سے اہل خندق کو فراخی ہوئی۔ پھر خالد بن ولید ایک جماعت مشرکین کو لیکر مسلمانوں کو غافل پاکر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اس نے اسید بن حضیر کو دیکھا کہ خندق پر دو سو مسلمانوں کو لئے کھڑے ہیں۔ جب نزدیک ہوئے تو وحشی قاتل حمزہ نے طفیل بن نعمان کو بھالا مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ بعد اسکے کفار رات کو لوٹنے کے خیال سے گشت کیا کرتے تھے۔ مسلمان ایسے وقت میں نہایت خوف زدہ تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار پر بد دعا کی۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ اے لوگو ملاقات دشمن کی آرزو نہ کرو۔ اللہ سے عافیت چاہو۔ ہاں اگر دشمن سے ملاقات ہوجائے تو صبر کرو اور سمجھو کہ جنت زیر سایۂ شمشیر ہے۔ اور اسطرح دعا فرمانے لگے یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ الْمُضْطَرِّیْنَ اکْشِفْ هَمِّیْ وَغَمِّیْ وَکَرْبِیْ فَاِنَّکَ تَرٰی مَا نَزَلَ بِیْ وَبِاَصْحَابِیْ مسلمانوں نے

آنحضرت کا دعا فرمانا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا کہ یہ دو قصے ہیں جو ایام خندق میں واقع ہوئے ہیں اس لئے کہ وہاں بیدرہ روز رہنا ہوا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز عصر فوت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطےٰ صلواۃ العصر الخ سلہ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اللھم منزل الکتاب سریع الحساب اھزم الاحزاب۔ اللھم اھزمھم وانصرنا علیھم و زلزلھم ۱۲۔

لشکرِ کفار میں سخت ہوا کا چلنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ کلیجے منہ کو آگئے ہیں کوئی شے ایسی ہے جسے ہم پڑھیں۔ آپنے فرمایا ہاں۔ اسطرح کہو۔ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور خوشخبری دی کہ اللہ تعالےٰ ہوا اور لشکر بھیجتا ہے آپ نے اصحاب کو آگاہ فرمایا اور دونوں ہاتھ اٹھاکر شکراً شکراً فرماتے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ خندق میں ایک رخنہ ہے آپ اُسطرف پھیرے کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے مسلمانوں پر اگر حملہ کا خوف ہے تو اسی جگہ سے ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ کاش کوئی نیکبخت مرد اس جگہ کی حفاظت کرتا۔ اس اثنا میں آپنے ہتیار کی آواز سنی۔ پوچھا کون ہے۔ سعد بن وقاص نے عرض کی یارسول اللہ سعد ہے آپکے پاس پہرہ دینے کیلئے آیا ہے۔ فرمایا اس رخنہ کی حفاظت کرو۔ یہ کہکر آرام فرمایا۔ پھر اُٹھکر اپنے قبے میں نماز پڑھنے لگے[لہ] اور اللہ تعالےٰ نے ان راتوں میں جنمیں سخت جاڑا تہا کفار پر ایک ایسی تند و تیز ہوا بھیجی۔ کہ جس سے خیموں کی رسیاں ٹوٹ گئیں میخیں اکھڑ گئیں۔ ہانڈیاں اُلٹ گئیں اور وہ خود بھی کسی جگہ نہ ٹہر سکتے تھے بلکہ شدتِ ہوا سے ان کے پاؤں لڑکھڑاتے اور گر گر پڑتے تھے۔ لیکن ہوا کی یہ شدت صرف مشرکوں کے ہی لشکر میں تھی۔ اندھیرا نہایت سخت تھا منافق لوگ آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عذر کرتے تھے کہ ہمارے مکان کی دیواریں چھوٹی ہیں۔ چوری کا

لہ کیونکہ جب آپکو کوئی امر دشوار پیش آتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے ۱۲

خوف ہے آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بال بچوں میں جائیں۔ آنحضرتؐ انہیں اجازت دیتے تھے۔ منافقوں کا یہ عذر صرف بھاگنے کیلئے تھا۔ اسوقت میں آپنے فرمایا کوئی شخص ایسا ہے جو قوم (بنی قریظہ) کی خبر لائے؟ حضرت زبیر نے عرض کی۔ میں حاضر ہوں یارسول اللہ آپنے فرمایا۔ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔ اور قریش کی خبر لانے کیلئے حذیفہ بن یمان کو بھیجا چنانچہ حذیفہ سے کوفہ کے کسی جوان نے پوچھا

لہ اے ناصر۔ ۲ے محمد بن اسحاق وغیرہ (ابن کثیر) حاکم اور بیہقی نے دلائل میں اس روایت کو طول سے بیان کیا۔ تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں اسطرح ہے کہ ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے کہا کہ اگر ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاتے تو آپ کے ساتھ رہکر کمال جانبازی سے جہاد کرتے۔ حذیفہ نے فرمایا ارے تو ایسا کرتا۔ واللہ میں نے شب احزاب میں اپنے آپ کو نہایت تاریکی اور جاڑے میں دیکھا ایسے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو قوم کی خبر لائے کہ روزِ قیامت وہ میرے ساتھ رہیگا۔ آپنے تین بار اسیطرح فرمایا مگر ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا پھر آپ نے فرمایا اے حذیفہ تو جاکر قوم کی خبر لا۔ جب آپنے مجھکو یہ حکم فرمایا تو مجھے تعمیل حکم میں کوئی چارہ نہیں رہا۔ میں اٹھکر چلنے لگا۔ جاڑے کا نام نہیں تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر آپنے فرمایا اے حذیفہ کوئی نئی بات وقوع نہ آئے جب میں لشکر کفار کے پاس پہونچا تو ابوسفیان کو دیکھا کہ آگ سے اپنی پیٹھ سینک رہا ہے۔ میں نے ترکش سے تیر نکالکر کمان میں لگایا۔ لیکن مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آیا۔ پھر کافروں کے لشکر سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہوا۔ جب میں آپکے حضور میں پہنچگیا تو اس شدت سے جاڑا شروع ہوا کہ میں کانپنے لگا۔ جب میں آپکے قدموں کے قریب ہوگیا۔ آپنے اپنی کملی کا جسمیں نماز پڑھ رہے تھے ایک کونہ مجھپر اڑھا دیا۔ میں صبح تک سوتا رہا صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قم یا نومان۔ جب میں نے اٹھکر ساری کیفیت عرض کی۔

حذیفہؓ کا لشکر کفار میں جانا

حضرت حذیفہؓ کو لشکرِ کفار کی خبر لانے بھیجنا۔ لشکرِ کفار کی خبر لانیکے لئے صحابہ سے آنحضرت کا فرمانا۔

آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ آپنے فرمایا۔ ہاں
خدا کا شکر ہی۔ اس نے کہا آپ لوگ کسطرح برتاؤ کرتے تھے۔ فرمایا واللہ ہم لوگ پوری
کوشش سے مشقت اٹھاتے تھے۔ عرض کی واللہ اگر ہم لوگ آنحضرتؐ کو پاتے تو زمین پر
نہ چلنے دیتے اپنے سروں پر بٹھاتے۔ حذیفہؓ نے فرمایا کہ کاش تو غزوۂ خندق میں ہم لوگوں کو
دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کی اس رات میں کہ کفار سختی کی
وجہ سے بھاگ گئے تھے۔ کچھ رات تک نماز پڑھی پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
کہ اگر کوئی شخص لشکرِ کفار کی خبر لائے کہ انکی کیا حالت ہے تو اسکو جنت کی بشارت ہی
اور یہ بھی فرمایا کہ وہ صحیح سالم واپس آئیگا اور جنت میں بھی میرا رفیق ہوگا آپنے تین دفعہ
اسیطرح فرمایا۔ مگر شدتِ سردی اور خوف کی وجہ کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ خبر لائے
آخر کار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکار کے فرمایا۔ اے حذیفہؓ لشکرِ کفار میں جاکر
دیکھ کہ انکی کیا کیفیت ہی۔ مگر کوئی نئی بات وقوع میں نہ آنے پائے۔ پس میں لشکرِ کفار میں
داخل ہو کر دیکھا کہ ہوا اور لشکرِ ملائکہ نے انپر آفتِ عظیم برپا کر رکھی ہے۔ نہ انکا خیمہ ٹھہرتا ہے
اور نہ آگ ٹھہرتی ہے اور وہ خود بھی کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس اثنا میں ابوسفیان نے
اس خیال سے کہ کوئی اجنبی شخص نہ گھس آیا ہو پکار کے کہا کہ اے گروہِ قریش تم میں سے
ہر ایک اپنے پاس کے آدمی کو پکڑ کر دیکھ لے کہ کون ہی۔ میں نے اپنے برابر کے آدمی کا ہاتھ

پکڑکر پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ پھر ابوسفیان نے
کہا اے گروہ قریش اب یہ مقام ہمارے ٹھیرنے کے قابل نہیں ہے۔ ہمارے اونٹ اور
گھوڑے تباہ ہوگئے اور تباہ ہورہے ہیں۔ اور بنو قریظہ نے بھی ہم سے وعدہ خلافی کی
اور ہوا سے بھی ہمکو سخت صدمہ پہونچ رہا ہے کہ نہ ہانڈی چولھے پر ٹھیرتی ہے اور نہ آگ سلگتی ہے
اور نہ خیمہ قایم رہتا ہے۔ چلو یہاں سے کوچ کرو۔ میں تو اب کوچ کرتا ہوں۔ یہ کہکر اُس نے
اپنے اونٹ پر جو زانو بند سے بندہا ہوا تھا سوار ہوکر کوڑا مارا۔ اونٹ تین ہی پاؤں سے
کھڑا ہوگیا۔ پھر اس نے اونٹ کا زانو بند کھولا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے
یہ نہ فرماتے کہ کوئی نئی بات وقوع میں نہ آنے پائے تو اسوقت میں ابوسفیان کو ایک
ہی تیر سے تمام کرتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا۔ آپ ایک
کملی اوڑہے ہوئے نماز پڑہ رہے تھے۔ آپنے مجھکو نزدیک لیکر کملی کا ایک کونہ اُڑہا دیا۔ پھر آپ
اسی حالت میں رکوع اور سجود فرماتے تھے۔ جب آپ سلام پھیر چکے تو میں نے یہ کیفیت
عرض کی کہ "ابوسفیان مع قریش بھاگ گیا۔ اور دوسری جانب مشرکینِ غطفان نے
جب یہ حال سنا کہ قریش چلے گئے۔ تو وہ لوگ بھی اپنے اپنے شہروں کو چلدیے" اور
اللہ تعالے نے یہ آیتیں اتاریں۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ
اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا الخ اللہ تعالے اِن

حضور کا نماز میں ہونا۔

ریحاً۔ ریح سے مراد صبا یعنے شرقی ہوا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ نُصِرتُ بِالصَّبَا وَاُھلِکَت

آیتوں میں مسلمانوں پر اپنے فضل و احسان کا بیان فرماتا ہے۔ کہ اُن کے دشمنوں کو روز
خندق ہوا اور فرشتے بھیجکر پسپا کردیا۔ اور سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ حالانکہ انہوں
نے اسطرح چڑہائی کی تھی کہ اوپر سے یعنی مدینہ منورہ کی اونچی جانب سے قبیلہ غطفان نے گھیرا
تھا۔ اور نیچی جانب یعنی نیبتی کی طرف سے قریش آئے تھے۔ اور ایسے وقت میں سخت سردی اور
بھوک پیاس کی تکلیف تھی مشقت کا سامنا تھا چنانچہ فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا گئیں۔
اور کلیجے منہ کو آگئے۔ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ منافق تو یہ گمان
کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سب ہلاک ہوجائیں گے! اور
مسلمان یقین کرتے تھے کہ اللہ و رسول کا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ دینِ اسلام تمام دینوں پر
غالب آجائیگا۔ اگرچہ مسلمانوں کو بہت کچھ تکلیف پہنچی اور نہایت اضطراب ہوا لیکن
استقامت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہوگیا اور اسطرح سے پکار اٹھے۔ و

12 اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا 3
غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ
يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) عَاذُ بِاللّٰہِ نُوْرٍ۔ دبور مغربی ہوا کو کہتے ہیں۔ ؎ حسن بصری (ابن کثیر) مقام۔ فتح میم
سے یعنے تمہارے لئے مکان نہیں ہے جسمیں تم ٹھہر رہ سکو۔ لا موضع قیام لکم۔ بضم المیم لا اقامۃ لکم۔
عورۃ۔ والعوار والعورۃ شق فی الثوب والبیت ونحوہ۔ وما ھی بعورۃ۔ ای مخرقۃ ممکنۃ

مقام سوائے حفص کے سب قراء فتح میم سے پڑھتے ہیں۔ بُیُوْتَنَا تکلیہ ہے۔

يُرِيدُونَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا
يُوَلُّونَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُولًا ۝ اور اسوقت منافقین اور وہ لوگ
جن کے دلوں میں (ضعفِ اعتقاد کا) مرض تھا کہتے تھے کہ جو کچھ ہم سے اللہ اور
اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا وہ تو سب دھوکا تھا۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ
کہنے لگا کہ اے یثرب کے لوگو تمہارے واسطے رہنے کی جگہ نہیں ہے پس تم پھر جاؤ۔ اور ایک
فریق ان میں سے پیغمبر سے (پھر جانیکی) اجازت مانگتا تھا۔ کہنے لگے کہ ہمارے گھر بے پردہ
ہیں حالانکہ وہ بے پردہ نہ تھے۔ یہ لوگ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر (لشکر کفار)
مدینے کے اطراف سے ان پر داخل کر دئے جائیں۔ پھر ان سے فتنہ طلب کیا جائے تو ضرور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) من ارادها۔ ومنه قيل فلان يحفظ عورته اى خلله (مفردات) وهى فى الاصل
مصدر وصف به مبالغة۔ دخلت۔ اى المدينة وحذف الفاعل للايماء بان دخول هؤلاء
المتحزبين عليهم ودخول غيرهم من العساكر سيان فى اقتضاء الحكم المرتب عليه (بيضاوى)۔
سئلوا الفتنة۔ اى رجوع من الايمان الى الشرك كما قال الله تعالى الفتنة اشد من
القتل (ابن جرير) لَاٰتَوْهَا۔ فان اتى بمعنى اعطى والظاهر انه تمثيل بتشبيه الفتنة المطلوب
اتباعهم فيها بامر نفيس يطلب منهم بذله واطاعتهم ومتابعتهم بمنزلة بذل ما سالوه
واعطائه (خفاجى) بها۔ بالفتنة او باعطائها۔ الا يسيرا۔ اور فتنہ لانے سے دیر کم
تھوڑا۔ یعنے مشرکوں کے کہنے ہی کی دیر ہے کہ یہ لوگ فوراً مان جائیں گے۔ ۱۲

لَاَتَوْهَا نافع و ابن کثیر بے الف کے یعنی آتے اسکو اور کرتے اسکو

اسے برپا کردیں۔ اور اسمیں توقف نہ کریں مگر تھوڑا سا۔ اور بیشک البتہ انہوں نے اس سے

پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور اللہ کا عہد پوچھا جائیگا۔ منافق اور وہ لوگ

کہ جن کے دلوں میں ضعفِ اعتقاد کا مرض تھا۔ بطور طعن کہنے لگے کہ اللہ تعالے اور آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے شام اور یمن کے فتح ہونیکا وعدہ کیا تھا وہ صرف دھوکا

اور دم دینے کی بات تھی۔ چنانچہ ایک منافق نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو

ہم سے کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کا وعدہ فرماتے تھے اور اب تو ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ کوئی

جائے ضرور کو بھی جا نہیں سکتا" اور منافقین میں سے ایک جماعت صحابہ سے اسطرح کہنے

لگی کہ اے یثرب والو جو کوہِ سلع کے نیچے خندق پر پڑے ہو اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ یہ جگہہ

اقامت کی نہیں ہے۔ منافقوں نے مدینہ کا نام یثرب کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا اُسے چاہیئے کہ استغفار کرے۔ یہ تو طابہ ہے"

لہ منافقوں سے انہیں علیحدہ بیان کرنے میں شاید یہ نکتہ ہے کہ پہلے یہ لوگ خالص منافق نہ تھے۔ بلکہ انکا

اعتقاد کمزور تھا اور اب اس سختی اور شدت کی حالت میں منافق ہوگئے جس طرح ایک جگہ فرمایا ہے وَمِنْهُمْ

مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ۔ عاصی کی دعا ہے کہ اللہ تعالے ہم سب مسلمانوں کا خاتمہ بخیر کرے۔ لمہ ابن

زید و عوف مزنی وغیرہ (ابن جریر) سلمہ سہیلی نے کہا ہے کہ یثرب اصل میں اُس شخص کا نام ہے جو عمالیق سے

تھا اور اس زمین میں اترا تھا (ابن کثیر) سلمہ امام احمد (ابن کثیر) آپ نے مدینہ کو یثرب کہنا جو مکروہ سمجھا اسکی وجہ یہ ہے

کہ اسکے معنی ملامت اور عیب لگانیکے ہیں۔ اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ توریت میں اس مدینے کے گیارہ نام ہیں

مدینہ۔ طابہ۔ طیبہ۔ جلیلہ۔ جابرہ۔ محبہ۔ محبوبہ۔ قاصمہ۔ مجبورہ۔ عذرا۔ مرحومہ۔ ۱۲۰

اور ان منافقوں میں سے ایک گروہ[1] پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جانیکی اجازت چاہتا تھا[2] کہ ہمارے گھر بے پردہ ہیں چوری کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جھٹلاتا ہے کہ ان کے مکان بے پردہ نہیں ہیں بلکہ وہ لڑائی سے کسیطرح بھی بھاگنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ انکا بھاگنا نفاق سے ہے نہ کہ خوف سے۔ چنانچہ اسکی تصریح یہ ہے کہ اگر ان پر ان کے دشمن مدینے کی ہر طرف سے چڑھ آئیں۔ پھر ان سے فتنہ یعنی شرک چاہیں اسطرح کہ ان سے کہیں کہ "تم کافر ہو جاؤ" تو یہ لوگ فوراً کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ انھیں تھوڑا بھی خوف ہو تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور حالتِ بےخوفی میں تو یہ لوگ بیشک اللہ سے عہد و اقرار کر چکے تھے کہ ہم مشرکوں سے منہ نہ موڑینگے اور لڑائی میں پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اب جو انھوں نے خلافِ عہد کیا ہے تو اسکی پوچھ ان سے ضرور ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھاگنا بیکار ہے۔ ع تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں مٹنا۔ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ 33-1

---

[1] قال ابن عباس هم بنو حارثة قالوا بيوتنا مخلية نخشى عليها السرق (ابن جرير) [2] حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے اجازت دیتے جاتے تھے تاکہ مومنوں سے منافق علیحدہ ہو جائیں [3] اسیطرح قتادہ و عبدالرحمن بن زید و ابن جریر نے تفسیر کی ہے۔ اور یہ انکی پوری مذمت ہے (ابن کثیر) تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ اسطرف اشارہ ہے کہ انکا یہ بھاگنا اور پلٹنا مکانوں کی حفاظت کیلئے نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص کوئی کام کسی غرض کیلئے کرتا ہے تو جب غرض فوت ہو جاتی ہے تو نہیں کرتا جیسے کوئی شخص اپنا مکان ضبط نہ ہونیکے لیے مال خرچ کرتا ہے تو جب اسکا مکان ضبط ہو جاتا ہے تو مال نہیں خرچتا۔ پس اللہ تعالیٰ انھیں اسطرح جھٹلاتا ہے کہ اگر لشکر ان کے گھروں میں داخل ہو جائیں اور انکے گھروں کو ضبط کر لیں تو اسوقت بھی لوگ مسلمانوں کی مدد کرنے نہیں جائینگے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انکا رجوع صرف کفر اور اسلام سے بیزاری کے سبب ہے

اِلَّا قَلِیۡلًا ○ (اے نبی) کہدو کہ اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگو گے تو تمھیں بھاگنا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور اسوقت میں تمھیں بہت ہی کم فائدہ دیا جائیگا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ لڑائی میں سختی اور شدت سے گرمی ہوتی ہو۔ مگر میں اپنی کس دن سے بھاگوں۔ یا اُس دن سے جسمیں موت مقدر ہے۔ یا اُس دن سے جس من موت نہیں"۔ ۵

از مرگ حذر کردن دو روز خطا باشد	روزے کہ قضا نبود روزے کہ قضا باشد
روزے کہ قضا باشد کوشش نکند سود	روزے کہ قضا نبود خود مرگ کجا باشد

اللہ تعالے فرماتا ہو کہ اگر بفرضِ محال یہ بھاگنا تمھیں نفع دے بھی تو وہ بھی تھوڑا فائدہ ہو۔ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ وَّالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی۔ اور شاید وہ لوگ کہیں کہ ہم نے بارہا دیکھا ہو کہ بھاگنے والا بچ جاتا ہو اور ثابت رہنے والا ہلاک ہوجاتا ہو تو اسکا اسطرح جواب دیتا ہے

۱۷ قُلۡ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ اِنۡ اَرَادَ بِکُمۡ سُوۡٓءًا اَوۡ اَرَادَ بِکُمۡ رَحۡمَۃً ؕ وَ لَا یَجِدُوۡنَ لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیۡرًا ○ (اے نبی) کہدو کہ تمھیں اللہ سے کون مانع ہوگا اگر وہ تمہارے حق میں بُرائی چاہے یا تم پر مہربانی کا ارادہ کرے۔ اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔ حبیب اللہ تعالے نے انکی

قلیلا۔ منصوب علی المصدریۃ او الظرفیۃ لکونہ صفۃ مصدر او اسم زمان مقدر ای الا تمتیعا او زمانا قلیلا۔ ۵ سراج المنیر　　میں آپکا منظوم قول اس طرح ہے۔ ۵

اے یومی من الموت افر	یوم لا یقدر او یوم قدر

اسرار سے خبردار کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی نصیحت کیلئے امر فرمایا۔ تو اب
خیانت کرنے والوں کو اپنے دوام علم سے خوف دلاتا ہے۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ
مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ
فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ
مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ
اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يَحْسَبُوْنَ
الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَا

اَلْمُعَوِّقِيْنَ۔ ای المثبطین الصارفین عن طریق الخیر۔ (مفردات) هَلُمَّ۔ هلم یا رجل
بفتح المیم بمعنی تعال یستوی فیه الواحد والجمع والمؤنث فی لغة اهل الحجاز قال الله تعالیٰ هلم
الینا واهل نجد یصرفونه فیقولون هلما هلموا۔ هلمی هلممن والاول افصح (مختار) اَشِحَّةً
الشح بخل مع حرص قال واحضرت الانفس الشح۔ یقال رجل شحیح وقوم اشحة (مفردات)۔
سَلَقُوْكُمْ۔ السلق بسط بقهر اما بالید او باللسان (مفردات) فسلق الید بالضرب سلق
اللسان باعلان الطعن والذم (بیضاوی) حِدَادٍ۔ ویقال لسان حدید نحو لسان
صارم وماض وذالك اذا كان یؤثر تاثیر الحدید (مفردات) وحد السیف یحد بالكسر
حدة ای صار حادا وحدیدا وسیوف حداد والسنة حداد بالکسر فیهما (مختار)۔
بَادُوْنَ۔ جمع باد یقال للمقیم بالبادیة باد (مفردات) وبدا القوم خرجوا الی بادیتهم و
بابه عدا (مختار) اَلْاَعْرَابِ۔ والاعراب سكان البادیة خاصة والنسبة الیهم
اعرابی ولیس الاعراب جمعا للعرب بل هو اسم جنس (مختار) ۱۲۔

يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝ بیشک اللہ تم میں سے (جہاد سے)
روکنے والوں کو جانتا ہے اور ان لوگوں کو بھی جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس
آجاؤ۔ اور وہ لڑائی میں بہت کم آتے ہیں تمہارے ساتھ (جان و مال سے) بخل کرتے ہیں
پھر جب (دشمن کا) خوف ہوتا ہے تو (اے نبی) تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ تمھاری جانب
اس حالت سے دیکھتے ہیں کہ انکی آنکھیں چکراتی ہیں جیسے کسی پر موت (کی وجہ) سے غشی
چھاگئی ہو پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو مال (غنیمت) پر حرص کرکے تیز زبان درازی کرتے
ہیں یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے پس اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا۔ اور یہ اللہ پر
آسان ہے۔ گمان کرتے ہیں کہ لشکر ابھی نہیں گئے۔ اور اگر لشکر آئیں تو آرزو کریں کہ کاش
وہ صحرا کی طرف نکل کر بدویوں میں ہوتے۔ تمہاری خبریں پوچھا کرتے ہیں۔ اور اگر
وہ تم میں ہوتے تو نہیں لڑتے مگر تھوڑا[1] ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں ان منافقوں کو
خوب جانتا ہوں جو بظاہر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں اور انھیں لڑائی سے
روک رکھتے ہیں کہ ہم جسطرح آرام میں ہیں تم بھی ہمارے پاس چلے آؤ۔ باوجود اس کے
وہ لڑائی میں بھی بہت ہی کم آتے ہیں اور تم سے نامہربانی سے پیش آتے ہیں۔ جب
دشمن کا خوف ہوتا ہے تو اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ لوگ حیران و مبہوت ہو کر آپ کی

[1] منافق لڑائی میں تھوڑی دیر صرف اس لئے آتے ہیں کہ مسلمانوں کے شریک کہلائیں۔ پھر کھسک جاتے ہیں۔ ۱۲

طرف اسطرح دیکھتے ہیں جسطرح وہ شخص دیکھتا ہی کہ جسپر موت کی وجہ سے غشی چھاجاتی ہو
جب خوف دور ہوکر امن و آرام حاصل ہوجاتا ہی تو تم سے تیز زبانی کرتے ہیں اور اپنے کو بڑے
بہادر سمجھتے ہیں۔ یہ سب اُنکے جھوٹے دعوٰے ہیں۔ پس اللہ نے انکے اعمال برباد کردئے
اور یہ حبطِ اعمال اللہ کے پاس آسان ہی۔ یہ لوگ اپنی بزدلی اور نامردی کے سبب اسطرح
سمجھتے ہیں کہ لشکر کفار جو کوچ کرگیا ہے درحقیقت وہ چلے نہیں گیا بلکہ واپس آنے والا ہے
اور اگر وہ لشکر دوبارہ پھر چڑھ آئے تو تمنا کریں گے کہ تمہارے ساتھ مدینہ میں نہ رہیں بلکہ
جنگل میں رہیں تاکہ لڑائی ان کے سامنے نہ ہو اور جنگل میں رہیں بھی تو ہر وقت تمہارے
واقعات پوچھتے رہتے ہیں۔ اور اگر یہ بزدل اور ضعیف الیقین لوگ برائے نام تمہارے
ساتھ لڑائی میں شریک بھی ہوتے تو دکھانے کے لئے تھوڑی ہی لڑائی لڑتے۔ افسوس
1 اِن منافقوں کو کچھ بھی سمجھ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اقوال و افعال
وجمیع احوال میں کرتے جسطرح فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ اُسْوَۃٌ
حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ بیشک البتہ تمہارے لئے

لہ قتادہ نے کہا ہے کہ "یہ منافقین تقسیم غنیمت کے وقت نہایت بخیل اور تیز زبان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ
ہمکو دیجئے ہمکو دیجئے کہ ہم لوگ لڑائی میں آپکے ساتھ حاضر رہے ہیں اور لڑائی کے وقت نہایت بزدل ہوتے
تھے اور امرِ حق کی اہانت کرتے تھے۔" (ابن کثیر) اسوۃ۔ الاسوۃ والاسوۃ کالقدوۃ والقدوۃ
وھی الحالۃ التی یکون الانسان علیھا فی اتباع غیرہ ان حسنا وان قبیحا وان سارا وان ضارا (مفردات)

رسول اللہ (کے افعال) میں اچھی پیروی ہو اُس شخص کے لئے جو اللہ کی (ملاقات) اور روزِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے یادِ الٰہی کرتا ہو۔ یہ آیت اقتدائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اصل ہو اور وہی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریگا جو اللہ تعالےٰ اور قیامت کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا کرتا ہے۔ برخلاف غافل کے کہ اُسے اقتدا سے کیا سروکار۔ وہ تو ہر حال میں اپنے حظِ نفس کو پورا کرنا چاہتا ہو خواہ اُس میں مشابہت ہنود ہو یا نصارٰے۔ جو لوگ کہ شادی کے رسومات اور وضعِ نصرانیت میں مبتلا ہیں خدا اور رسول سے شرمائیں۔ کیا انھیں قیامت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو انگریزی ٹوپی اور اُسی وضع سے آنا اچھا معلوم ہوگا۔ شرم شرم۔ اور اس آیت میں یہ بھی تصریح ہے کہ جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق وغیرہ میں صبر فرمایا ہو اسیطرح مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر مصیبت و آفت میں صبر کریں اور اللہ تعالےٰ پر اعتماد رکھیں جسطرح آپ کے اصحاب بھی آپکی پیروی میں ثابت قدم رہے چنانچہ فرماتا ہو۔ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ

ل کیونکہ جو شخص کسکی اقتدا کرتا ہو وہ اسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہو جہاں وہ رہو نہ یہ کہ اپنے نفس کا خیال کر کے انکا ساتھ چھوڑ دے جسطرح منافقوں نے کیا۔ من المؤمنین رجال الایہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ آیت انس بن نضر کی شان میں نازل ہوئی ابن کثیر از بخاری اور اسکے شواہد دوسرے طرق سے بھی بیان کئے ۱۲

اقتدائے رسول اصل ایمان و اعمال ہے

مشابہت ہنود و نصاریٰ

شان نزول ۲۲ ۔ ۲۳ ۔ ۲۴

4

صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہا کہ یہ وہی ہے جسکا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ اور اس (واقعہ) نے انکا ایمان اور فرمان برداری ہی بڑھائی۔ مومنوں میں سے بعض ایسے مرد ہیں جنہوں نے اُس عہد کو سچ کر دکھایا جو اللہ سے کیا تھا پس ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے عہد پورا کیا اور انہیں سے بعض وہ ہیں جو منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے عہد کو) کچھ بھی نہیں بدلا تاکہ اللہ سچوں کو انکی سچ کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا انھیں توبہ کی توفیق دے۔ اس لئے کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے یعنی جب کہ مومنوں نے لشکروں کو دیکھا اور انھیں بلا کا سامنا ہوا تو انہوں نے اللہ کے اُس وعدے کو یاد کیا جو سورۂ بقر میں ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الآیہ یعنی تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ تم پر اُس کے مثل نہیں آیا جو پہلے

نحبہ۔ النحب النذر المحکوم بوجوبہ یقال قضی فلان نحبہ ای وفی بنذرہ قال تعالیٰ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر ویعبر بذٰلک عمن مات کقولھم قضی اجلہ واستوفی اکلہ وقضی من الدنیا حاجتہ (مفردات) لـ۵ ابن جریر و ابن کثیر از ابن عباس ۱۲۔

لوگوں پر آیا تھا کہ انہیں سختیاں اور مصیبتیں پہنچیں الخ اور اس سے انکا ایمان اور بڑھ گیا بعد اس کے مومنوں کی وفاءِ عہد اور استقامت کا ذکر فرمایا کہ بعض شہید ہوئے بعض مر گئے جو باقی ہیں وہ بھی ادائے امانت عہد کے منتظر ہیں اور انہوں نے اپنے عہد میں عذر سے تبدیل نہیں کی جسطرح منافقوں نے کی۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف سے صرف اس لئے آزماتا ہے کہ برے اچھوں سے جدا ہو جائیں تو صادقین کو انکے صدق کا عوض دے اور منافقین پر عذاب کرے یا توبہ کی توفیق دیکر انکی توبہ قبول فرمائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ روایت ہے[۱] کہ جب غزوۂ احزاب (خندق) میں کفار بھاگ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کبھی کفار ہم پر چڑھ کر نہ آئیں گے بلکہ ہم ہی انپر چڑھائی کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جزائے صدق کا اسطرح بیان فرماتا ہے

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ

رُعُبَ شامی وکسائی ساتھ ضم عین کے۔

[۱] امام احمد و بخاری۔ ظاهروهم۔ ظاهرته (ای) عاونته (مفردات) صیاصیهم یعنی حصونهم قال مجاهد وعكرمه وعطا وقتاده والسدی وغيرهم۔ ومنه سمي صياصي البقر وهي قرونها لانها اعلى شئ فيها (ابن كثير) وكل ما يتحصن به يقال له صيصية وبهذا النظر قيل لقرن البقر صيصيه۔ وللشوكة التي تقاتل بها الديك (مفردات) ۱۲۔

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرًا ۟ اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ لوٹا دیا انہوں نے کچھ بھی

بھلائی نہ پائی اور اللہ مومنوں کی طرف سے لڑائی کو کافی ہوا۔ اور اللہ قوی غالب ہے

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (لشکروں) کی مدد کی تھی انھیں اللہ نے

ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالدیا کہ ایک گروہ کو تم قتل

کرنے لگے اور ایک گروہ کو قید کرنے لگے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں

اور ان کے مال کا وارث بنا دیا اور ایسی زمین (بھی تمکو دی) کہ جسمیں تم نے قدم

تک نہیں رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے ان کافروں کا

انجام بیان فرمایا ہے جو آنحضرت پر چڑھائی کر آئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آندھی اور

لشکر غیبی بھیجکر انھیں غصے میں بھرے ہوئے اُلٹے پاؤں بھگا دیا۔ اور انھیں کچھ بھی

وارضا لم تطؤها۔ قیل خیبر وقیل مکۃ رواہ مالک عن زید بن اسلم وقیل فارس والروم

وقال ابن جریر یجوز ان یکون الجمیع مرادا (ابن کثیر) روی البیہقی عن عروۃ وارضا لم تطؤها

قال یزعمون انہا خیبر ولا احسبہا الا کل ارض فتحہا اللہ علی المسلمین او ہو فاتحہا الی

یوم القیامۃ (در) لہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگر آنحضرت کی رحمت و برکت نہ ہوتی تو یہی ہوا انکے لئے

عذاب مہلک ہوجاتی جسطرح قوم عاد کے لئے ہوئی تھی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ اور جس طرح وہ مشرکین احزاب بعض گروہ گروہ ہوائے نفسانی سے جمع ہوکر مدینہ پر چڑھ آئے تھے

اُسی ہوائے نفسانی کی مناسبت سے اللہ تعالےٰ نے بھی انپر ہوائے تند و تیز مسلط فرمایا جس نے انکی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔

بھلائی ہاتھ نہ لگی۔ نہ نصرت نصیب ہوئی۔ اور نہ غنیمت ملی۔ اور نہ آخرت ہی میں کوئی نتیجہ ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ مومنین کیلئے لڑائی کو کافی ہو گیا۔ کافروں سے جہاد و مقاتلہ کی نوبت نہ آئی۔ اور اللہ تعالیٰ قوی و غالب ہے کہ اپنی قدرت و قوت سے مشرکوں کو محروم پھرایا اور اہل اسلام کو عزت دی۔ اور دوسری آیت میں اس قصے کی طرف اشارہ ہے کہ جب احزاب مشرکین جمع ہو کر چڑھ آئے تھے تو یہودی قریظہ نے بھی بدعہدی کر کے انکی معاونت کی تھی۔ جب گروہ کفار قریش راتوں رات چلا گیا تو صبح کو آنحضرت نے شاداں و فرحاں حصار خندق سے آبادی مدینہ کی طرف کوچ فرمایا اور آپ ہتیار اُتار کر بی بی اُم سلمہ کے مکان میں نہا رہے تھے کہ اسوقت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے سفید خچر پر سوار تھے جسپر دیباج کی زین تھی

لہ اسی لئے رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ۔ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ۔ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ فَلَاشَيْئَ بَعْدَهٗ۔ ترجمہ سوائے اللہ کے کوئی الوہیت والا نہیں ہے پس وہی اکیلا اللہ ہے اس نے اپنا وعدہ سچ فرمایا۔ اور اپنے بندے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو نصرت دی۔ اور اس کے لشکر کو غالب کیا۔ اور احزاب کی جتھوں کو اکیلا بھگا دیا۔ اور سوائے اس کے کوئی نہیں ہے۔ (ابن کثیر از صحیحین) اور کَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ میں اسطرف اشارہ ہے کہ اب کبھی کفار اصحاب پر چڑھائی نہ کریں گے بلکہ یہی لوگ کفار پر چڑھائی کریں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسیطرح ہوا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ (ابن کثیر) ۱۲

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یا رسول اللہ آپ نے ہتیار اتار دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی ملائکہ نے ابھی تک ہتیار نہیں اتارے۔ اور میں احزابِ کفار کے تعاقب سے ابھی واپس آرہا ہوں۔ پھر کہا کہ اللہ عزوجل آپکو حکم فرماتا ہے کہ آپ بنو قریظہ کی جانب توجہ فرمائے۔ اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے کہ میں انھیں متزلزل کر دوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً لوگوں کو بنو قریظہ کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ انکا قلعہ مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور یہ واقعہ نمازِ ظہر کے بعد کا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح حکم دیا کہ تم میں سے کوئی شخص نمازِ عصر نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں۔ لوگ روانہ ہوئے نمازِ عصر کا وقت راہ میں آگیا۔ بعض صحابہ نے راستے میں نماز پڑھ لی اور کہنے لگے کہ آنحضرت کی مراد اس حکم سے یہی تھی کہ ہم لوگ روانگی میں جلدی کریں۔ دوسرے اصحاب نے کہا کہ ہم تو آپ کے حکم کے موافق وہیں جا کر نماز پڑھیں گے۔ آخر یہ لوگ وہاں گئے تک عشا کا وقت ہو گیا اور نماز قضا ہو گئی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق میں سے کسی کو بھی عیب نہیں لگایا۔ اور آپ نے مدینہ میں عبداللہ بن ام مکتوم کو جو اندھے تھے اور مسجد نبوی میں مؤذن وغیرہ کو نماز بھی پڑھاتے تھے خلیفہ بنایا۔ لشکر کا نشان حضرت علی بن ابی طالب کو دیا۔ پھر آپ بنو قریظہ کو پچیس روز تک گھیرے رہے۔ یہود نے آنحضرت سے کہلایا کہ ابو لبابہ انصاری کو ہمارے پاس روانہ فرمائیے ان سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔

غزوۂ بنی قریظہ

دونوں فریق مصیب ہیں

یہود کا ابو لبابہ سے مشورہ

لہ اس روایت میں دلیل ہے کہ فروع میں جب دو مجتہد اختلاف کریں تو ہر ایک مصیب ہے ۱۲۔

جب ابولبابہ وہاں گئے تو یہود آپ کے اقبال کو آئے۔ عورتیں اور بچے رونے لگے۔ یہ دیکھکر
آپ کو رقت ہوی۔ یہود نے پوچھا۔ کیا ہم آپ کے حکم پر قلعے سے نیچے اتر آئیں۔ آپنے فرمایا
ہاں۔ اور ہاتھہ سے اپنی حلق کی طرف اشارہ کیا یعنے۔ اتروگے تو ذبح کئے جاؤگے لیکن
ساتھہ ہی آپکو پشیمانی ہوی۔ اور فرمانے لگے میں سمجھہ گیا کہ میں نے خدا و رسول کے ساتھ خیانت
کی۔ اوسیوقت آپ روتے ہوے شرمندگی سے آنحضرت پاس نہ آکر سیدھا مسجد گئے۔ اور
وہاں[1] ستونِ مسجد سے زنجیر میں اپنے کو باندھا[2]۔ اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم میں نہ کھاونگا اور نہ
پیونگا یہاں تک کہ مرجاؤنگا۔ یا یہ کہ اللہ تعالے میری توبہ قبول فرمائے۔ جب یہ خبر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپنے فرمایا اگر وہ میرے پاس آتے تو میں اُنکے لئے خدا سے بخشش
چاہتا۔ اب جو کچھہ اُنہوں نے کیا اسمیں میں دخل نہیں دیتا۔ اللہ ہی اُنکی توبہ قبول کرے۔
ابولبابہ چھے روز تک بعضوں نے کہا ہے کچھہ اوپر دس روز تک اسیطرح بندہے رہے۔ نماز اور
قضاے حاجت کے وقت انھیں کھولدیا کرتے[3] پھر اسیطرح باندہ دیتے۔ یہانتک کہ آپ بیہوش

---

[1] چنانچہ اس ستون پر اسطوانۂ ابولبابہ لکھا ہوا ہے [2] کہتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ کا اسطرح باندہ لینا سکر حال تھا جو اہلِ احوال کو ہوا کرتا ہے۔ ورنہ توبہ سے مراد ندامت اور ترک گناہ پر عزم اور عدم رجوع ہے۔ یہ جو ابولبابہ نے نفس کو تکلیف دی اور مصیبت جھیلی لازم توبہ نہیں ہے۔ اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو بھی سکر ہوتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قائم رکھا۔ یہ سادات صوفیہ کے لئے دلیل اور ان کے منکروں کے لئے رد ہے۔ اسیطرح کے اور واقعات بھی مدارج نبوت میں مذکور ہیں۔ عاصی کہتا ہے کہ وقت توبہ مال کا خیرات کرنا یہ بھی اُن صوفیہ کے لئے دلیل ہے جو وقت دخول بیعت کچھہ کچھہ شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ [3] ایک روایت میں آیا ہے کہ انکی بیٹی کھولدیا کرتی۔ اور ایک روایت میں آیا ہے اُن کی بیوی کھولدیا کرتی۔ تطبیق ممکن ہے کہ کبھی اسطرح اور کبھی اسطرح ہوا ہو ۔ ۱۲

ہوگئے۔ اللہ تعالےٰ نے وقتِ سحر آپکی توبہ قبول کی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاٰخَرُوْنَ
اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ الایہ آیت جسوقت اتری آنحضرت ﷺ ام سلمہ کے مکان میں تھے۔ بی بی ام سلمہؓ
فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو قبولیتِ توبہ سے اس قدر خوشی ہوئی کہ آپ ہنستے تھے۔ میں نے عرض کی
خدا آپ کو ہنستا رکھے آج آپ صبح صبح کیوں ہنس رہے ہیں۔ فرمایا ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہوگئی
میں نے عرض کی کیا میں انھیں خوشخبری دوں۔ فرمایا اگر چاہو تو دو۔ میں نے حجرہ کے
دروازے پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے ابو لبابہؓ مبارک ہو کہ تمھاری توبہ قبول ہوگئی۔ لوگ انھیں
کھولنے کے لئے دوڑے۔ آپنے کہا تم نہ کھولو خود رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے میری بند
کھولیں۔ پس آنحضرت ﷺ صبح کی نماز کو برآمد ہوئے اور انکی زنجیر کھولدی۔[۱] آپنے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ
میری پوری توبہ یہ ہے کہ جہاں میں نے گناہ کیا ہے اس گھر کو چھوڑ دوں اور اپنے مال سے
بھی ہاتھ دھو ڈالوں۔ فرمایا۔ خیرات کرنے کے لئے تمھیں تہائی حصہ کافی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے
بنی قریظہ کو حکم بھیجا کہ تم لوگ سعد بن معاذؓ کے حکم پر اترے تو بنو قریظہ نے اس کو قبول کیا۔

[۱] بنو قریظہ کو یہ خبر تھی کہ ایام محاصرہ میں کافروں کے ہاتھ سے سعد کی رگِ اکحل میں ایک تیر لگا تھا جس کے سبب سے
خون بند نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب رگِ اکحل کٹ جاتی ہے تو آدمی زندہ نہیں رہتا۔ لیکن سعد
نے دعا کی تھی کہ اے میرے رب عز و جل اگر تو نے قریش کی لڑائی میں سے ابھی کچھ باقی رکھا ہے تو مجھے بھی
زندہ رکھ۔ اگر تو نے انھیں مغلوب کر دیا ہے تو میرا یہ زخم جاری ہو جائے۔ مگر اسوقت تک میری وفات نہو یہانتک کہ قتلِ
بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور خون بند ہوگیا۔ ۱۲

حضرت ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہونے پر آنحضرت ﷺ کا خوش ہونا۔

آنحضرت ﷺ کا خود دست مبارک سے ابو لبابہؓ کی زنجیر کھولنا۔

حضرت سعدؓ کی دعا کا قبول ہونا۔

آپنے اسوقت سعد بن معاذ کو مدینہ سے طلب فرمایا تاکہ بنو قریظہ کے حق میں حکم کریں۔ پس سعد کو انکی قوم ایک خچر پر نرم زین باندھکر سوار کرلائی۔ قوم کے لوگ ان سے گردیہ کہتے ہوئے آتے تھے کہ اے سردار یہ لوگ آپ کے عہد میں ہیں آپ ان کے حق میں بھلائی کیجے اور اسی قسم کی باتیں کرتے تھے جس سے سعد نرم دل ہوں مگر اسوقت آپ خاموش تھے۔ جب ان لوگوں نے بار بار کہا توآپنے فرمایا سعد کے واسطے واللہ وہ وقت آگیا کہ وہ خدا کے بارہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرے۔ انہوں نے جب سنا تو جان لیا کہ یہ تو اپنے دشمن بنو قریظہ کو باقی نہ رکھیں گے۔ سعد جب اُس حجرہ کے قریب پہنچے جس میں آنحضرت تشریف فرماتھے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ کھڑے ہو کر اپنے سردار کا استقبال کرو۔ پس مسلمانوں نے اُٹھکر عزت والزام سے انکو اُتار کر بٹھایا تاکہ انکا حکم یہودیوں میں اچھی طرح نافذ ہو۔ آنحضرت نے سعد کو ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ (بنو قریظہ) تمھاری حکم پر اترے ہین جسطرح تم چاہو ان کے حق مین حکم کرو آپنے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرا حکم ان لوگوں پر نافذ ہے۔ فرمایا ہاں[1]۔ پھر سعد نے بنو قریظہ سے پوچھا کیا تم بھی میرے حکم پر راضی ہو۔ عرض کی ہاں۔ پس آپنے کھڑے ہوکر فرمایا کہ بنو قریظہ کے

[1] بعضوں نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ تعظیم کے لئے کھڑے رہنا جایز ہے۔ [2] پوری روایت اسطرح ہے پھر عرض کی جو لوگ خیمے میں ہیں ان پر بھی میرا حکم نافذ ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر سعد نے (تعظیماً) رسول اللہ سے دوسری جانب منہ پھیر کے آپکی طرف اشارہ کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ اس جانب تشریف رکھتے ہیں انکی طرف سے بھی میرا حکم جاری ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

حق میں میرا یہ حکم ہے کہ ان کے لڑنے والے قتل کئے جائیں اور بوڑہے اور عورتیں اور نابالغ اطفال قید کئے جائیں اور سب مالِ غنیمت سمجھا جائے۔ آنحضرتؐ نے جب یہ سنا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ تم نے خدا کے اُس حکم کے موافق حکم کیا جو سات آسمانوں پر ہوا ہے۔ جب سعدؓ نے اُن کے قتل کا حکم دیا تو وہ لوگ مشکیں کسے ہوے لائے جاتے تھے اور اُن گھائیوں میں جو وہاں کھودی ہوی تھیں انکی گردنیں ماری جاتی تھیں۔ انکی تعداد سات اور آٹھ سو کے درمیان تھی۔ نابالغ لڑکے عورتوں کے ساتھ قید کئے گئے اور مال غنیمت میں جمع ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کو ہلاک کرکے سعدؓ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں حضرت سعدؓ کو جو تیر کا زخم لگا تھا وہ اچھے ہونے کے قریب ہو گیا تھا۔ آپنے دعا کی کہ پروردگار ابھی کچھ لڑائی باقی ہے تو مجھے باقی رکھ کہ تیری راہ میں لڑوں۔ اگر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا ہے تو یہ زخم بھی بہنے لگجائے اور اسی سے میری موت ہو۔ پس اُسی رات وہ زخم بہنے لگا۔ اسعدؓ

موافقت فیصلۂ سعدؓ بحکم الٰہی۔

مقبولیت حضرت سعدؓ کی دعاء۔

لہ شاید کہ بعض ضعیف طبیعتوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ صفتِ رفق و مہربانی کے خلاف ہے تو یہ وسوسِ نامعقول و باطل ہے اس لئے کہ ہر طرح سے زیادتی اُنہی یہودیوں کی تھی کہ عہد توڑ کر کافروں کے ساتھ ہو گئے تھے علاوہ اسکے حکمِ الٰہی کے سامنے چون و چرا کرنا۔ جادۂ مسلمانی سے منحرف ہونا ہے۔ حکیم کا جو کام ہے وہ حکمت سے خالی نہیں۔ گو ہم اس حکمت سے مطلع نہ ہوں۔ حالانکہ مذہب اہل حق یہ ہے کہ رعایتِ حکمت مختارِ مطلق کیلئے واجب و ضروری نہیں ہے۔ ہاں بعض لوگ بسبب ہمنشینی کفار خوں ریزی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی جانور مردار ہونے لگے تو بھی اسے ذبح تک نہیں کرتے۔ یہ بھی ایک طرح کی جہالت ہے ۵

نہ بے حکمِ شرع آب خوردن خطاست — و گر خوں بفتوے بریزی رواست

خون بہا کہ مسجد میں خون ہی خون ہوگیا۔ اور اسی سے آپ کا انتقال ہوا۔ آنحضرت نے وقتِ نزع تشریف فرما ہوکر انکا سر اپنے مبارک زانوں پر رکھ لیا اور فرمایا کہ الٰہی سعد نے تیری راہ میں تکلیفیں جھیلیں اور تیرے رسول کی تصدیق کی اور حقوقِ اسلام جو انکے ذمے تھے سجا لائے پس انکی روح کو نہایت عمدگی کے ساتھ جس طرح تو اپنے دوستوں کی روح قبض کرتا ہے قبض کر۔ سعد نے جب آنحضرت کی آواز سنی تو آنکھیں کھولکر عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسولِ خدا ہو۔ اور آپنے تبلیغ رسالت کا حق ادا فرمایا۔ اور اپنا سر زانوئے مبارک سے اٹھالیا اور عذر کرنے لگے۔ اور اسی طرح آنحضرت کو رخصت کی۔ بعد جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کس نیک بخت نے وفات پائی ہے جسکی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور جس کے انتقال کے باعث عرشِ رحمان ہلگیا ہے۔ اور جس کے جنازے میں ستر ہزار ایسے فرشتے حاضر ہوئے ہیں

لہ اہتزازِ عرش کی حدیث بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ اسکی تاویل میں علما مختلف ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے اور اہتزازِ عرش سے مراد اسکا ہلنا ہے جو روحِ سعد کی آمد کی خوشی کے باعث تھا یا موت کے سبب حزن واندوہ سے تھا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اہتزاز سے مراد استبشار و سرور ہے نہ کہ حرکت۔ کیونکہ جب کوئی کسی کی آمد سے خوش ہوتا ہے تو کہتے ہیں اِهْتَزَّ لَهٗ۔ اور اس سے حرکتِ جسم مراد نہیں لیتے بلکہ اقبال و سرور مقصود ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تعظیمِ وفات سے کنایہ ہے۔ کیونکہ عرب شئے معظم کو اعظم شئے کیطرف منسوب کیا کرتے ہیں جسطرح کہتے ہیں کہ انکی موت سے جہان میں اندھیرا ہوگیا۔ غرض اس سے آپکی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے اسی لئے بہت سے محققین نے کہا کہ آپ انصار میں اسطرح تھے جس طرح مہاجرین میں صدیقِ اکبر ۱۲

بوجہ انتقالِ حضرت سعد عرش ہلگیا۔

وفاتِ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔

حضرت سعد کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوے۔

جنھوں نے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا تھا"۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے
ہوے اور سعد کے پاس گئے دیکھا تو انتقال ہو گیا تھا۔ تجہیز و تکفین کی تیاری ہوی اور
جنازہ باوجود آپکے درازیٔ قد اور جسامت کے ہلکا تھا۔ اس سے لوگ حیران تھے۔ آنحضرت نے
فرمایا کہ ملائکہ نے جنازہ کو اُٹھایا ہے اس لئے ہلکا ہے ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے
نکلے۔ آنحضرت نے بھی بنفس نفیس جنازہ کو کاندھا دیا۔ اور ماں اُن کے اوصاف بیان کر
رونے لگیں آنحضرت نے فرمایا سواے سعد بن معاذ کی ماں کے ہر ایک وصف میت بیان
کرنے والی جھوٹی ہے۔ جب قبر کھودنے لگے تو مشک کی بو مہکنے لگی۔ جب وقت لحد میں
لاش رکھی گئی ماں نے چہرہ دیکھکر کہا کہ اللہ سے اسکا ثواب لونگی۔ آنحضرت نے انھیں
وہیں کھڑے ہوے تعزیت دی۔ جب مٹی قبر پر برابر ہوی تو آپنے پانی چھڑکا پھر ٹھہر کر انکی
دعا کی۔ **بعد تعظیم الٰہی کے شفقت خلق کو بیان فرماتا ہے۔** یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ 33
اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا
جَمِیْلًا۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ
لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۝ اے نبی اپنی بی بیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیوی
زندگی اور اسکی زینت چاہتے ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ فائدہ پہنچا دوں اور تمھیں اچھی
طرح سے رخصت کر دوں۔ (یعنے طلاق دوں) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور

دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نکوکاروں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ کو فرمایا ہے کہ آپ اپنی بی بیوں سے کہدو کہ وہ یا تو آپ سے مفارقت کر کے دنیوی عیش و عشرت و زینت حاصل کریں یا آپکے پاس تنگی و تکلیف پر صبر کریں تا کہ اللہ تعالیٰ انھیں ثواب عظیم عطا فرمائے۔ یہ سنکر ازواج مطہرات نے اللہ تعالےٰ و رسول اللہ و دارِ آخرت کو

ے حضرت عمر سے اس آیت کے شان نزول میں اسطرح روایت ہے کہ حسب معمول ایک روز میرا پڑوسی انصاری گھبرایا ہوا آیا۔ اور اس نے زور سے دروازہ بجا کر پوچھا کہ عمر بن الخطاب ہیں۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ اور کہا کیا غسانی آیا ہے (اس زمانے میں یہ خبر بہت مشہور ہو رہی تھی کہ بنو غسان کا بادشاہ جو قیصر روم کے ہاتھ میں نصرانی ہوگیا تھا۔ وہ قیصر روم کے اشارہ سے سوار ہوکر بھاری لشکر جمع کر رہا ہے تا کہ مدینہ پر حملہ کرے) اُس نے کہا نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضرت نے اپنی بی بیوں کو طلاق دیدی ہے۔ مجھے اسکا بڑا رنج ہوا میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوا ہے تو حفصہ بڑی بدنصیب ہے یعنے وہ ایسی بڑی نعمت سے محروم ہوگئی۔ پھر میں صبح کو روانہ ہوا حفصہ کو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا کیا تمھیں رسول اللہ نے طلاق دیدی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا آنحضرت کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس نے کہا اس مشربہ میں تشریف فرما ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمھیں یہ غرور نہو کہ تمہاری سوتن خوبصورت اور آنحضرت کی محبوبہ ہیں۔ یعنے حضرت بی بی عائشہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حضرت بی بی عائشہ و حفصہ میں دوستی تھی پھر میں باہر نکلکر ام سلمہ کے پاس گیا اور کہا کہ تم لوگ اس نعمت کی قدر نہیں کرتی ہو کہ تم اللہ کے رسول کی بی بیاں ہو۔ واللہ اگر وہ تمھیں طلاق دیدیں تو اللہ تعالےٰ ان کے لئے تم سے بہتر ازواج صالحات قانتات بدلدیگا ام سلمہ کو غیرت آئی۔ آپ نے کہا۔ اے عمر تم ہر بات میں مداخلت کرتے کرتے اب آنحضرت کے بی بیوں کے بارے میں بھی دخل دیتے ہو۔ میں یہ سنکر خاموش ہوگیا۔ اور وہاں سے نکل کر مسجد آیا۔ میں نے وہاں لوگوں کو منبر کے پاس دیکھا کہ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور بعضے روتے ہیں۔ میں نے کہا تمھارے لئے میں اس معاملہ کو حل کرتا ہوں۔ پس میں آنحضرت کے دروازے پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ مشربہ کے نیچے آپ کے موالی میں سے ایک دربان کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے لئے اجازت چاہو۔ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اسی اثنا میں حضرت ابو بکر آئے۔ ان کے لئے بھی اجازت نہیں ملی۔ میں پھر مسجد میں بیٹھا مگر رنج کے باعث مجھے اطمینان نہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر حاضر ہوکر اجازت مانگی آپنے اجازت دی۔ اور حضرت ابو بکر کو بھی اجازت مل گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے گرد آپکی ازواج بیٹھی ہیں مگر سر جھکائے ہوئے خاموش ہیں۔ میں نے چاہا کہ آنحضرت سے کوئی ایسی بات کہوں جس سے آپ خوش ہوکر ہنس دیں۔ میں نے کھڑے ہوکر عرض کی یا رسول اللہ آپ نے اس واقعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ دختر فلاں نے (اپنی بیوی کو کہا) ابھی مجھسے نفقہ مانگا تو میں نے اسکی گردن مروڑ دی۔ یہ سنکر آپ ہنس پڑے یہانتک کہ آپ کے اگلے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ عورتیں بھی میرے پاس بیٹھی نفقہ مانگ رہی ہیں۔ ابو بکر جانب عائشہ اور میں جانب حفصہ یہ کہتے ہوئے مارنے کو اٹھے کہ تم دونوں آنحضرت

شانِ نزول۔

حضرت عمر کا مطلع ہونا کہ آنحضرت نے ازواج کو طلاق دیدی۔

حضرت عمر و ابوبکر کا آنحضرت کی حضور میں حاضر ہونا۔

اختیار کیا جس کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے انھیں سعادت دارین بخشدی جب ازواج مطہرات نے

اللہ و رسول کو اختیار کیا تو اب انھیں نبی کریم دہ امور سے ڈراتا ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ

بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ۝ اے نبی کی

بی بیو جو کوئی تم میں سے صریح بدکاری کریگی تو اسکی لئے عذاب (بھی) دو نا بڑھایا جائیگا اور یہ اللہ پر

آسان ہی۔ اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو بطور نصیحت فرماتا ہی تاکہ انکا حکم اور خصوصیت دوسری عورتوں پر معلوم

ہوجائے جبکہ ازواج مطہرات کا مرتبہ بلند ہوا تو انسے گناہ کا صادر ہونا بھی زیادہ قبیح ہوا اس لئے کہ جسکا تقرب زیادہ

ہوتا ہی اسکا چھوٹا گناہ بھی بڑا سمجھا جاتا ہی چنانچہ غلام باندیوں کو آزادوں کی لحاظ سے نصف دیجاتی ہی۔ ابن عباس نے

فرمایا ہی کہ فاحشہ سے خاوند کی نافرمانی اور سوء خلق مراد ہی پھر تقدیر یہ شرطیہ ہی اور شرط مقتضی وقوع نہیں

مُّبَیِّنَۃٍ مکی اور شعبہ ساتھ فتح یا کے۔ یُضَعَّفْ لَھَا الْعَذَابَ مکی اور شامی ساتھ نون کے بصیغہ معروف اور عذاب منصوب۔ یُضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ بصری ساتھ یا کے بصیغہ مجہول اور عذاب مرفوع۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ایسی چیز کی تکلیف دیتی ہو جو موجود نہیں رہا ہے۔ لیکن آنحضرت نے نہیں منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے خوش ہو کر تکبیر کہی۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ جس وقت میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ مسلمان یہ باتیں کر رہے ہیں کہ رسول اللہ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی۔ کیا میں انھیں آگاہ کروں کہ ایسا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو آگاہ کرو۔ پس میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر با آواز بلند کہا کہ آنحضرت نے اپنی بی بیوں کو طلاق نہیں دی۔ پھر آنحضرت انتیس روز تک اس مشربہ میں علحدہ رہے۔ انتیس کی صبح کو اتر کر پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور اس آیت تخییر کو جو نازل ہوئی تھی پہنچایا جاتا۔ پس پہلے آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ میں تجھپر ایک امر پیش کرتا ہوں مگر تجھیں چاہیئے کہ جلدی نہ کریں بلکہ اپنے والدین سے مشورہ لیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی وہ کیا بات ہے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ اِلٰی اَجْرًا عَظِیْمًا۔ میں نے عرض کی کہ میں آپ کے بارے میں کیا والدین سے مشورہ لونگی مجھے مشورہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ پھر میں نے عرض کی کہ میں نے جو اختیار کیا ہے آپ اپنی ازواج میں سے کسیکو نہ بتلائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھے سختی کرنیوالا نہیں بھیجا بلکہ تعلیم و آسانی دینے والا بھیجا ہے۔ جو کوئی پوچھے گی میں اس سے کہدونگا۔ پھر آپ کی کل ازواج نے بھی وہی اختیار کیا جو حضرت عائشہ نے اختیار کیا تھا (بخاری و غیرہ) [1] اس لحاظ سے گویا ہم لوگ بجائے غلام باندیوں کے ہیں۔ [2] ابن کثیر۔ [3] جسطرح فرمایا ہے۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ۔ ۱۲ الحمد للہ کہ بیسواں پارہ ختم ہوا۔ آمین جو کچھ کمی بیشی ہوئی ہو اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔

الجزء ۲۲

یَعْمَلْ حمزہ اور کسائی ساتھ یا کے پڑھتے ہیں یہ یقنت پر معطوف ہے۔

بعد زیادتی عذاب کے زیادتی ثواب ازواج مطہرات بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ
لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ اور جو تم میں
سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریگی اور نیک عمل کریگی تو ہم اُسے اسکا اجر دوبار دیں گے
اور ہم نے اسکے لئے عمدہ روزی تیاری کی ہے۔ اسمیں فضیلتِ ازواجِ مطہرات کی طرف
اشارہ ہے کہ بسبب ان کے شرف کے عذاب و ثواب دونا ہے۔ دوسری عورتیں ان کے لحاظ
کرتے مثل باندیوں کے ہیں جسطرح فرمایا۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ
فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ اے
نبی کی بی بیو تم (عام) عورتوں میں سے کسی کے مانند نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری کرو تو (مردوں
سے) بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ پھر وہ شخص کہ جس کے دلمیں مرض ہے طمع کرنے لگے اور تم

ومن یقنت۔ القنوت لزوم الطاعة مع الخضوع (مفردات) اعتدنا صیغہ ماضی ہے جسکے معنی یہ
ہیں کہ ہم نے مہیا کردیا پس اسمیں صریح اشارہ ہے کہ ازواج مطہرات کی گناہوں سے حفاظت کیجائے گی۔ اور وہ جنت میں
آنحضرت کے ہمراہ اعلےٰ علیین میں ہونگی جہاں انھیں رزق کریم ملیگا۔ رزقا کریما۔ وصف الرزق بالکرم
لان رزق الدنیا لایاتی بنفسه فی العادة وانما هو مسخر للغیر یمسکه ویرسله الی الاغیار ورزق
الاخرة بخلاف ذالك (نیشاپوری) لہ دیکھو شریعت میں باندیونکی حد زنا بیویوں سے نصف ہے۔ کاحد۔
احد فی الاصل بمعنے وحد وهو الواحد۔ (نیشاپوری) والمعنی لستن کجماعة واحدة من جماعات النسآء
فی الفضل والشرف۔ ٹ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں آنحضرت کی ازواج مطہرات کو آداب کھلائی امت کی اور عورتیں
انکی تابع ہیں یعنی جو آداب اللہ تعالےٰ نے ازواج مطہرات کو سکھلائے ان عورتوں کو چاہئے کہ خود بھی سیکھیں (ابن کثیر) ۱۲

اچھی بات کہا کرو، یعنی تم اگر تقوے پر قایم رہو تو تمہارا مرتبہ دوسروں کے مرتبہ کی طرح نہیں ہے تم میرے پاس بزرگ ہو، اور تمہارا ثواب میرے نزدیک بہت بڑا ہے۔ پس تم اجنبی مردوں سے کلام کرتے وقت نرمی نہ کرو تاکہ منافق اپنے دلمیں کوئی بُرا خیال نہ باندھے غرض فحش اور مقدمات فحش سے باز رہنا ہے نہ کسی کو زبان سے ایذا پہنچانا۔ بلکہ ضرورت کے وقت اچھی بات کہا کرو، بعد تربیت قولی کے تربیت فعلی اسطرح فرماتا ہے۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ

ركوع ۱ — ع ۱

لہ ابن عباس (بغوی) وقرن۔ قرفی مکانہ یقر قرارا اذا ثبت ثبوتا جامدا۔ واصلہ من القر وھو البرد وھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکہ (مفردات) ولا تبرجن۔ ثوب مبرج صورت علیہ بروج فاعتبر حسنہ فقیل تبرجت المراۃ تشبھت بہ فی اظھار المحاسن۔ وقیل ظھرت من برجھا ای قصرھا (مفردات) لیذھب عنکم السوء والفحشاء ویطھرکم من الدنس الذی یکون فی معاصی اللہ تطھیرا وروی عن ابن زید ان الرجس ھاھنا الشیطان۔ وقال قتادہ فھم اھل بیت طھرھم اللہ من السوء وخصھم برحمۃ منہ (ابن جریر) وقال ابن عطیہ والرجس اسم یقع علی الاثم والعذاب وعلی النجاسات والنقایص فاذھب اللہ جمیع ذالک عن اھل البیت وقال الامام النووی قیل ھو الشک وقیل العذاب وقیل الاثم۔ قال الازھری الرجس اسم لکل مستقذر من عمل وغیرہ۔ وقال الراغب الرجس یکون علی اربعۃ اوجہ اما من حیث الطبع واما من جھۃ العقل واما من جھۃ الشرع واما من کل ذالک کالمیتۃ فان المیتۃ تعاف طبعا وعقلا وشرعا۔ والرجس من جھۃ الشرع الخمر والمیسر الخ (مفردات) ۱۲۔

اور تم اپنے گھروں میں ٹھیرو اور اگلے (زمانہ) جاہلیت کے بناؤ کیطرح سنگار نہ دکھاؤ اور نماز قایم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے

(اے) اہل بیت تم سے (گناہ کی) ناپاکی کو دور کرے اور تمھیں خوب پاک کرے۔ یعنی تم اپنے گھروں کو لازم کرلو بغیر ضرورت[1] نہ نکلو۔ اور زمانہ جاہلیت[2] سابقہ کی طرح زیب و زینت نہ ظاہر کرو۔ نماز قایم رکھو جو عبادتِ بدنی کی اصل ہے۔ زکوٰۃ دو جو عبادتِ مالی میں عمدہ عبادت ہے فرایض و سنن میں خدا و رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت محمد

[1] عورتوں کو مسجد کے جانے میں بھی شرط لگائی گئی ہے۔ چنانچہ ابن کثیر نے احادیث ذیل اپنی تفسیر میں نقل کیے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی باندیوں کو مسجدوں سے منع نہ کرو لیکن عورتیں جب مسجد کو آئیں تو میلی کچیلی آگندہ آئیں اور انکی کوٹھریاں انکے لئے بہتر ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر عرض کی کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے فضائل سب مرد ہی لیگئے۔ ہمکو کوئی بات ایسی میسر ہوی جس سے ہم جہاد فی سبیل اللہ کا مرتبہ پائیں آپنے فرمایا کہ عورتو تمہیں سے جو کوئی گھر میں بیٹھی رہتی ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا مرتبہ پاتی ہے (بزار) عبداللہ بن مسعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ عورت سراسر پردہ ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسکو دیکھتا ہے۔ اور عورت جبتک اپنی کوٹھری کے اندر رہتی ہے اپنے رب کی رحمت سے سب حالتوں سے زیادہ قریب ہوتی ہے (ترمذی و بزار) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت کی نماز اپنے مخدع (خاص گوشہ جو اسکی خلوت کیلئے ہو) میں بہ نسبت کوٹھری کے افضل ہے الخ (بزار و ابو داؤد باسناد جید) [2] مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت مردوں کے سامنے نکلکر مٹکتی پھرتی تھی یہی تبرج الجاہلیہ ہے۔ قتادہ رح نے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے کو آراستہ کرکے نکلتی تھی اور مٹکتی ہوی چلتی تھی۔ پس اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا۔ مقاتل بن حیان نے فرمایا کہ عورتیں دراز کرتہ و پائجامہ پہنتی تھیں۔ اور اوڑھنی بارک نام سر پر ڈالکر بغیر باندھے نکلتی تھیں کہ ان کے گلے بازو ہاتھ پاؤں وغیرہ کی زینت اجنبی مردوں پر ظاہر ہو (ابن کثیر) ۱۲

منزل ۵

تم سے برائی کو دور کرے۔ اور تمھیں اُس میل سے جو گنہگاروں میں ہوتا ہے کمال طہارت کے ساتھ پاک کرے۔ اگرچہ اہل بیت میں اختلاف ہے لیکن جمہور مفسرین[۱] نے اسے عام رکھا ہے جس میں آپکی اولاد و ازواج و امام حسن و امام حسین اور حضرت علی بھی داخل ہیں۔ سیاق قرآن سے تو ازواجِ مطہرات داخل اہل بیت ہیں جسمیں کچھ بھی شبہ[۲] نہیں لیکن دوسرے قرابت دار بھی اس آیت میں داخل ہیں[۳] جسکی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ

شانِ نزول اہل بیت

[۱] وقال الفخر الرازی بعد کلام ثم ان اللہ تعالیٰ ترك خطاب المؤنثات وخاطب بخطاب المذکرین بقوله لیذهب عنکم الرجس لیدخل فیه نساء اهل بیته ورجالهم [۲] عکرمہ رح بازار میں باٰواز بلند پکار کر کہا کرتے کہ قولہ تعالےٰ انما یرید اللہ الآیہ کا نزول خاصکر ازواج مطہرات کے حق میں ہوا ہے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم باسناد صحیح (ابن کثیر) عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے قولہ تعالےٰ انما یرید اللہ الآیہ کا نزول خاصکر ازواج مطہرات کے حق میں ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم باسناد صحیح۔ (ابن کثیر) عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو کوئی چاہے میں اُس سے مباہلہ کرنے کو موجود ہوں کہ اس آیت کا نزول شانِ ازواج مطہرات میں ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم باسناد صحیح (ابن کثیر) [۳] ان آیات میں قل لازواجك سے واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن تک جمع مونث کی بائیس[۲۲] ضمیریں ہیں بیس لفظ اہل بیت کے پہلے ہیں۔ دو بعد ہیں۔ اور جمع مذکر کے صرف دو ضمیریں ہیں عنکم و یطہرکم۔ اگر اس آیت سے خاص ازواج مطہرات مراد ہوتیں تو ان بائیس[۲۲] مونث ضمیروں کی طرح یہ ضمیریں بھی مونث ہوتیں۔ تاکہ کلام ایک ہی طرز پر ہو۔ اس مخالفت کا سبب صرف مخالفتِ مرادہی جو ماقبل و مابعد سے ہے۔ تاکہ ان دونوں ضمیروں میں ازواج مطہرات و اہلِ عبا داخل ہو جائیں جسکی وضاحت احادیث سے ہو رہی ہے۔ اب رہا یہ کہ لفظ اہل کی تذکیر جسطرح باعتبار لفظ جایز ہے اسی طرح باعتبار معنی تانیث بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہاں جانبِ معنی کے لحاظ سے مؤنث ہی ہونا چاہئے تھا اسلئے کہ جمع مونث کی ضمیریں پس و پیش محیط ہیں۔ پس اسپر بھی تانیث نہ لاکے تذکیر جو اختیار کی گئی ہے صرف دخول اہل عبا کے لئے ہے۔ اور آنحضرت

حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ مہینے تک جب نماز فجر کے لئے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) صلے اللہ علیہ وسلم کا پنجتن پاک کو عبا اڑھا کر فرمانا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھۡلُ بَیۡتِیۡ صریح نص ہے
جس میں تاویل ممکن نہیں ہے اور یہ عبارت شرف المؤبد لآل محمد سے ترجمہ کیگئی ہے۔ یہ عاصی جب بغداد شریف
میں حاضر ہوا تھا تو یہ کتاب ان مبارک ہاتھوں سے مجھے سرفراز ہوئی تھی جو سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ کے
پوتے اور حضرت مدظلہ سجادہ اور پوست نشین غوث اعظم کے خلف اکبر ہیں۔ اس فقیر کو حدیث کی سند بھی
اپنے والد ماجد سے دلائی۔ اور کتاب پر ایک عبارت دو گواہ رکھ کے تحریر فرما کر اپنے خادم کی قدر بڑھائی۔ چونکہ
اس تفسیر کا نام تفسیر قادری ہے اور اہل بیت کا بھی ذکر اس جگہ آگیا ہے۔ اس لئے ایسے مقدس صاحبزادے
کی تحریر کا بھی اس جاے نقل کر دینا باعث برکت اور موجب نجات خادم ہے۔ وھو ھذا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

نامہ گرامی حضرت مولانا مولوی سید محمود حسام الدین قادری جیلانی آفندی مدظلہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَہٗ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ۔ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ وَجُنۡدِہٖ
وَحِزۡبِهٖ۔ اَمَّا بَعۡدُ فَاِنِّیۡ اَتَقَدَّمُ بِتَقۡدِیۡمِ هٰذَا الۡکِتَابِ۔ لِاَجَلِّ الۡاِخۡوَانِ وَالۡاَحۡبَابِ۔ ذِی الۡمَجۡدِ
الۡمُؤَثَّلِ۔ وَالۡمَوۡلَی الۡمُفَضَّلِ۔ نَاصِرِ الدِّیۡنِ وَالسُّنَّةِ۔ وَمَاحِیۡ ظُلُمَاتِ الشِّرۡكِ وَالۡبِدۡعَةِ۔ اَبِی
الۡوَفَاءِ السَّیِّدِ مُحَمَّدٍ عُمَرَ الۡقَادِرِیِّ الۡحَنۡبَلِیِّ۔ لَا زَالَ مُسۡتَفِیۡضًا مِنۡ فُیُوۡضَاتِ رَبِّهٖ۔ وَمُفِیۡضًا
مِنۡهَا عَلٰی وَلِیِّهٖ وَعَبۡدِہٖ عَظَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی قَدۡرَہٗ۔ وَرَفَعَ مَنۡزِلَتَهٗ۔ وَاَعۡلٰی مَکَانَتَهٗ۔ لِکَیۡ
یَکُوۡنَ هٰذَا الشَّرَفُ الۡمُؤَبَّدُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ۔ وَتَشَرَّفَ وَکَرَّمَ یَذۡکُرُہٗ بِیۡ
فِیۡ خَلَوَاتِ قُدۡسِهٖ۔ وَجَلَوَاتِ اُنۡسِهٖ۔ بَیۡدَ اَنَّ الۡکِرَامَ کُلَّمَا سَمَا مَجۡدُهُمۡ۔ وَتَسَنَّمَ ذُرۡوَاتِ
الۡعِزِّ جَدُّهُمۡ۔ وَانۡفَرَجَتۡ لَهُمۡ بَلۡ وَانۡفَتَحَتۡ لَهُمۡ اَبۡوَابُ التَّجَلِّیَاتِ۔ وَاسۡتَنَارَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ
بِاَنۡوَارِ الۡمُشَاهَدَاتِ۔ ذَکَرُوۡا مَنۡ کَانَ یَاۡلَفُ وُدَّهُمۡ۔ وَتَرۡتَاحُ نَفۡسُهٗ بِحُبِّهِمۡ۔ رِعَایَةً لِحَقِّ الصُّحۡبَةِ
وَجَرۡیًا عَلٰی اَسَالِیۡبِ الۡمَوَدَّةِ۔ وَاِنِّیۡ۔ وَاِنۡ لَمۡ اَسۡتَحِقَّ الذِّکۡرٰی۔ لٰکِنَّ لُطۡفَهُ الۡاَعَمَّ۔ وَفَیۡضَهُ
الۡاَتَمَّ۔ لَا یُخۡرِجَانِیۡ مِنَ الۡکِتَابِ هٰذِہِ الۡفَضِیۡلَةِ۔ وَنَیۡلِ هٰذِہِ الۡمَنۡقَبَةِ الۡجَلِیۡلَةِ۔ هٰذَا۔ وَ
اَسۡئَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی شَاۡنُهٗ وَتَقَدَّسَ اِسۡمُهٗ اَنۡ یَّجۡعَلَهٗ مَحۡفُوۡفًا بِعِنَایَاتِهِ الۡاَزَلِیَّةِ۔ وَمَحۡفُوۡظًا
بِاِنۡعَامَاتِهِ الۡاَبَدِیَّةِ۔ وَمَلۡجَأً لِلۡخَاصَّةِ وَالۡعَامَّةِ۔ وَنَاشِرَ الرَّایَةِ الطَّرِیۡقَةِ الۡعَلِیَّةِ الۡقَادِرِیَّةِ۔

(حضرت سیدۃ النسا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در دولت کی طرف سے گذرتے تو بلند آواز سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وَوَافِقِ الْوَرٰی تَجِدْ هُمْ فِی الْاَوْطَارِ الْمَدِیَّۃِ ۔ اِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرٌ وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ ۔) ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

(الفقیر الیہ عزشانہ السید محمود حسام الدین ابن السید عبد الرحمن الحنفی القادری الگیلانی ۔)

آپ کے ایک بھائی صاحب مدظلہ نے بھی جو ہم نقیب غوث الثقلین ہیں سطرح ایک کتاب مع تحریر فرمائی ہے

آلُ طٰهٰ یَا آلَ خَیْرِ نَبِیٍّ ‎ ‎ جَدُّكُمْ خِیْرَۃٌ وَاَنْتُمْ خِیَارُ

اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ قِدْمًا فَاَنْتُمُ الْاَطْهَارُ

لَمْ یَسْئَلْ جَدُّكُمْ عَلَی الدِّیْنِ اَجْرًا ‎ ‎ غَیْرَ وُدِّ الْقُرْبٰی وَنِعْمَ الْاِجَارُ

حُبُّكُمْ جُنَّۃٌ لِكُلِّ فُؤَادٍ ‎ ‎ فِیْهِ حُبُّ الْاَصْحَابِ وَالْبُغْضُ نَارُ

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَاَتَمَّ النُّوْرَ فِیْكُمْ وَاِنْ اَبَی الْكُفَّارُ

ملہ چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ روایتیں اسانید مختلفہ سے بیان کی ہیں کہ اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں ۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی اسیطرح بیس روایتیں طرق مختلفہ سے بیان کی ہیں ۔ بعض ان میں سے یہ ہیں کہ ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ و امام احمد نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ۔ ایک ہانڈی میں خزیرہ[ع] پکا ہوا آپکے حضور میں لائیں آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلاؤ ۔ پس یہ لوگ آئے اور سب ملکر خزیرہ کہانے لگے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خیبری کملی پر تشریف رکھے تھے ۔ میں حجرہ میں نماز پڑھ رہی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی انما یرید اللہ الآیۃ ۔ پس آپ نے زائد کملی سے ان لوگوں کو ڈھانک لیا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھاکر عرض کی کہ الٰہی یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں ۔ ان سے رجس کو دور کردے ۔ اور ان کو کامل طور پر پاک کردے ۔ میں نے بھی اپنا سر نکالکر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ تو بہتری میں ہے تو بہتری میں ہے " امام احمد و ابن ابی شیبہ و مسلم و ابن جریر و ابن ابی حاتم

تفسیر آیت اہل بیت میں ۔

ع الخزیرۃ لحم یقطع صغارا و یصب علیہ ماء کثیر فاذا انضج ذر علیہ الدقیق فان لم یکن فیہا لحم فھی عصیدۃ وقیل ھی حسا من دقیق ودسم وقیل اذا کان من دقیق فھی حریرۃ واذا کان من نخالۃ فھی خزیرۃ (مجمع البحار) ۱۲

فرمائے اَلصَّلٰوۃَ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جب ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں تو جو لوگ آپکی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) و حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو باہر تشریف لائے سیاہ بوٹے دار کملی اوڑھے ہوئے تھے کہ اسوقت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو کملی میں لے لیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انکو بھی کملی میں لے لیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان دونوں کو بھی کملی میں داخل کر لیا۔ اور یہ آیت پڑھی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" امام احمد و ابن شیبہ و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و حاکم مع تصحیح و بیہقی اپنے سنن میں واثلہ بن اسقع سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو دائیں بائیں بٹھا لیا۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے مبارک ران پر بٹھالیا۔ اور جو کملی آپ اوڑھے ہوئے تھے اس میں ان سب کو داخل کر لیکر یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ پھر فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور کر دے اور ان کو کمال پاکیزگی سے پاک کر دے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی داخل ہوں۔ فرمایا تو بھی ہے" ابن کثیرؒ نے امام احمد سے اسیطرح روایت کرکے یہ بڑھایا کہ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اَحَقُّ۔ یعنے میری اہل بیت زیادہ حقدار ہیں لا ابن جریر نے اسکو دو طریق حسن سے روایت کی جس کے آخر میں ہے کہ "بی بی ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ داخل کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو میرے اہل میں سے ہے" ابن کثیرؒ نے مسلم کی طویل روایت کو بھی زید بن ارقم سے بیان کیا ہے جس کے آخر میں ہے "اَنَا تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ ثَلَاثًا۔ یعنے میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اول کتاب الٰہی (دوسری) میری اہل بیت میں تمھیں میری اہل بیت کے مقدمے میں اللہ تعالے کو یاد دلاتا ہوں اسیطرح تین مرتبہ فرمایا مختصرا۔ لکھا ابن کثیرؒ از امام احمد و ترمذی اور کہا کہ حسن غریب ہے۔ ۱۲ اسلہ ولکن اذا کان ازواجہ من اھل بیتہ فقرابتہ احق بھذہ التسمیۃ کما تقدم فی الحدیث واھل بیتی احق (ابن کثیر)

قرابت میں ہیں وہ بطریق اولیٰ اس تسمیہ کے مستحق ہیں جس طرح حدیث میں آیا ہے"

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وماقال بعضهم كيف صار في الوسط كلام لغيرهن - اجيب بان الكلام العربي يدخله الاستطراد والاعتراض وهو تخلل الجملة الاجنبيه بين الكلام المتناسق كقوله تعالى إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فقوله وكذا يفعلون جملة معترضة من جهة الله تعالى بين كلام بلقيس وقوله تعالى فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ - اى فلا اقسم بمواقع النجوم انه لقرآن - وما بينهما اعتراض على اعتراض وهو كثير في القرآن وغيره من كلام العرب - وقال شيخ الصوفيه وامام العارفين الشيخ الاكبر سيدی محی الدين ابن العربي رضی الله عنه في الباب التاسع والعشرين من الفتوحات المكيه وماكان رسول الله صلى الله عليه وسلم عبدا محضا قد طهر الله واهل بيته تطهيرا واذهب عنهم الرجس وهو كل ما يشينهم فان الرجس هو القذر عند العرب هكذا حكى الفراء قال الله تعالى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا - فلا يضاف اليهم الا مطهر ولا بد فان المضاف اليهم هو الذي يشبههم فما يضيفون لانفسهم الا من له حكم الطهارة والتقديس - فهذه شهادة من النبی صلى الله عليه وسلم لسلمان الفارسي بالطهارة والحفظ الالهی والعصمة حيث قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم سلمان منا اهل البيت وشهد الله لهم بالتطهير وذهاب الرجس عنهم - واذا كان لا يضاف اليهم الا مطهر مقدس وحصلت له العناية الربانية الالهيه بمجرد الاضافة فما ظنك باهل البيت في نفوسهم فهم المطهرون بل هم عين الطهارة فهذه الآية تدل على ان الله تعالى قد شرك اهل البيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر واى وسخ وقذر اقذر من الذنوب واوسخ فطهر الله سبحانه نبيه صلى الله عليه وسلم بالمغفرة مما هو ذنب بالنسبة الينا ولو وقع منه صلى الله عليه وسلم لكان ذنبا في الصورة لا في المعنى - لان الذم لا يلحق به على ذلك من الله ولا منا شرعا فلو كان حكمه

روح المعانی

فتوحات باب ۲۹ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ

غرض یہ آیت منبع فضائل اہل بیت نبوی ہے۔ اسکی ابتدا انما سے ہوئی ہے جو حصر کیلئے آتا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حکم الذنب لصحبة ما یصحب الذنب من المذمة ولم یکن یصدق
قوله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا - فدخل الشرفاء اولاد فاطمة کلهم
رضی الله عنهم ومن هو من اهل البیت مثل سلمان الفارسی رضی الله عنه الی یوم القیامة
فی حکم هذه الایة من الغفران فهم المطهرون اختصاصا من الله وعنایة بهم لشرف محمد
صلی الله علیه وسلم وعنایة الله به ولا یظهر حکم هذا لاهل البیت الا فی الدار الاخرة فانهم
یحشرون مغفورا لهم - واما فی الدنیا فمن اتی منهم حدا اقیم علیه کالتائب اذا بلغ الحاکم امره وقد
زنی او سرق او شرب اقیم علیه الحد مع تحقق المغفرة کماعز وامثاله ولا یجوز ذمه - وینبغی
لکل مسلم یؤمن بالله وما انزله ان یصدق الله تعالی فی قوله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت
ویطهرکم تطهیرا - فیعتقد فی جمیع ما یصدر من اهل البیت ان الله قد عفا عنهم فیه فلا
ینبغی لمسلم ان یلحق المذمة بهم ولا ما یشنأ اعراض من قد شهد الله بتطهیرهم وذهاب الرجس
عنهم لا بعمل عملوه ولا بخیر قدموه بل بسابق عنایة من الله بهم ذلك فضل الله
یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم - واذا صح الخبر الوارد فی سلمان الفارسی فله هذه الدرجة
فانه لو کان سلمان علی امر یشنؤه ظاهر الشرع وتلحق المذمة بعامله لکان مضافا الی اهل البیت من لم
یذهب عنه الرجس فیکون لاهل البیت من ذلك بقدر ما اضیف الیهم وهم المطهرون بالنص - انتهی کلام
الشیخ الاکبر۔ اور ابن کثیر نے ابن ابی حاتم سے روایت کی کہ جب امام حسن خلیفہ ہوئے تو کسی نے آپکو خنجر مارا۔ پھر آپ اچھے ہونیکے
بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اسطرح فرمانے لگے کہ اے اہل عراق اللہ سے ڈرو اور ہمارا خیال رکھو۔ ہم تمہارے مہمان و امیر ہیں
اور ہم ہی وہ اہل بیت ہیں جنکی شان میں اللہ تعالٰے نے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا
فرمایا ہے۔ آپ اسکو بار بار فرمانے لگے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی باقی نہ رہا مگر یہ کہ چیخیں مار کر رو رہا تھا۔ سدی نے ابو دیلم سے روایت کی کہ
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کسی شامی سے فرمایا کیا تو نے (سورۃ) احزاب میں انما یرید اللہ لیذہب عنکم
الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا نہیں پڑھا۔ اسنے کہا ہاں میں پڑھا ہوں کیا وہ لوگ تم ہی ہو۔ آپنے فرمایا ہاں ۔ ۱۲

ارادہ آلہی جو قدیم ہے ان سے رجس یعنی گناہوں کو دور کرنا چاہا اور برے اخلاق و احوال سے
انھیں پاک کیا - اسی لئے جب ان سے خلافتِ ظاہری جاتی رہی تو خلافتِ باطنی عنایت
فرمائی - اسیوجہ انھیں تحریم صدقہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک فرمایا
ختمِ آیت پر تطہیرًا مبالغہ کے لئے فرمایا تاکہ پوری طہارت حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع
ہو جائے - پھر تطہیرًا کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لئے ہے یعنی معمولی طہارت نہیں بلکہ سب سے
عمدہ و اعلےٰ طہارت ہے - پھر اللہ تعالےٰ ازواجِ مطہرات پر اپنے انعامات کو کہ تمہارے مکان
آ ۳۴ مہبطِ وحی ہیں اسطرح بیان فرماتا ہے - وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِیْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ اور جو تمہارے گھر میں اللہ کی آیتیں اور حکمت (کی باتیں)
پڑھی جاتی ہیں اسے یاد کرو - بیشک اللہ مہربان خبردار ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے تمہارے حجروں میں
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر جو آیاتِ قرآنی نازل فرمائی ہیں اور حکمت یعنی احادیث جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں - انپر عمل کرو اور شکر آلہی بجالاؤ اس لئے کہ اللہ تم پر مہربان
ہے کہ تمہارے گھروں میں آیاتِ آلہی پڑھی جاتی ہیں - اور خبردار ہے اسی لئے تمھیں اپنے
رسول کے ازواج میں داخل کیا - بعد انعامات ازواجِ مطہرات کے عام مسلمین و مسلمات کے
آ ۳۵ انعامات بیان فرماتا ہے - اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

والخشعین - الخشوع ضراعة واكثر ما يستعمل فيما يوجد في القلب (مفردات) ۱۲

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَ

الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ○ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار

مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی

عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور

عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں

اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرمگاہیں (حرام سے) حفاظت کرنیوالے

مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنیوالی

عورتیں اللہ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے شانِ نزول[1] بی بی ام سلمہ

رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ قرآن

میں عورتوں کا ذکر مردوں کے ذکر کی طرح نہیں ہوتا پس میں یکایک سنتی ہوں کہ آپ منبر پر

فرما رہے ہیں اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ ۔ الآیہ ۔ اللہ تعالیٰ نے

[1] امام احمد و نسائی وابن جریر (ابن کثیر) چونکہ ایک آیت کے متعدد سبب ہوسکتے ہیں اس لئے یہ بھی ام عمارۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ "میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب خوبیاں مردوں ہی کے واسطے رکھی ہیں۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ عورتوں کا ذکر بھی کسی خوبی کے ساتھ کیا جاتا ہو۔ پس آیت ان المسلمین والمسلمت الآیۃ نازل ہوئی" سعید بن منصور اور ترمذی اور اسے حسن کہا اور طبرانی وغیرہ (درمنثور) ۔ ۱۲

اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی دس صفتیں بیان فرمائیں پہلی صفت اسلام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان وہی ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔ دوسری صفت ایمان ہے حدیث شریف میں ہے کہ زناکار[1] حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا تیسری صفت قنوت ہے یعنے خضوع کے ساتھ طاعت پر مداومت کرنا جسطرح اسلام کے بعد ایمان حاصل ہوتا ہے اسیطرح ان دونوں سے قنوت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ چوتھی صفت صدق ہے یعنے قول وعمل ونیت میں راستی اور سچائی ہونا۔ حدیث شریف[2] میں ہے کہ جسنے سچ کہا اُس نے نجات پائی پانچویں صفت صبر ہے۔ یہ استقامت کا نتیجہ ہے کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ جو مقدر میں لکھا ہے وہ ہونے والا ہے۔ وہی مصائب پر صبر کرتا ہے۔ اور طاعت میں ثابت قدم معصیت سے بازرہتا ہے چھٹی صفت خشوع ہے یعنے سکون وطمانیت ووقار و تواضع۔ یہ اسکو حاصل ہوگا جو مراقبہ[3] اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ زناکار سے ایمان زنا کرتے وقت اسطرح الگ ہوجاتا ہے پھر آپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کرکے جدا کردیا۔ بخاری[12] اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ صدق نیکی کی طرف ہادی ہے اور نیکی ایسی چیز ہے کہ جنت میں پہنچاتی ہے۔ تم لوگ کذب سے بچو اسلئے کہ کذب بدکاری کی راہ بتاتا ہے اور بدکاری ایسی چیز ہے کہ جہنم میں پہنچاتی ہے۔ آدمی سچ کہتا ہے اور سچ ہی کا قصد رکھتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالے کے پاس صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا ہی قصد رکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالے کے پاس کذاب لکھا جاتا ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ [3] اللہ تعالے کی عبادت اسطرح کر گویا کہ تو اسے دیکھتا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا ہے تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔ (بخاری) ۱۲

بیانکہ کا عامل ہوگا۔ ساتویں صفت صدقہ ہے کہ محتاجوں ضعیفوں پر کہ جنکی کسب اور کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے احسان کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ گناہوں کو صدقہ اسطرح مٹاتا ہے جسطرح آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

نان دہی گر بہر حق نانت دہند	جان دہی گر بہر حق جانت دہند
کان درم دادن سخی را لائق است	جان فدا کردن سخائے عاشق است

آٹھویں صفت صوم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ نویں صفت عصمت یعنی زنا حرام سمجھنا ہے۔ دسویں صفت کثرت ذکر الٰہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رات میں مرد نے اپنی عورت کو جگایا پس دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس رات یہ دونوں خدا کا ذکر کثرت سے کرنیوالوں میں لکھے جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابو سعید خدری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ ابن کثیر ۲ہ اہل تصوف جمیع حظوظ نفس سے صیام رہتے ہیں ۳ہ ابن ماجہ ۴ہ ابن ابی حاتم از ابو سعید خدری اور اسی کے مثل ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ابن کثیر) ۵ہ ابن کثیر از امام احمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کے راستے میں جا رہے تھے کہ جمدان پہنچے۔ فرمایا کہ یہ جمدان ہے آگے چلو کہ مفردون سبقت لیگئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کی مفردون کون ہیں آپنے فرمایا کہ وہ ایسے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ امام احمد و مسلم (ابن کثیر) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ تمہارے درجات میں سب سے بلند تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بہتر اور ایسے جہاد سے بھی بہتر ہے کہ تم مشرکوں کو مارو اور وہ تمہیں ماریں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہاں فرمائیے۔ آپنے فرمایا وہ خدا کی یاد ہے۔ امام احمد (ابن کثیر) معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجاہدین میں کس شخص کو زیادہ ثواب ہے آپنے فرمایا اسے جو خدا کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ اسنے پھر عرض کی کہ روزہ داروں میں کس شخص کو زیادہ ثواب ہے۔ فرمایا اسے جو خدا کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ پھر اسنے نماز و زکوٰۃ و حج و صدقہ میں اسیطرح پوچھا۔ آپ سب کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ جو خدا کو زیادہ یاد کرنے والا ہو

پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس کون بڑے مرتبہ والا ہوگا فرمایا وہ بندے جو خدا تعالیٰ
کو بہت یاد کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ لوگ اس شخص سے بھی بڑھ جائیں گے جو اللہ کی
راہ میں جہاد کرتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی غازی کفار و مشرکین کو یہانتک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خود بھی
خون میں بھر جائے تو ایسے غازی سے بھی اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنیوالا افضل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ ان صفات
کے جامع ہیں اللہ تعالیٰ نے انکے لئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا فرمایا ہے۔ ان تمام مضامین کے بعد ایک کلیہ
قاعدہ جو ہر مومن کیلئے لازم ہے اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ
وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ
فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ
اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو
سزاوار نہیں کہ جب اللہ اور اسکا رسول کوئی حکم کر چکے تو انکو اپنے کام کا اختیار رہے (بلکہ رسول کے اختیار کے تابع

(بقیہ صفحہ گذشتہ) زیادہ ثواب ہے پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذکر کرنیوالے کثرت سے ثواب لے گئے ہیں ... آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں صحیح کہا۔ امام احمد ابن کثیر نے اس آیت کا نزول زینب بنت جحش کی شان میں بیان کیا ہے (ابن کثیر و صحیح بخاری)۔
زید۔ لوگ آپکو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے جب آیت ادعوهم لآبائهم اتری تو انہیں زید بن حارثہ کہنے لگے جب یہ شرف چھن گیا اللہ تعالیٰ نے
درد کیا تو اسکے معاوضہ میں قرآن مجید میں انکا نام ذکر فرمایا یہ ایسی خصوصیت ہے جو کسی صحابی کو میسر نہیں ہوئی۔ آپکی پہلی بی بی ام ایمن ہیں جنکے شکم سے اسامہ
پیدا ہوئے۔ اور جب بی بی زینب کو انہوں نے طلاق دیدی تھی پھر آپ نے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے نکاح کر دیا۔ وطرا۔ الوطر النهمة والحاجة المهمة (مفردات)

ہیں) اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک صریح گمراہ ہوگیا۔ (اور یاد کرو اے نبی) جب تم نے

اُس شخص سے کہا کہ جس پر اللہ نے انعام کیا اور تم نے (بھی) اس پر احسان کیا کہ اپنی بی بی کو اپنے پاس روک رکھ

اور اللہ سے ڈر (اور بطور ضرر طلاق نہ دے) اور تم اپنے جی میں چھپاتے تھے وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنیوالا ہے

اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنا مقصد

پورا کر چکا (طلاق دیدی) تو ہم نے اس عورت کو تمہارے نکاح میں دیدیا تاکہ مومنین پر انکے منہ بولے بیٹوں کی

بی بیوں (سے نکاح کر لینے) میں کسی طرح تنگی نہ رہے جب وہ ان عورتوں سے اپنی حاجت پوری کر لیں (طلاق دیدیں)

اور اللہ کا حکم تو ہو چکا ہے۔ شان نزول یہ آیت زینب بنت جحش کی شان میں نازل ہوئی۔ جو آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپنے زید بن حارثہ کیلئے زینب کے پاس پیغام بھیجا۔ تو پہلے انہوں نے

ناراضمندی ظاہر کی۔ لیکن بعد نزول آیت راضی ہوگئیں۔ اور آپنے انہیں زید بن حارثہ سے نکاح کر دیا۔ دوسری

آیت میں ذکر ہے کہ جب تم اس شخص یعنی زید بن حارثہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور تمہاری متابعت وغیرہ کا احسان

کیا۔ اور تم نے بھی اسپر احسان کیا کہ غلامی سے آزاد کر کے متبنے بنالیا۔ اور نہایت شفقت سے پرورش کی اپنی پھوپھی

بہن کیساتھ نکاح کر دیا۔ اسطرح کہتے تھے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی اپنی زوجہ کو روک رکھو۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہ ابن جریر از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ تفسیر ... نقل کی ہے ... مجاہد و قتادہ و مقاتل و ابن حبان نے روایت کی (ابن کثیر) ابن کثیر نے اور مختلف شان نزول بیان کرکے فرمایا کہ یہ آیت صورت نکاح ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جمیع امور میں عام ہے یعنی جب کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم صادر ہو جائے تو اس میں کسی کو مخالفت کی ... اختیار نہیں ... اور نہ کسی کی رائے چل سکتی ہے اسی لئے آخر آیت میں فرمایا کہ جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے وہ ظاہر طور سے گمراہ ہو گیا۔ ٢ه آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ اور ان کے فرزند اسامہ بن زید کو محبوب رکھتے تھے یہاں تک کہ ان دونوں کو حب ابن الحب کہا جاتا تھا۔ ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زید کو کسی مہم میں روانہ فرماتے تو ان کو امیر کرتے اور زید (جو غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہتے تو آپ انکو خلیفہ بناتے (ابن کثیر از امام احمد) ٣ه آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بیان نکاح حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ عنہا

فضائل حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

آپ لوگوں سے شرمانے لگے تھے تو دل میں چھپاتے تھے جو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔ خوف کرنے کے لائق تو
اللہ تعالیٰ ہی ہے تم اسی سے خوف کرو۔ امام زین العابدین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو
آگاہ فرمایا تھا کہ ہم عنقریب زینب بنت جحش کو آپکے نکاح میں داخل کریں گے۔ پھر جب زید رضی اللہ عنہ نے
آپکے پاس آکر زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اپنی زوجہ کو جدا
نہ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ہم نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کیا تھا کہ زینب کو عنقریب ہی تمہارے
ازواج میں داخل کر دونگا۔ پھر فرمایا ہے جب زید اپنی زوجہ سے مقصد پورا کرکے طلاق دیدی اور عدت بھی
گذر گئی۔ تو ہم نے تمہیں اسکے ساتھ (بغیر مہر و شہود کے) نکاح کر دیا۔ تاکہ مومنین اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے
بارہ میں تنگی و مشقت نہ ہو۔ بلکہ بعد طلاق اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں سے خود نکاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہو کر ہی رہتا ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نے اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی دختر زینب بنت جحش کو زید سے نکاح کر دیا۔ اور زید کی طرف سے دس دینار، ساٹھ درہم ایک اوڑھنی
اور قمیص اور ازار ایک چادر اور پچاس مد گیہوں۔ دس من کھجوریں بطور مہر دیں۔ پھر قریب ایک سال یا کچھ اوپر زینب زید کے پاس رہیں۔ پھر دونوں میں نااتفاقی ہوئی
(ابن کثیر) لہ ابن کثیر، ابن ابی حاتم اور اسی طرح سدی نے بھی روایت کی ہے لہ امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب زینب
رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو چکی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو بھیجا کہ زینب کو میرا پیام دو۔ پس زید بن حارثہ زینب رضی اللہ عنہا کے
پاس آئے۔ اسوقت آٹا گوندھ رہی تھیں۔ زید فرماتے ہیں کہ جب میں نے زینب کو دیکھا تو ان کی عظمت مجھ پر ایسی طاری ہو گئی کہ میرا سینہ بھر گیا۔ یہانتک کہ میں
آپ کو آنکھ اٹھا کر دیکھ نہ سکا۔ پس میں نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور پیٹھ زینب کی جانب کرکے کہا کہ زینب آپکو بشارت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے واسطے آپکو پیام بھیجا ہے۔ زینب نے کہا جبتک کہ میں اپنے پروردگار عز وجل سے استخارہ نہ کر لونگی۔ اسوقت تک کسی کو کچھ
جواب نہ دونگی۔ پس جائے نماز پر جا کر نماز پڑھنے لگیں۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بلا اجازت کے زینب کے پاس تشریف لیگئے (مسلم ونسائی وغیرہ)۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج پر فخر کرتی تھیں کہ تمہیں تمہارے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیاہ دیا لیکن مجھے اللہ
تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سے بیاہ دیا (بخاری)۔ زینب رضی اللہ عنہا کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن جحش نے بیان کیا ہے کہ زینب و
عائشہ دونوں نے باہم تفاخر کیا پس زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری تزویج آسمان پر سے نازل ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میرا عذر نازل فرمایا۔ پس زینب رضی اللہ عنہا نے اسکا اعتراف کیا جیسا کہ سورۂ نور کی تفسیر میں گذر
(ابن کثیر) ۱۲

عہ خوف کا اصلی سبب تھا کہ کسی مسلمان کو آنحضرت کے متعلق اگر کوئی بُرا خیال آئیگا تو کافر ہو جائیگا خود ہم اسلئے آپ احتیاط فرماتے
تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عمدہ بات سے بھی بہتر بات کی طرف جو خیر الخیرین ہے تربیت فرماتا ہے ۱۲

[illegible]

اس مقام پر بعض مفسرین[1] وغیرہم نے بے اصل روایت بیان کی ہے جس سے نصرانیوں
اور آریوں کو اچھا موقع ملا۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو
بات دلمیں چھپاتے تھے وہ عشقِ بی بی زینب تھا اور یہ بالکل بے اصل ہے۔ نہ تو نصِ
قرآن سے یہ بات ثابت ہے اور نہ کوئی حدیث صحیح اسکی مؤید۔ اور عقل کے بھی خلاف۔
کیونکہ اگر آپ کو عشق ہوتا تو قبل از عقدِ زید ہی نکاح فرما لیتے۔ اس لیے کہ اسوقت چند
باتیں ایسی تھیں جو باعثِ رغبتِ عقد تھیں۔ پہلے تو وہ باکرہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ زید سے
ناراض تھیں۔ اور آپکی پھوپھی کی بہن تھیں۔ تیسرے یہ کہ رسمِ جاہلیت کے خلاف بھی نہ
ہوتا جو متبنّٰے کی بی بی سے نکاح کرنیکا عیب لگایا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو صرف تعمیلِ حکمِ الٰہی منظور تھی اور رسمِ جاہلیت کا مٹانا مقصود تھا۔ اور جو بات
آپ دلمیں چھپاتے تھے وہ یہی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو آگاہ فرمایا تھا کہ ہم بعدِ طلاقِ زید
بی بی زینب کو تمہارے نکاح میں دینگے چنانچہ فرمایا مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ یعنی جسے کہ اللہ ظاہر

---

[1] ذکر ابن ابی حاتم وابن جریر ههنا آثارا عن السلف حببنا ان نضرب عنها صفحا لعدم صحتها فلا نوردها (ابن کثیر) بعضے اہلِ سیر و اہلِ تفسیر و تواریخ این قصہ را بیحیے ذکر کردہ اند کہ نہ موافقِ واقع و نہ مناسبِ شانِ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم است و محققین آنرا از زلاتِ مفسرین شمردہ اند این قصہ را و قصہ یوسف را کہ در خلوت با زلیخا کرد و نحو این قصہ داؤد با اوریا و قصہ سلیمان در گم شدن انگشتری ہمہ آن نزد محققین متروک و محظور است و از طریقِ صدق و سداد و ادب دور است (صفحہ ۱۷۰ جلد دوم مدارج النبوۃ)

کرنے والا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے زَوَّجْنٰكَهَا فرما کے سوائے تزویج کے اور کوئی بات ظاہر
نہیں فرمائی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقول بعض محبت بی بی زینب یا ارادہ طلاق
زید چھپاتے تو اللہ تعالے اُسے ظاہر فرماتا۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالے نے خبر دی کہ اسے
ظاہر کریگا تو پھر اسکا چھپانا اور ظاہر نہ کرنا ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ اپنے قول کا خلاف نہیں
کرتا۔ اور اگر آپ کو طلاق کی خواہش ہوتی تو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ یعنی اپنے بی بی کو
روک رکھ کیوں فرماتے بلکہ بجائے اس کے طَلِّقْ زَوْجَكَ فرماتے۔ قرآن کے علاوہ روایت
امام زین العابدینؓ بھی موجود ہے جو سابق میں گذری۔ افسوس اُس قوم پر کہ سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح بی بی زینب سے عیب لگاتی ہے۔ اور خود اپنے بے غیرتی
افعال سے نہیں شرماتی اگر کوئی اجنبی شخص کسی کی بی بی کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں چلا جائے
تو شوہر صاحب منہ دیکھتے رہجاتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
تو حکم خدا سے رسم باطل کو مٹایا جسطرح خدا نے فرمایا۔ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ
فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا
نبی پر اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں جو اللہ نے انکے لئے مقرر کر دی ہے۔ اللہ کا طریقہ

قَدَرًا۔ القضاء الارادة الازلية المتعلقة بالاشياء على ما هي عليه والقدر عبارة عن ايجادها
اياها على تقدير مخصوص معاين (خفاجی) ۱۲۰۔

معنی قضا و قدر

اُن لوگوں میں جو پہلے گذرے ہیں۔ اللہ کا کام اندازہ پر مقرر کیا ہوا ہے۔ یعنے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسے امر میں کچھ حرج نہیں جو اللہ تعالےٰ نے ان کیلئے
فرض فرمایا۔ جسطرح بی بی زینب کے نکاح کا بعد طلاقِ زید بن حارثہ حکم فرمایا۔ پھر
فرماتا ہے کہ سنتِ الٰہی ان انبیا میں جو سابق میں گذرے ہیں اسیطرح رہی یعنے اللہ کا
لہ حکم انبیاءِ سابق کو جسطرح ہوا انہوں نے پورا کیا۔ اور اسمیں انپر کچھ حرج نہ تھا تو اب
پھر کیا حرج ہے۔ اسمیں اُن منافقین کا رد ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح بی بی
زینب سے عیب لگاتے تھے۔ اور جو امر اُسنے مقرر کیا ہے وہ لامحالہ پورا ہوگا۔ خواہ اُسنے
لوگ خوش ہوں یا ناخوش۔ انبیاءِ کرام بھی اسی امرِ الٰہی کی تکمیل میں سعی کرتے ہیں اور کسی
سے نہیں ڈرتے جسطرح فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا
يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ وہ لوگ جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے
ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوائے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کفایت کرنیوالا
بس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کسی شخص کو نہیں چاہیئے کہ اپنے نفس کو اسقدر
ذلیل کرے کہ امرِ الٰہی کے مقدمہ میں وہ کلمہ نصیحت کہہ سکتا ہو پھر نہ کہے تو اللہ تعالےٰ اس سے فرمائیگا

لہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز تھا۔ حضرت آدم کی اولاد
میں ایک بطن کے لڑکے دوسرے بطن کی لڑکی کا باہم نکاح ہوتا تھا اور اسمیں کچھ حرج نہ تھا۔ لہ امام احمد و عبد الرزاق
و ابن ماجہ (ابن کثیر) ۱۲۔

خوف تو مجھ سے ہی کرنا چاہیے تھا جسطرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے خدا کے

کسی سے خوف نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپکی ہر طرح سے تائید کی جسطرح فرمایا۔ مَا کَانَ

مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيْمًا ۝ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں و لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین

ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد

کے باپ نہیں۔ اور حقیقی طور پر زید کے بھی باپ نہیں۔ بلکہ آپنے پرورش کے لیے انھیں

فرزندی میں لیا تھا۔ کیونکہ آپکا حقیقی کوئی فرزند عمر بلوغ تک نہیں پہونچا۔ اور لیکن آپ

رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے۔ منجملہ اسکے یہ ہے کہ آپکے

بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی نبی نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ کوئی رسول بھی

نہ ہوگا۔ مسئلہ قرآن و احادیث متواترہ و اجماع امت سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ خلیق سے

مُہر نبوت انکی ہے پشت شریف پر | ختم اب نبوت ہوگئی دربار ہوگیا

وخاتم۔ اسم آلۃ لما یفعل بہ کالطابع لما یطبع بہ ای ختموا بہ۔ لہ حضرت ام المؤمنین بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے تھے (۱) قاسم (۲) طیب (۳) طاہر۔ جو صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں (۱) زینب (۲) رقیہ (۳) ام کلثوم (۴) فاطمہ۔ پہلی تین صاحبزادیوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انتقال کیا۔ اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے والد کے چھ مہینے کے بعد انتقال کیا۔ اور حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو حالت شیر خوارگی میں انتقال کر گئے (ابن کثیر) مواہب میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ لڑکے تین ہیں طیب و طاہر عبداللہ کا لقب تھا۔ ته اسمٰعیل دہلوی اور اس کے مقلدین نے امکانِ ذاتی و قدرت الٰہی پر جو متعلق خاتم النبیین بحث کی ہے وہ لغو ہے۔ ایسے لغویات کا ہمارے علماء نے خوب رد کیا ہے۔ جزاهم الله خيرا۔ ته انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت و نبوت میرے بعد منقطع ہوگئی

وخاتم عاصم کے سوا سب قراء کسر سے پڑھتے ہیں جو اسم فاعل ہے۔

جو شخص ختمِ نبوت کے خلاف اعتقاد رکھے یا اسمیں شک یا تردد کرے وہ کافر ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔ لوگوں کو یہ گراں گذرا۔ تو فرمایا لیکن مبشرات (باقی ہیں) عرض کی کہ یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا مسلمان کا خواب ایک جزء ہے اجزائے نبوت سے (ابن کثیر از امام احمد و ترمذی) بخاری و مسلم او ترمذی میں بھی ایک اور روایت ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ میں تمام انبیا کا خاتم ہوں (ابن کثیر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ باتوں کے ساتھ انبیاء پر فضیلت عطا ہوی ہے (۱) مجھے جوامع الکلم عطا ہوے (۲) رعب کے ساتھ مجھکو فتح دیگئی (۳) میرے واسطے غنیمت حلال کی گئی (۴) زمین میرے واسطے مسجد و طہور کردیگئی (۵) میں تمام خلق کی جانب بھیجا گیا ہوں (۶) میری ہی ذات سے انبیا ختم کیے گئے (ابن کثیر از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالے کے نزدیک نبی تھا حالانکہ آدم مٹی میں تھے (ابن کثیر از امام احمد) جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے چند نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالے نے میرے ہی ذات سے کفر کو محو فرمایا۔ اور میں حاشر ہوں کہ میرے ہی قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا (سب سے پہلے میں اٹھوں گا) اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے (ابن کثیر از صحیح بخاری و مسلم) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور ہم لوگوں سے اسطرح ارشاد فرمایا جیسے کوئی وداع کرتا ہے۔ پس فرمایا میں ہی نبی امی ہوں اس کلمہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور اللہ تعالے نے مجھکو کلام کے فواتح و جوامع و خواتم عطا فرمائے ہیں مجھکو معلوم ہے کہ دوزخ کے خازن کتنے ہیں اور عرش اٹھانے والے کسقدر ہیں۔ حق عزوجل نے مجھکو اول و آخر سب طرح مغفور فرمایا مجھے معرفت عطا ہوی۔ میں نے اپنی امت کو درجۂ معرفت پر پہنچا دیا۔ میں جب تک کہ تم میں ہوں میری سنو اور اطاعت کرو پھر جب میں اٹھالیا جاؤں تو تم لوگ کتاب الٰہی عزوجل کو مضبوط پکڑے رہو۔ جو اسمیں حلال ہے اسکو حلال رکھو اور جو اسمیں حرام ہے اسکو حرام رکھو۔ (ابن کثیر

آپ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم

اور جو آپکے بعد نبوت کا دعوے کرے وہ کذاب و دجال و ضال و مضل ہے۔ اگرچہ ہزار طرح کے
شعبدے اور خرق عادات دکھلائے۔ اور پیشگویاں کرے۔ اہل عقل کے پاس ان چیزوں کی
کچھ بھی وقعت نہیں۔ بعد تعلیم آداب نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپکی امت کو تربیت فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ هُوَ الَّذِيْ
يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰۗىِٕكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝ اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو

اور اسکی صبح و شام تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے (بھی) تاکہ وہ تمھیں
اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے۔ اور وہ ایمان والوں پر مہربان ہے۔ انکی دعائے خیر جس دن
وہ اللہ سے ملاقات کریں گے سلام ہے اور اس نے تمھارے لئے اچھا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔
پہلی آیت میں ذکر کثیر[1] اور تسبیح الٰہی کا حکم ہے جسمیں نماز پنجگانہ بھی شامل ہے۔ دوسری آیت میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) از امام احمد) عیسے علیہ السلام کا آنا منافی ختم نبوت نہیں۔ کیونکہ وہ سابق میں بنی اسرائیل کے
پیغمبر بناکے بھیجے گئے تھے۔ اب اس امت میں جو انکا نزول ہوگا تو اس شریعت مطہرہ کے موافق حکم فرمائیں گے۔
[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہمیشہ تیری زبان یاد الٰہی عزوجل سے تروتازہ رہے" (ابن کثیر از امام احمد
و ترمذی و ابن ماجہ) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم
لوگ ذکر الٰہی عزوجل میں یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ تم کو مجنون کہیں" (ابن کثیر از امام احمد) حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم لوگ اللہ تعالے کو بکثرت یاد کرو یہانتک
کہ منافقین کہنے لگیں کہ یہ ریاکار ہے" (ابن کثیر از طبرانی) حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ

فضیلت ذکر کثیر

ارشاد ہے کہ ہم اور ہمارے فرشتے تمہاری اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ تیسری آیت میں اپنی ملاقات کی خوشخبری دی ہے اور اجر کریم کا وعدہ کیا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کس بندے کا درجہ سب سے افضل ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان بندوں کا جو اللہ کی یاد بہت کرتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی افضل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر غازی نے اپنی تلوار سے کافروں و مشرکوں پر یہاں تک وار چلائے کہ خون آلودہ ہو کر تلوار ٹوٹ گئی تو ایسے غازی سے بھی اللہ کا بہت یاد کرنے والا افضل ہے (ابن کثیر از امام احمد و ترمذی و بیہقی) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یاد الٰہی کی فضیلت و بزرگی میں آیات و احادیث و آثار بکثرت وارد ہیں۔ اوراذکار کے بارے میں امام نسائی و نووی وغیرہ نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سب سے بہتر شیخ محی الدین نووی کی کتاب الاذکار ہے لہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص نے دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو اسکے گناہ ساقط کردیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے پھین کے برابر ہوں" (ابن کثیر از صحیحین) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ کیا ہر روز ہزار نیکیاں کمانے سے تم میں سے کوئی عاجز ہوجاتا ہے۔ ہم میں سے ایک نے عرض کی کہ یا رسول اللہ بھلا ہماری طاقت کہاں ہے کہ ہر روز ہزار نیکیاں کمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ "ہاں ہر روز سو بار اللہ تعالے کی تسبیح پڑھو تو پڑھنے والے کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائینگی۔ اور اس سے ہزار خطائیں ساقط کردی جائینگی" (ابن کثیر از امام احمد و مسلم و ترمذی وغیرہم) بعض فقہا نے حائضہ عورتوں کے واسطے ایک نفیس طریقہ بتلایا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وہ مسواک وغیرہ سے اپنا منہ صاف کرکے سو بار تسبیح پڑھ لیا کرے تاکہ نماز کی عادت باقی رہے۔ لہ یصلوٰۃ کے معنے بطور عموم مجاز ہیں جو رحمت و استغفار و دعائیوں کو شامل ہیں۔ اور بطور منقول خدا کی صلوٰۃ بندہ پر یہ ہے کہ ملائکہ کے پاس اسکی تعریف کرے اسکو بخاری نے ابی عالیہ اور ابو جعفر رازی اور ربیع بن انس سے روایت کی ہے۔ اور دیگر علماء تابعین سے منقول ہے کہ خدائے عزوجل کی طرف سے صلوٰۃ بمعنی

آیت ۴۵ تا ۴۷

عامہ مومنین کے ارشاد و تعلیم کا طریقہ سکھلاتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًاۙ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًاۙ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اے نبی ہم نے تمھیں گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانیوالا اور ڈرانیوالا بھیجا ہے اور اللہ کی جانب اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ (بنا کر بھیجا ہے) اور تم مومنیں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ اور تم کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔ اور انکی ایذا رسانی سے تجاوز کرو۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ اور اللہ کارساز بس ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد فرمایا یعنے آپ دنیا میں شاہد ہیں احوال آخرت جنت و نار وغیرہ کے اور آخرت میں شاہد ہیں احوال دنیا طاعت و معصیت وغیرہ کی۔ اسی لحاظ سے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

(بقیہ گذشتہ) رحمت ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ دونوں قول اپنے اپنے موقع پر ٹھیک ہیں۔ لیکن ملائکہ کی صلوۃ لوگوں کے لئے دعا و استغفار کے معنی میں ہے (ابن کثیر) نَذِيْرًا۔ منذرا نہ فرما کے صیغہ مبالغہ نذیرا فرمانا عموماً انذار کے لئے ہے۔ تا کہ گنہگار اور کافر سب ہراساں رہیں۔ چونکہ بشارت خاص مومنین کے لئے ہے اسی لئے اُن کو بسبب ان کے شرف کے مقدم ذکر فرمایا۔ چونکہ نذیرا میں مبالغہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرما کے پھر جانب رحمت کو ترجیح دی ۔ ۵ امام احمد نے عطا بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جا کر ملا اور عرض کی کہ توریت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مبارک ہے اس سے مجھے بھی آگاہ فرمائیے۔

در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
گر ہزاراں مدعی سر بر زند ؎	گوش قاضی جانب شاہد کند

اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کتب انبیاء سابقین علیہم السلام

(بقیہ صفحہ گذشتہ) انھوں نے فرمایا کہ واللہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت قرآن میں ہے یہی چند صفات مع دیگر صفات کے توریت میں بھی ہیں۔ چنانچہ توریت میں ہے کہ اے میرے پیغمبر مکرم ہم نے تمھیں اس شان سے بھیجنا مقدر فرمایا ہے کہ تم شاہد۔ مبشر۔ نذیر ہو۔ اور قوم امیوں کے حرز ہو (یعنے قوم امیین عرب تمہارے سایۂ عاطفت میں محفوظ رہیں گے) تم میرے بندے اور رسول ہو۔ میں نے متوکل تمہارا نام رکھا۔ تم سخت دل نہیں ہو اور نہ سخت زبان ہو۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہو اور نہ بدی کا عوض بدی سے دوگے۔ بلکہ بخشوگے معاف فرماؤگے اور اللہ تعالے انکو ہرگز اپنے یہاں نہیں بلائیگا۔ جبتک ایسا نہ ہوجائے کہ انکی ذات مبارک سے ٹیڑھی بات ٹھیک سیدھی ہوجائے بایں طور کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کے ذریعے اندھی آنکھوں کو کھولدیگا۔ اور بہرے کانوں کو سننے والا کریگا۔ اور غلاف چڑھے ہوئے دلوں کو کشادہ کریگا (وقد رواہ البخاری فی البیوع والتفسیر) اور عطاء ابن یسار رحمۃ اللہ نے اسکو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے (علقہ البخاری) اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تابعی جلیل جو کتب انبیائے سابق سے بخوبی ماہر تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ انبیائے سابقین میں شعیا علیہ السلام بنی اسرائیل پر پیغمبر مبعوث کئے گئے۔ پس اللہ عزوجل نے شعیا علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں خطبہ پڑھنے کھڑا ہوکہ میں تیری زبان کو اپنی وحی سے گویا کرونگا۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ میں قوم امیین (قوم عرب میں سے) نبی امی مبعوث کرونگا (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) جو سخت نہیں اور نہ سخت دل ہے۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہے۔ اور میں نے اسکی ذات مبارک میں ایسی طمانینت اور سکینت رکھی ہے کہ اگر وہ چراغ کے پہلو سے گذریگا تو چراغ گل نہ ہوگا۔ اور اگر نرکل کے گٹھوں پر سے چلیگا تو قدموں کے نیچے سے آواز نہ آئے گی۔ میں اس کے مطیعین کے لئے بشارت دینے والا مبشر بھیجوں گا۔ اور نافرمانوں کو

دوسری آیت میں آپ کو سراج منیر فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ روشن

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ڈرانے والا نذیر کروں گا۔ وہ بیہودہ بات زبان سے نہیں نکالیگا۔ اسکی ذات مبارک
سے کافر کی اندھی آنکھیں روشن کرونگا۔ اور بہرے کانوں کو کھولونگا۔ اور ڈھکے ہوئے دلوں کو کشادہ کرونگا
میں اسکو ہر کار جلیل کے لئے سداد عنایت کروں گا۔ (بہت خوبی سے ہر نیک کام ادا کریگا) اور میں
اسکو خلق کریم مرحمت کروں گا۔ میں اس پیغمبر عظیم الشان کا لباس سکینت کرونگا۔ اور نیکوئی اسکا شعار
بناؤں گا۔ اور تقوے اسکی ضمیر کروں گا۔ اسکی بات عین حکمت و صدق ہے۔ اور وفا اسکی طبیعت
کرونگا۔ عفو و ہدایت خیر اسکا خلق ہوگا۔ اور حق اسکی شریعت ہوگی۔ عدل اسکی سیرت ہوگی۔ ہر
امر میں ہدایت اس کے آگے چلےگی۔ اسلام اسکی ملت ہوگا۔ نام پاک اسکا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا کہ میں اسکی
ذات پاک سے لوگوں کو گمراہی کے بعد ہدایت عطا کروں گا۔ اور جہالت کے بعد علم دونگا۔ میں اس
پیغمبر عظیم الشان کو گمنامی کے بعد بلند نام کرونگا۔ انجانی کے بعد پہچان دونگا۔ اور قلت کے بعد اسکی
ذات سے کثرت عطا کروں گا۔ اور بعد محتاجی کے اس کے ذریعہ سے توانگر بناؤنگا۔ اور اسی کے
ذریعے سے تفرقہ کے بعد جمع کرونگا۔ اور قبایل متفرقہ اور قلوب مختلفہ کے درمیان اسکی
ذات سے الفت دونگا۔ اور متفرق اقوام کو جو اپنے ہوائے نفس پر چلتے تھے ہدایت پر ایک جا کرونگا
اور لوگوں کے ایک گروہ عظیم کو اسکی ذات بابرکت کے سبب سے ہلاکت سے بچاؤنگا۔ میں اسکی امت کو
سب امتوں سے بہتر کرونگا کہ نیک باتوں کا حکم کرے گی اور بری باتوں سے منع کرے گی۔ اور
اللہ وحدہٗ لا شریک کی توحید کرے گی۔ اور اخلاص کے ساتھہ ایمان لائے گی۔ اور جو کچھہ میرے
پیغمبروں نے رسالت پہنچائی ہے سبکی تصدیق کرے گی۔ میں انکو اپنی تسبیح و تحمید اور ثنا و تکبیر و
توحید الہام فرماؤں گا۔ جسکو اپنی مسجد اور مجالس میں اور اپنے بستروں و خوابگاہوں میں ادا کرتے
رہیں گے۔ اور میرے واسطے کھڑے اور بیٹھے نماز پڑھیں گے ـــ اللہ تعالے ہی کی راہ میں صف بستہ
ہو کر قتال کریں گے اور میری ہی رضامندی کے واسطے اپنے گھر بار چھوڑ کر منزلیوں کو نکل آئیں گے
اپنے چہروں اور ہاتھہ پاؤں اطراف کو دھوئیں گے اور آدھی پنڈلیوں تک ازار پہنیں گے ـ

فرمانے میں کئی سبب ہیں۔

(۱) یہ کہ آپکے سبب سے ظلمتِ کفر نابود ہوی۔ گمراہوں کو آپ کے باعث راہ ملی ہے

چراغِ روشن از نورِ خدائی	جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

(۲) یہ کہ راہ پائے ہوے لوگ اس چراغ کے نور سے انوارِ معرفت حاصل کرتے ہیں ہے

از و جاں را بد انش آشنائی ست	وز و چشمِ جہاں را روشنائی ست
درِ گنجِ معانی بر کشادہ	وزاں صاحبدلاں را مایہ دادہ

(۳) یہ کہ اس چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوے۔ اور یہ خود نورِ الٰہی سے روشن ہے پس جو اس کے نور سے منور ہوا حقیقت میں اس نے نورِ الٰہی حاصل کیا مولانا روم فرماتے ہیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) انکی قربانیاں خود اُن کے خون ہیں۔ انکی انجیل خود اُن کے سینے ہیں۔ رات میں راہبوں کی طرح عبادت گذار ہوں گے۔ دن میں شیروں کی طرح کافروں پر حملہ آور ہوں گے۔ میں اس پیغمبر کے خاندان و ذریات میں سابقین و صدیقین و شہدا و صالحین بناؤں گا۔ اور اسکی امت اس کے بعد بھی حق کے ساتھ ہدایت کرےگی۔ اور حق ہی کے ساتھ عدل کا شیوہ رکھیگی۔ اور جو شخص انکا مددگار ہوگا میں اسکو عزت دونگا۔ اور جو شخص انکا دعاگو ہوگا میں اسکی تائید کروں گا۔ اور جس شخص نے ان سے مخالفت کی یا انپر بغاوت کی یا چاہا کہ جو چیز ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں سے کچھ لے تو میں بد انجامی کی گردش اسی پر رکھونگا۔ میں ان بندوں کو انکے پیغمبر کا وارث بناؤں گا۔ وہ لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلائیں گے۔ یہ لوگ نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بُرے کاموں سے روکیں گے۔ نماز کو ٹھیک قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ اپنا عہد پورا کرینگے اور میں انھیں کے ساتھ وہ خیر پوری کروں گا کہ میں نے ان کے اول طبقہ سے شروع کی تھی۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ اور میں صاحبِ فضلِ عظیم ہوں۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم باسناد حسن)۔

گفت طوبیٰ من رانی مصطفٰے علیہ السلام
والذی یبصر لمن وجہی رأی

چوں چراغ نور شمعے راکشید
ہر کہ دید آں را یقین آں شمع دید

ہمچنیں تا صد چراغ ازنقل شد
دیدن آخر لقائے اصل شد

خواہ نور از واپسیں بستاں بجاں
ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں

منیر یہاں تاکید کے لئے لایا ہے یعنے تم دوسرے چراغوں کی طرح نہیں ہو جو کبھی بجھتے اور کبھی روشن ہوتے ہیں بلکہ اول سے آخر تک روشن رہوگے۔ ٥

ہر کہ بر شمع خدا آرد تفو
شمع کے میرد بسوزد پوز او

اور جسطرح دنیا میں تمہاری روشنی ہے اسیطرح روز قیامت بھی تمہارے پرتو نور شفاعت سے روشن ہوگا ٥

شد بدنیا رخش چراغ افروز
شب ما گشت ز التفاتش روز

باز فردا چراغ افروزد
کہ ازاں جرم عاصیاں سوزد

لہ پھر آپکی امت کو ازواج کے متعلق بعض مسائل سکھلاتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

لہ اللہ تعالےٰ نے اس سورہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکارم اخلاق سکھلائے۔ اور اسکے ساتھ ہی آپکی امت کو بھی اسیطرح ان کے مناسب ادب دیا۔ چنانچہ جانب الٰہی کے متعلق۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللہَ پھر جانب خلق یعنے ازواج مطہرات کے متعلق یایھا النبی قل لازواجک پھر جانب عامہ کے متعلق یایھا النبی انا ارسلناک فرمایا۔ اسیطرح تربیت مومنین جانب الٰہی کے متعلق یایھا الذین امنوا

اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ

مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ اے ایمان والو

جب تم ایمان دار عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ طلاق

دیدو تو تمہارے لئے ان (مطلقات) پر کچھ عدت نہیں کہ تم اسکا شمار کرو۔ پس تم

انھیں متعہ[1] دیدو اور انھیں اچھی طرح سے رخصت کرو۔ اس[2] آیت سے قبل جماع طلاق دینا

لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ حمزہ وکسائی باب مفاعلہ سے پڑھتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اذکروا اللہ۔ پھر جانب خلق یعنے ازواج کے متعلق یایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنٰت فرمایا جسطرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کا لحاظ کرنے فرمایا اسی طرح مومنین کو بھی آداب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے قول یایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوت النبی اور یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ سے تعلیم فرمایا۔ نکحتم۔ اصل النکاح العقد ثم استعیر للجماع۔ لان اسماء الجماع کلھا کنایات لاستقباحھم ذکرہ (مفردات) تمسوھن۔ المس کاللمس لکن اللمس قد یقال لطلب الشیٔ وان لم یوجد والمس فیما یکون معہ ادراک بحاسۃ اللمس وکنی بہ عن النکاح (مفردات) فمتعوھن۔ المتاع والمتعۃ ما یعطی المطلقۃ تنتفع بہ مدۃ عدتھا یقال امتعھا ومتعھا (مفردات) وسرحوھن۔ التسریح فی الطلاق مستعار من تسریح الابل (ای ارسالہ فی الرعی) (مفردات)

[1] متعہ سے مراد یہاں عام ہے۔ خواہ مہر مسمیٰ کا نصف مہر ہو۔ یا مہر مسمیٰ نہ ہو تو خاص متعہ دے۔ اور متعہ تین کپڑے ہیں پیراہن۔ دامنی۔ چادر۔ اور یہ جوڑا دینا سوائے مفوضہ کے ہر ایک مطلقہ کو مستحب ہے۔ خواہ اس سے صحبت کی ہو یا نہیں۔ اگر مفوضہ کو پہلے صحبت کے طلاق دی ہو تو اسکو جوڑا دینا واجب ہے۔ مفوضہ وہ عورت ہے جسکا نکاح بدون ذکر مہر۔ ہوا ہو۔ (کنز الدقائق)۔

[2] اس آیت میں نکاح سے مراد عقد لیا گیا ہے۔ اور اس معنے میں یہ آیت نہایت صریح ہے اور اسی آیت سے ابن عباس وسعید بن المسیب وحسن بصری وامام زین العابدین علی بن الحسین (رضی اللہ عنہم)

جایز نکلتا ہے اور اس مطلقہ پر عدّت نہیں - اور وہ فوراً نکاح کر سکتی ہے . ہاں اگر غیر
مدخولہ کا شوہر مرجاے تو وہ چار مہینے دس دن عدّت بیٹھے - اسمیں جمیع علما کا اتفاق
ہے - اگر ایسی عورت کا مہر مقرر ہو تو اُس میں سے نصف مہر دینا ہوگا - اور جو اُسکا مہر
مقرر نہ کیا گیا تھا تو اُس وقت متعہ دینا ہوگا - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
انواع نکاح کو بیان فرمایا - يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ ع ۱ ۲ ۱ ۶ ۵

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور بہت سے سلف وخلف نے استدلال کیا کہ طلاق سے پہلے نکاح ہونا ضروری ہے
اور یہی امام شافعی وامام احمد کا مذہب ہے - پس نکاح سے پہلے جو طلاق ہو وہ باطل ہے - لیکن امام مالک
اور امام ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے یوں شرط لگائی کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کرونگا
تو وہ طالقہ ہے - پس ایسی صورت میں اگر اُس عورت کو نکاح کریگا تو طلاق واقع ہوگی - اگر کسی شخص نے
کہا کہ ہر عورت جسے میں نکاح کروں گا وہ طالقہ ہے - امام مالک نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں طلاق
واقع نہ ہوگی جبتک کہ کسی معین عورت کی نسبت نہ ہو - امام ابو حنیفہ نے کہا کہ ایسی صورت میں بھی
وہ جس عورت سے نکاح کریگا طالقہ ہوجاے گی - سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کر روایت
کی ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کرونگا وہ طالقہ ہے تو یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے کہ اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن - الآیہ - پس تم نہیں دیکھتے ہو کہ طلاق کو
بعد نکاح فرمایا ہے (ابن ابی حاتم) پس نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں ہے (محمد بن اسحاق) اس
بارہ میں ایک حدیث بھی وارد ہے - چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لا طلاق لابن آدم فیما لا یملک" آدمی کو جہاں اسکی ملکیت نہیں ہے وہاں
طلاق نہیں ہے (رواہ امام احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ) یہ روایتیں ابن کثیر نے لکھی ہیں -
لیکن حنفیوں کو چاہئے کہ طحاوی وفتح القدیر وغیرہ سے اپنے مذہب کے ادلہ دیکھیں ۱۲

وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ
خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا
لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا
مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری اُن بی بیوں کو
حلال کر دیا ہے جنکے مہر تم نے دیدیئے۔ اور تمہاری وہ لونڈیاں (بھی) جو اللہ نے
تمھیں غنیمت (میں) عطا کیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہارے پھوپیوں کی
بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہارے خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تمہارے
ساتھ ہجرت کی اور ایمان دار عورت اگر (بغیر مہر کے) اپنے آپ کو نبی کو دیدے اگر نبی چاہیں

بِنْتِ عَمِّكَ۔ اس جگہ چچا ماموں کو اس لئے مفرد فرمایا کہ مذکر اشرف ہوتا ہے۔ پھوپیاں اور خالاؤں کو
اسلئے جمع فرمایا کہ عورتیں ناقص ہوتی ہیں جیسے قولہ تعالےٰ عن الیمین وعن الشمائل۔ یمین یعنی داہنے کو بوجہ
شرف کے مفرد فرمایا۔ اور شمائل یعنی بائیں کو جمع فرمایا۔ اسیطرح قولہ تعالےٰ یخرجھم من الظلمات الی النور
میں نور مفرد۔ ظلمات جمع ہیں۔ اسکے نظائر بہت ہیں۔ ل٥ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات
میں سے ہر ایک کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ یعنے پانچسو درہم تھا سوائے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے جنہیں
نجاشی بادشاہ حبشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کروا کر اپنے پاس سے چار سو دینار مہر دیا۔
اور ام المومنین صفیہ بنت حیی کو آزاد کر کے نکاح کیا۔ یہی آزادی انکا مہر تھا۔ اور ام المومنین جویریہ بنت حارث
کو مالِ کتابت ادا کر کے نکاح کر لیا (ابن کثیر) ۱۲۔

کہ اسے نکاح کرلیں (تو) یہ خاص تمہارے لئے ہے نہ مومنین کے لئے۔ بیشک ہم نے جان لیا

ہے جو کچھ ہم نے ان پر انکی بی بیوں اور لونڈیوں کے حق میں فرض کردیا ہے تاکہ (آپ پر) کچھ

کچھ تنگی نہ رہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے چار قسم کی عورتوں کا ذکر فرمایا۔ جو آپکے لئے بہتر و افضل ہیں (۱)

وہ ازواج مطہرات جنکا مہر دیدیا گیا ہو[1] (۲) وہ لونڈیاں جو غنیمت میں آئی ہوں[2]۔ یہ ان سے

بہتر ہیں جو خریدے جائیں (۳) وہ قرابت دار غیر محرم عورتیں جنھوں نے آپکے ساتھ ہجرت

کیں[3] یہ افضل ہیں اُن عورتوں سے جنھوں نے ہجرت نہیں کی (۴) وہ مومنہ عورت

جو اپنی ذات کو آپکے لئے ہبہ کردے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے مہر نہیں ہوتا تھا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبول کرنا بھی ضروری تھا۔ لیکن یہ آپ ہی کے لئے خاص تھا

کیونکہ آپکا نفس مقدس ہم رنگ روح تھا۔ چنانچہ کئی عورتوں نے خود کو آپکے لئے ہبہ کیا[4]۔

---

[1] تعجیل مہر برأت ذمہ اور طیب النفس کیلئے بہتر ہے بخلاف اس زوجہ کے جسکا مہر نہ دیا گیا ہو۔ [2] اس لئے کہ جس لونڈی کو آدمی خریدتا ہے اسکا حال معلوم نہیں ہوتا کہ دراصل وہ لونڈی ہے یا نہیں اسی لئے بعض متقی لونڈی کو خریدنے کے بعد عقد کیا کرتے تھے [3] یہاں دو قول ہیں (۱) قول یہ کہ نساء مہاجرات غیر مہاجرات سے آپ کے لئے افضل ہیں (۲) قول یہ ہے کہ جن عورتوں نے ہجرت نہیں کی ہے اُن کا نکاح خاص آپ پر حرام ہے۔ چنانچہ اس قول کو علامہ سیوطی نے خصائص صغرےٰ میں بیان فرمایا ہے۔ قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ ہجرت کرنے سے مراد اسلام لانا ہے (ابن کثیر) [4] ثابت بنانی نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور ان کے پاس انکی ایک لڑکی تھی۔ پس آپ نے

لیکن آپ نے کسی کو قبول نہ فرمایا۔ اور نہ آپ کے پاس اُن میں سے کوئی عورت تھی

پھر مومنین کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کے منکوحات چار سے زاید نہ ہوں مگر مملوکات جسقدر

چاہیں لیں اور انکے لئے مہر و گواہ و نفقہ و ولی بھی شرط ہے۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسی

سے کوئی چیز بھی شرط نہیں تھی تاکہ آپ پر کسی قسم کا حرج نہ ہو۔ اسمیں سِر یہ تھا کہ آپ سراپا

عدل و رحمت تھے یہاں افراط و تفریط کو دخل نہیں ہے اسلئے ان حدود کی بھی کچھ

ضرورت نہیں تھی۔ **بعد** حلّتِ ازواج مطہرات ان کے ساتھ وجوہ معاشرت کو

بیان فرماتا ہے تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَ

يَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝ ان میں

سے جسے چاہو کنارے کر دو اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جسکو تم نے علیحدہ کر دیا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بیان فرمانا شروع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کو میری جانب کوئی حاجت ہے۔ یہ سنکر حضرت انس کی لڑکی نے کہا وہ عورت کس قدر بے حیا تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عورت تجھ سے بہتر تھی کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کی کہ اپنی ذات کو آپکے لیے پیش کیا (ابن کثیر از امام احمد و بخاری) [1] ابن جریر [2] ابن کثیر از ابن ابی حاتم

[3] قال ابی بن کعب ومجاهد والحسن وقتادة وابن جرير في قوله قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم اي من حصرهم في اربع نسوة حرائر وما شاء من الاماء واشتراط الولي والمهر والشهود عليهم وهم الامة وقد رخصنا لك في ذالك فلم نوجب عليك شيئا منه. [4] یہ مذہب شافعی حنبلی ہے۔ مذہب حنفی میں ولی کی شرط نہیں ہے

تُرْجِيْ
مکی و بصری و شامی و شعبہ ساتھ ہمزہ کے اور شام و قف میں ساتھ یا کے مثل حفص کے

3

اگر تم اسکی خواہش کرو تو تم پر کچھہ مضایقہ نہیں یہ (حکم) اس بات سے زیادہ قریب ہے

کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور راضی رہیں اُسپر جو

تم نے انھیں دیا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھہ تمھارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ جاننے والا

بردبار ہے ۔ یہ آیت ہبہ کرنے والی عورتوں کے لئے عام ہے کہ چاہیں آپ انھیں قبول

فرمائیں یا نہ قبول فرمائیں اور اُن ازواج مطہرات کیلئے بھی جو آپ کے نزدیک تھیں

لہ شانِ نزول ۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی عورتوں پر جو اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کرتی تھیں عار و غیرت کرتی اور فرماتی تھیں کیا اس عورت کو شرم نہیں آتی کہ بغیر مہر کے اپنے آپکو پیش کرے ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ترجی من تشاء الآیہ بی بی عائشہ نے کہا یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپکی خوشی میں مسارعت فرماتا ہے (ابن کثیر از امام احمد و بخاری) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اُن عورتوں کے بارے میں ہے جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کرتی تھیں پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو عورتیں تم پر اپنے نفس کو پیش کرتی ہیں تمھیں اختیار ہے کہ بالفعل انھیں قبول نہ کرو بلکہ تاخیر دو۔ اور جسکو چاہو اسکی درخواست قبول کرکے اپنے پاس جگہ دو اور جن کو تم نے تاخیر دی ہے انمیں سے بھی کسیکی خواہش کرو تو تم پر کچھہ مضایقہ نہیں ہے ۔ ٹہ یعنے اپنی ازواج میں سے جسکے لئے چاہو باری مقرر نہ کرو اور جسکو چاہو مقدم و موخر کرو جس سے چاہو مقاربت کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو ۔ اسی طرح مروی ہے ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ و ابی بن زید و عبدالرحمن بن زید و غیرہم سے باوجود اسکے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے باری مقرر فرمائی تھی ۔ اسی واسطے فقہائے شافعیہ و غیرہم سے ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر باری واجب نہ تھی ۔ انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے ۔ اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اُن میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہ باری واجب نہیں فرمائی اور وقت تخییر ازواج مطہرات نے خدا و رسول کو اختیار کیا تو اللہ تعالےٰ نے اسکا بدلہ یہ دیا کہ ان کے سوائے دوسری عورتوں کو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آیت ترجی من تشاء منہن نازل ہونیکے بعد بھی اپنی ازواج میں سے جسکی باری ہوتی اس سے اجازت مانگتے تھے۔ راوی نے کہا کہ میں نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ یا ام المومنین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پوچھتے تو آپ کیا کہتی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں اسطرح کہتی تھی کہ اگر یہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کی نسبت کسی عورت کو بھی باری کے بارہ میں اپنے نفس پر ترجیح نہ دیتی (ابن کثیر از بخاری) یہ حدیث باری کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ پہلی حدیث اس بات کی مقتضی ہے کہ یہ آیت واہبات کی شان میں نازل ہے۔ اسی لئے ابن جریر نے اختیار کیا ہے کہ یہ آیت واہبات اور ازواج مطہرات میں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں عام ہے۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس قول سے احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب ازواج مطہرات اس بات کو جان لیں گی کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر باری واجب نہیں کی بلکہ تمنے اپنے اختیار سے باری مقرر فرمائی ہے تو آپکے احسان و اخلاق سے وہ خوش ہونگی کسیطرح کا انھیں غم نہ ہوگا۔ اور جو کچھ تم عطا فرماؤ گے اسپر بھی وہ راضی رہنگی۔ اللہ تعالےٰ تمھارے قلوب کی حالت کو جانتا ہے کہ آدمی کو کسی زوجہ کی جانب بہ نسبت دوسری کے دلی میلان ہوتا ہے جسپر اسکا اختیار نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اسپر مواخذہ نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالےٰ چھپے ہوئے بھید جانتا ہے اور بردباری کرتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج کے درمیان نہایت عدل و انصاف سے باری مقرر فرماتے پھر دعا کرتے کہ الٰہی جو امر میرے امکان میں ہے اسمیں میرا یہ فعل ہے۔ اور جو میرے امکان میں نہیں (یعنی محبت) تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام کیا جسطرح فرمایا۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ

وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا۔ اے نبی اسکے بعد تمھیں (دوسری) عورتیں حلال

نہیں ہیں اور نہ یہ (حلال ہے) کہ تم انھیں بدلکر (یعنے طلاق دیکر) اور بی بیاں

کرلو اگرچہ تمھیں انکا حسن اچھا معلوم ہو سوائے باندیوں کے (کہ وہ حلال ہیں) اور

اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ یہ آیت عام ہے اسوقت جو تو بی بیاں تھیں انہی پر اقتصار

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اسمیں مجھے ملامت نہ فرما (ابن کثیر از امام احمد و محدثین سنن اربعہ۔ ابوداؤد نے یہ عبارت زیادہ کی ہے اور تیرے ہی قبضہ میں ہے یعنے قلب۔ ؎ اختار ابن جریر ان الاٰیۃ عامۃ فیمن ذکر من اصناف النساء وفی نساء اللواتی فی عصمتہ وکن تسعا وھذا الذی قالہ جید (ابن کثیر)

؎ ابن عباس و مجاہد و ضحاک و قتادہ و ابن زید و ابن جریر وغیرہم سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ حیات دنیا اور اسکی زینت اختیار کریں یا اللہ و رسول اللہ اور دار آخرت کو اختیار کریں انہوں نے اللہ و رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا تو یہ آیت اسکے عوض میں نازل ہوئی (ابن کثیر) ؎ ازواج مطہرات متفق علیہ گیارہ ہیں (۱) خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ وقت تزوج آپکی عمر چالیس سال کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال کی تھی۔ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پچیس یا چوبیس سال تک زندگانی کی۔ جبتک آپ زندہ رہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا۔ آپ نے بعثت کے دسویں سال ماہ رمضان میں پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ افضل ازواج مطہرات ہیں (۲) سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نبوت کے دسویں سال بعد وفات بی بی خدیجہ

ازواج مطہرات امہات المؤمنین

فرمانے کو بھی شامل ہے۔ اور آیت انا احللنا لک ازواجک التی میں عورتوں کی جو
قسمیں بیان ہوئیں انپر بھی شامل ہے کہ ان دونوں قسموں کے سوا دوسری
عورت آپ پر حلال نہیں ہے۔ لیکن بعد یہ حرمت بھی باقی نہیں رہی۔ جب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نکاح میں لائے۔ آپکی وفات ماہ شوال
سنہ چوّن زمانہ امارت معاویہ میں ہوئی (۳) عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔ تزویج کے
وقت آپکی عمر چھ سال کی تھی اور زفاف بمقام مدینہ منورہ سنہ دو ہجری نو سال کی عمر میں ہوا۔ نکاح و
زفاف دونوں شوال میں ہوئے۔ ازواج مطہرات میں صرف آپ ہی باکرہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نو سال تک آپنے معاشرت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آپ
اٹھارہ سال کی تھیں۔ آپکا انتقال سترہ رمضان سنہ اٹھاون چھیاسٹھ سال کی عمر میں ہوا (۴) حفصہ
بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے تیسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو نکاح فرمایا۔
آپنے سنہ پینتالیس ہجری ساٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (۵) زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سال سوم ہجری میں آپ سے عقد فرمایا۔ ایک سال کے اندر ہی سنہ چار ہجری میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بماہ ربیع الاول آپ نے رحلت فرمائی۔ (۶) ام سلمہ بنت ابی امیہ
رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے چوتھے سال ماہ شوال میں آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں
آپنے چوراسی سال کی عمر سنہ انسٹھ میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا (۷) زینب بنت جحش رضی اللہ
عنہا آپ بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں ترپن سال کی عمر ہوئی ہجرت کے بیسویں سال میں آپنے اس
دنیا سے رحلت فرمائی (۸) جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت
کے پانچویں سال ماہ شعبان میں عقد فرمایا۔ اسوقت آپکی عمر بیس سال کی تھی پینسٹھ سال کی عمر
سنہ پچاس میں انتقال فرمایا (۹) ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے چالیسویں سال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ وجوہِ معاشرت سکھلائی تو اب

۔۔۔ت مرحومہ کو آداب ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی امہات المومنین تعلیم فرماتا ہے

۔۔ھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ 33

۔۔ظِرِیۡنَ اِنٰىهُ وَلٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ

۔۔دِیۡثٍ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡکُمۡ وَاللّٰہُ لَا یَسۡتَحۡیٖ مِنَ الۡحَقِّ ؕ وَ

اِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِکُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِکُمۡ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپ نے وفات پائی (۱۰) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔ آپ کا انتقال پچاسویں سال ہوا (۱۱) میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے ساتویں سال ماہ ذی القعدہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو عقدِ زوجیت میں داخل فرمایا سنہ اکاون میں۔ آپنے انتقال کیا۔ لہ ابی بن کعب ومجاہد وعکرمہ وضحاک وابورزین وابوصالح وحسن وقتادہ وسدی وغیرہم سے مروی ہے (ابن کثیر) لہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے واسطے عورتوں سے نکاح حلال فرمایا۔ (ابن کثیر از امام احمد وترمذی ونسائی) - غیر ناظرین اناہ - قال مجاهد وقتادة وغيرهما اى غير متحينين نضجه واستواءه اى لا ترقبوا الطعام اذا طبخ حتى اذا قارب الاستواء تعرضتم للدخول فان هذا مما يكرهه الله ويذمه وهذا دليل على تحريم التطفيل وهو الذي تسميه العرب الضيفن وقد صنف الخطيب البغدادى فى ذلك كتابا فى ذم الطفيليين (ابن كثير) أنى يأنى كرمى يرمى انى بالكسر اى حان وانى ايضا ادرك (مختار) اِدراكہ اى نضجه - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ دعوتوں میں طفیلی کا لیجانا ممنوع ہے۔ ولا مستأنسين - الاستئناس انس گرفتن ۱۲

وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ
مِن بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝ إِن تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ
تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں
نہ جایا کرو مگر یہ کہ تمھیں کھانے کے لئے اجازت دیجائے اس حال میں کہ تم اسکے پکنے کا
انتظار نہ کرو لیکن جب تم بلائے جاؤ تو داخل ہو پھر جب تم کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ
اور باتوں میں جی نہ لگاؤ اس لئے کہ یہ (بات) نبی کو ایذا دیتی ہے پھر وہ تم سے شرماتے
ہیں اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا ہے اور جب تم نبی کی بی بیوں سے کوئی چیز مانگو
تو ان سے پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمھارے دلوں کو اور ان کے دلوں کو زیادہ پاک
کرنے والا ہے۔ اور تمھیں سزاوار نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ انکے بعد
انکی بی بیوں سے کبھی نکاح کرو اس لئے کہ یہ اللہ کے پاس بڑا (گناہ) ہے۔ اگر تم کسی
چیز کو ظاہر کرو یا اسکو چھپاؤ تو بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ شانِ نزول[له]

له حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب
بنت جحش رضی اللہ عنہا سے تزویج فرمایا تو آپ نے لوگوں کو بلایا یعنے دعوت ولیمہ کے لئے مجھے بھیجا کہ
لوگوں کو بلا لاؤں۔ یہ دعوت روٹی اور گوشت کی تھی (میں نے بلایا) پس ایک قوم آکر کھا کے
چلی جاتی پھر دوسری قوم کے لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ میں برابر بلاتا رہا یہاں تک کہ مجھکو کوئی
آدمی نہیں ملا جسے میں بلاؤں۔ جب لوگ کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا اٹھانیکو کہا

حضرت زینب بنت جحش ام المومنین رضی اللہ عنہا

جس^[1] صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ ولیمۂ عروسی فرمایا۔ اسوقت یہ آیت حجاب نازل ہوی۔ ولیمۂ مذکور ہجرت کے پانچویں سال ماہ ذی القعدہ میں ہوا۔ اللہ تعالے اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مکانوں میں بے اجازت جانے سے منع فرماتا ہی۔ جسطرح جاہلیت کی رسم اسکے برعکس تھی اور فرماتا ہے کہ اجازت سے بھی اسوقت[2] تک کے نجاو جبکہ کھانا پک چکا ہو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حکم دیا تین شخص بیٹھے ہوی باتیں کرتے رہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھکر باہر نکلے اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی جانب تشریف لیگئے۔ اور فرمایا السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یارسول اللہ آپ نے اپنی اہل کو کیسی پایا اللہ تعالے آپکے واسطے برکت دے۔ پہر آپ اپنی سب ازواج کے حجرات کیطرف گئے اور جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تہا ویسے ہی سب سے فرمایا۔ انہوں نے بھی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے موافق جواب دیا اور حال پوچھا۔ پہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ دیکھا کہ وہی تین شخص گھر میں بیٹھے ہوی باتیں کر رہے ہیں اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا دیوار کیطرف منہ کئے بیٹھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حیادار تھے۔ آپ پہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف تشریف لیجانے لگے مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپکو خبر دی یا اور کسی دوسرے نے کہ وہ اشخاص باہر چلے گئے۔ پہر آپ واپس تشریف لائے۔ دروازہ کے اندر قدم رکھکر دوسرا قدم باہر ہی تہا کہ اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈالدیا۔ دیر نہیں ہوی تہی کہ آیت حجاب نازل ہوی (ابن کثیر از بخاری ونسائی ۱۲) اسی کے مانند ایک اور روایت مسلم وترمذی ونسائی وبخاری وابن جریر وغیرہم نے بیان کی ہی جسمیں کھانیکی زیادتی کا معجزہ مذکور ہی[1] ابن کثیر از قتادہ وواقدی۔ [2] مجاہد وقتادہ وغیرہما (ابن کثیر) ۱۲

اور کھانیکی تیاری[۱] ہو۔ ہاں جب تمھیں بلائیں[۲] تو جاؤ اور کھانیکے بعد متفرق ہو جاؤ۔ باتیں کرتے ہوئے نہ بیٹھے رہو۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک امر یعنے بے اجازت داخل ہونا اور ٹھیرے رہنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہی۔ آپ کمالِ حیا کے باعث تمھیں منع فرمانے سے باز رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالے حق بات سے نہیں شرماتا اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذادہ باتوں سے تمھیں منع فرماتا ہے۔ اور جب تم امہات المومنین سے کوئی چیز طلب کرنا چاہو تو پردے کے آڑ سے طلب کرو۔ یہ حجاب تمھاری قلوب کیلئے بہتر اور پاک تر ہی اور امہات المومنین کے لئے بھی۔ تمھیں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینی جائز نہیں ہے۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپکے انتقال کے بعد آپکی بی بیوں سے نکاح کرو۔ آپکی ایذا اللہ تعالے کے پاس بڑا گناہ ہی۔ اس آیت[۳] میں ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم فرمایا کیونکہ ہر ایک آدمی مرد ہو یا عورت جب ایک دوسرے کو نہ دیکھے تو دل میں کسیطرحکا خیال نہیں آتا اسی لئے فرمایا کہ یہ قلوب کیلئے پاکیزہ تر ہے۔ جب ازواجِ مطہرات کیلئے یہ تاکید ہوی تو عام عورتیں بطریق اولےٰ اسکے مستحق ہیں کیونکہ کہاں انکے قلوبِ مکدر اور کہاں اُن کے قلوبِ مطہر۔ بلا خلاف یہ حکم عام ہی حضرت رسول اللہ صلی اللہ

[۱] ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس سے طفیلی کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ [۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی کی دعوت کرے خواہ وہ دعوتِ ولیمہ ہو یا دوسری دعوت وہ اُسے قبول کرے۔ (ابن کثیر از صحیح مسلم) [۳] بخاری وابوداؤد و ترمذی و ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۲

علیہ وسلم نے مخنثوں کو اور اُن عورتوں کو جو مردوں سے مشابہت پیدا کرتی ہیں لعنت کی ہے۔ جب آپ نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا کہ عورتیں ہاتھ کو مہندی لگائیں اور سر نہ مونڈھوائیں۔ اور مردونکی طرح جوتی نہ پہنیں۔ تو آپ یہ کب پسند فرمائیں گے کہ عورتیں مردوں کے صفات و اعمال میں شرکت پیدا کریں اور ان کے ساتھ شریک رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گروہ میں کہ دوزخی ہوں گے انھیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ گروہ کہ جس کے پاس کوڑے گائے کی دم کے مانند ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (دوسرا گروہ) وہ عورتیں کہ پہنی ہوئی ننگی ہونگی (یعنے بعض جسم ڈھانپیں گی اور بعض کھلا رکھیں گی یا یہ کہ ایسا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم نظر آئیگا۔ بہ ظاہر تو پہنے ہوئے ہونگی اور حقیقت میں ننگی ہونگی) ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہونگی۔ مختصرا۔ اور اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم حیات اور انتقال کے بعد یکساں فرمایا اور اس وعید میں مبالغہ کرکے فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ظاہر و پوشیدہ کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ بعد حجاب

محارم کو مستثنےٰ فرماتا ہے۔ لَاجُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ

آیت ۵۵

ف مسلم از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ

وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ ان عورتوں پر کچھ گناہ نہیں

کہ اپنے باپوں کے سامنے (پردہ نہ کریں) اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں[1] کے اور

نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں[2] کے اور نہ اپنے مملوکوں کے

سامنے اور تم اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورۂ نور

میں پوری طور سے گذر چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر تعظیم و تکریم نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی اسطرح تکمیل فرماتا ہے کہ جب آپ ملاء اعلیٰ میں محترم ہیں تو ملاء ادنے میں وا جب الاحترام بھی

ہیں جسطرح فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ بے شک اللہ اور اوسکے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں

اے ایمان والو تم بھی اپر صلوٰۃ بھیجو اور بہت سلام پڑہا ہو۔ کعب[3] بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے

[1] بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک ہی ماں باپ سے ہوں (۲) ماں ایک باپ دو ہوں۔ ماں دو باپ ایک ہو۔ [2] اپنی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ایمان لائی ہیں۔ کافرہ عورتیں بمنزل مردوں کے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ گھر میں کام کاج کے وقت جس قدر بدن کھلتا ہو اگر اسکو کافرہ عورت دیکھے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ افسوس ہے کہ آجکل کی نئی تہذیب مسلمان قابلہ کو ناقابل ٹہیرا کر نصرانی عورتوں ہی کو اپنا ستر دیکھلانیکے قابل سمجھتی ہے۔ انکا زچگی خانہ ہی انکی جان بخشی کا ذریعہ ہے یہ سب باتیں اللہ پر بہروسہ کم ہونیسے ہوتی ہیں۔ [3] ابن کثیر از صحاح ستہ و امام احمد۔ ۱۲

روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر سلام[1] بھیجنا تو ہمیں معلوم ہوگیا مگر ہم آپ پر صلوٰۃ کسطرح بھیجیں آپنے فرمایا اسطرح کہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اُس نے خدا کی تمجید نہیں کی اور آپ پر درود شریف بھی نہیں پڑہا۔ آپ نے فرمایا کہ اُس شخص نے جلدی کی۔ پہر اُس شخص کو بلاکر اس سے فرمایا یا کسی دوسرے کو خطاب کیا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑہے تو چاہیے کہ پہلے خدا کی تمجید و ثنا بیان کرے پہر نبی پر درود پڑہکر جو کچھہ چاہے دعا کرے۔ آنحضرت[3] صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس نے مجھپر درود بھیجا جبتک کہ وہ مجھپر درود بھیجتا ہے فرشتے بھی اسپر برابر درود بھیجتے ہیں۔ پس آدمی اسمیں سے کم[4] لے یا زیادہ لے۔

[1] اس کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلے آلہ وسلم نے انھیں تشہد میں سکھلا دیا تہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پڑہا کریں (ابن کثیر) [2] ابن کثیر از امام احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان و ترمذی وقال حدیث صحیح اور ترمذی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان میں رہتی ہے چڑہتی نہیں۔ یہاں تک کہ تو اپنے نبی پر درود پڑہے (ابن کثیر) پہر ابن کثیر نے ایک حدیث اسطرح مرفوع بھی ذکر کی [3] ابن کثیر از امام احمد و ابن ماجہ [4] جملۂ اخیر کا مطلب یہ ہو کہ کم لینا بیوقوفی ہے کیونکہ جب اسکی یہ فضیلت معلوم ہوگئی تو آئندہ کسی کو ایسا وظیفہ نہیں ملیگا جسمیں ملائکہ اسپر درود بھیجیں۔ ۱۲

دعا کے اول و آخر درود پڑھنا - درود بھیجنے والے پر فرشتوں کا درود بھیجنا - علامت قبول دعا درود

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر درود سب سے زیادہ بھیجتا ہے۔ ابی[2] بن کعب نے کہا کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ پر کسقدر درود بھیجوں ربع یا نصف یا دو ثلث۔ آپنے فرمایا اور زیادہ کرو یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اپنا سارا وقت درود کے لئے کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کیا تو تیرے غم دور کئے جائیں گے اور گناہ بخش دئے جائیں گے۔ عبدالرحمن[3] بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلکر چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ نے نخلستان میں داخل ہوکر ایک سجدہ کیا یہ سجدہ اسقدر دراز تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ شاید اللہ تعالے نے آپکو وفات دیکر اٹھالیا۔ میں قریب آکر دیکھنے لگا۔ آپنے سر اٹھا کر فرمایا کہ اے عبدالرحمن تجھے کیا ہوا۔ میں نے یہ حال آپ سے عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا کہ میں آپکو خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر درود بھیجتا ہے میں بھی اُسپر درود بھیجتا ہوں۔ اور جو شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے میں بھی اُسپر سلام بھیجتا ہوں۔ اس لئے میں نے اللہ تعالے کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ ابو طلحہ[4] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپکے چہرۂ مبارک سے سرور ٹپکتا تھا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپکے چہرے پر سرور دیکھتے ہیں۔ آپ نے

---

۱ ابن کثیر از ترمذی ۲ ترمذی۔ ۳ ابن کثیر از امام احمد۔ ۴ ابن کثیر۔ از نسائی

فرمایا ہاں میرے پاس فرشتے نے آکر کہا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ اس سے راضی ہوے
کہ آپکا رب عزوجل فرماتا ہے کہ آپکی امت میں سے جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجیگا میں
اسپر دس[1] بار درود بھیجونگا۔ میں نے کہا ہاں میں راضی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ[2] رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھپر ایک بار درود
بھیجتا ہے اسپر اللہ تعالے دس بار درود بھیجتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے
کہ افضل یہ ہے کہ طرق احادیث مذکورہ کے درمیان جمع کرلے اسلئے کہ اگر وہ حدیثیں صحت کو
پہنچی ہیں اور سب الفاظ واردہ کو اسطرح ورد میں لے آئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ
اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام پاک لینے اور سننے کے وقت ہر بار درود پڑھنا[3] بعض علما کے پاس واجب ہے

---

[1] امام احمد نے اسکو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور اسمیں اسطرح آیا ہے کہ میرے رب عزوجل کیطرف سے
ایک آنیوالے نے آکر کہا کہ آپکی امت میں سے جس نے آپ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالے اسکے لئے دس نیکیاں
لکھتا ہے اور اسمیں سے دس برائیاں مٹا دیتا ہے۔ اور اسکے دس درجے بلند فرماتا ہے اور دس بار درود اسپر بھیجتا ہے۔ ابن کثیر
[2] اخرجہ مسلم وابو داود ونسائی و ترمذی [3] حدیث شریف میں ہے کہ اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ
فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ رواہ امام احمد والترمذی۔ والنسائی وابن حبان والحاکم ۱۲

مگر اکثر کا یہ قول ہے کہ ایک بار واجب ہے اور بار بار سنت۔ اسیطرح آپ کا نام پاک لکھو وقت بھی ہر وقت درود شریف لکھنا مستحب ہے۔ اگر لکھنا نہ ہو سکے تو منہ سے بول لیا کرے۔ غیر انبیاء پر صلواۃ و سلام بھیجنے میں اختلاف ہے جمہور اسے مکروہ سمجھتے ہیں بعض عرفا نے لکھا ہے کہ

ا اس مسئلہ میں اس عاصی کا ایک خاص فتوےٰ تحفۂ فاروقیہ نام مطبوع ہو چکا ہے۔ ۲ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ انبیا کے سوائے دوسروں پر درود بھیجنا انکو انبیا کے تابع بناکر بالاجماع جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اللھم صل علی محمد واٰلہ وازواجہ وذریتہ چنانچہ یہ صیغہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اور غیر انبیاء پر بدون انبیا کے تابع بنائے درود بھیجنے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ جائز ہے بدلیل قولہ تعالےٰ ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ الآیہ وبقولہ تعالےٰ اولئک علیھم صلوات من ربھم وبقولہ تعالےٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم وبدلیل حدیث عبداللہ بن ابی اوفی کہ انھوں نے کہا ہے کہ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے صدقات (زکواۃ) لاتا تو آپ فرماتے اللھم صل علیھم پھر میرا باپ صدقہ لایا تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی (صحیحین) جمہور علماء نے کہا ہے کہ سوائے انبیا کے تنہا کسی پر درود جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نام لینے کے وقت خاص انبیا ہی پر درود بھیجنے کا شعار ہو گیا ہے۔ دوسرے کو ان کے ساتھ لاحق نہیں کرسکتے قال ابوبکر صلی اللہ علیہ یا قال علی صلی اللہ علیہ نہیں کہا جاتا۔ اگرچہ یہ معنی کی رو سے صحیح ہے جیسا کہ قال محمد عزوجل نہیں کہا جاتا اگرچہ یہ معنی کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز وجلیل ہیں یہ اس لئے نہیں کہا جاتا کہ عزوجل کہنے کا شعار اللہ کے ذکر کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اور جو کچھ اس بارے میں آیات واحادیث وارد ہیں ان کو دعا کے معنی پر محمول کرتے ہیں اسی لئے آل ابی اوفی کے واسطے درود کا شعار نہیں جاری ہوا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہی مسلک اچھا ہے علما کی ایک جماعت نے کہا کہ غیر انبیاء پر درود جائز ہی نہیں ہے کیونکہ یہ بدعتیوں کا شعار ہو گیا ہے کہ جس شخص سے کچھ اعتقاد ہوتا ہے اسپر درود بھیجا کرتے ہیں۔ انکا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ سلام بھیجنے کا حال بھی اسیطرح ہے ۱۲۔

درود شریف پڑھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور کرے تاکہ رابطہ قلبی روز بروز ترقی کرتا جائے۔ جامی ۵

گرچہ صد مرحلہ دور است زپیش نظرم	وجہہ فی نظری کل غداۃ وعشی

تصور کرنے کے لئے حلیۂ شریف کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں حلیۂ شریف جس کا ماخذ حاشیہ میں ہے بیان کیا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجمل ترین مردم دور سے تھے۔ اور شیریں و خوبترین مردم قریب سے تھے۔ آپکی خوبصورتی و نظافت ظاہر تھی۔ جب خاموش رہتے تو آپ پروقار رہتا۔ جب بات کرتے تو خوبی زیادہ ہوجاتی جس نے آپ کو اول بار دیکھا وہ ہیبت زدہ ہوا اور جس نے میل جول کیا آپ کو دوست رکھا۔ آپ درخشندہ تھے۔ آپ کا رنگ روشن تھا۔ نہ بہت سفید رنگ تھے نہ گندم گوں۔ نمکین صورت تھے۔ آپکی سفیدی سرخی آمیز تھی۔ گویا کہ سونے کا پانی آپکے صفحۂ رخسار پر جاری ہے۔ بجز دلباس کے وقت انور تھے۔ آپ سورج کے سامنے کبھی کھڑے نہ ہوئے مگر آپکی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آئی۔ آپکا سایہ نہ تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ بال اچھے

۱ شفار شریف۔ ۲ شمایل ترمذی۔ ۳ مواہب لدنیہ ۴ شمایل ترمذی ۵ مسلم ۶ مسلم ۷ مسلم ۸ طبقات واقدی۔ ۹ نہایہ ابن الاثیر ۱۰ شمایل ترمذی ۱۱ سبل الہدے۔ ۱۲ خصایص کبرے ۱۳ ے پیغمبر ما نداشت سایہ ۃ تا شک بدل یقین نیفتد ۃ یعنے آنکس کہ پیرو اوست ۃ پیداست کہ بر زمین نیفتد ۃ ۱۴ بخاری ۱۵ سبل الہدے۔ ۱۲

اور نہایت[1] سیاہ تھے بشرہ[2] کے بال کثرت سے تھے۔ نہ مرغول[3] پیچدار تھے۔ نہ فروهشته بلکہ
جعد و سبط کے درمیان تھے۔ اگر موئے[4] سر مبارک کے دو حصے کئے جاتے تو ہو جاتے۔ ورنہ
موئے مبارک نرمہ گوش سے تجاوز نہ کرتے جبکہ فراہم ہوتے۔ ایک[5] روایت میں یوں ہے
کہ موئے مبارک سر دو دوش تک پہنچتے تھے۔ کبھی آپ[6] موئے مبارک کے چار گیسو کر لیتے۔
گوشِ مبارک دو گیسو کے درمیان سے باہر نکلتے۔ کبھی موئے مبارک کو دونوں کانوں پر
ڈالدیتے اسوقت صفحۂ گردن نمایاں و درخشاں ہو جاتا۔ پہلے[7] سدل یعنے ارسال موئے
سر فرماتے تھے پھر مانگ نکالنے لگے۔ سر مبارک[8] میں سفید بال گنتی کے تھے مانگ میں جب
تیل لگاتے تو تیل انھیں چھپا دیتا۔ پیشانیِ[9] شریف کشادہ تھی۔ صاف[10] چمکتی تھی۔ ابروئے[11]
شریف[12] باریک و دراز و کمانی تھیں۔ دور سے ملی ہوی نظر آتی تھیں حقیقت میں
ملی ہوی نہ تھیں۔ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر آتی
تھی۔ دونوں[13] کان کامل اور پورے تھے۔ آنکھیں[14] بڑی بڑی تھیں سفیدی[15] میں

---

[1] منتخب جمع الجوامع [2] سبل الہدیٰ [3] شمایل ترمذی [4] شمایل ترمذی [5] مسلم [6] احیاء العلوم
[7] بخاری [8] روایت بالمعنی از شمایل ترمذی [9] شمایل ترمذی [10] روایت بالمعنی از طبقات واقدی [11]

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَہِیْمِ جَبِیْنُہٗ	یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

[12] شمایل ترمذی [13] مقوس دونوں ابروئے مقدس یعنی مقدس دونوں ابرو کی مقوس تھیں
[14] طبقات واقدی [15] طبقات واقدی [16] تحفۃ المحافل ۱۲۔

باریک سرخ رگیں تھیں[۱] آنکھیں خوب سفید و سیاہ تھیں[۲] رنگیلی تھیں[۳] آپ سرمگیں چشم تھے[۴] پلکیں بہت اور لمبی تھیں[۵] بینی مبارک باریک تھا[۶] بینی مبارک دراز تھی[۷] اس پر ایک بلند نور تھا۔ جو کوئی تامل نہ کرتا وہ یہ سمجھتا کہ بینی مبارک بہت اونچی ہے۔ حالانکہ[۸] بہت اونچی نہ تھی۔[۹] دونوں رخسارے نرم و ہموار تھے۔[۱۰] دونوں گال کشادہ و درخشندہ تھے[۱۱] دونوں لب نہایت ہی خوشنما تھے۔[۱۲] دہانِ مبارک کشادہ۔[۱۳] بہت ہی خوشنما۔ پاکیزہ بو تھا[۱۴] آپ[۱۵] کے تھوک کی بو خالص مشک کی بو کے مانند تھی۔[۱۶] دندانِ شریف آبدار تھے[۱۷] سامنے کے چار دانت خوب چمکدار تھے[۱۸] مثل[۱۹] دانۂ ابر یعنی ژالہ کے ظاہر ہوتے تھے۔[۲۰] سامنے کے دو دانت کشادہ تھے۔[۲۱] اور چار دانت میانہ۔ گویا[۲۲] دندانِ پیشیں کے درمیان سے نور باہر آتا ہے[۲۳] جب ہنستے تو در و دیوار پر برق و لمعان نمایاں ہوتا۔ آوازِ خوش میں بہترین مردم تھے[۲۴] کسیقدر آواز کو دراز فرماتے تھے۔[۲۵] بلند آوازہ و خوش گفتگو تھے۔[۲۶] آپکی آواز وہاں تک پہنچتی جہاں تک غیر کی آواز نہیں پہنچتی۔[۲۷] صدق اللہجہ یعنی فصیح زبان تھے۔[۲۸] بات کھلی اور

---

۱ مواہب لدنیہ ۲ شفا ۳ طبقات واقدی ۴ شمایل ترمذی ۵ شمایل ترمذی ۶ منتخب جمع الجوامع ۷ شمایل ترمذی ۸ سبل الہدیٰ ۹ شمایل ترمذی ۱۰ نہایہ ابن الاثیر ۱۱ روایت بالمعنی از مواہب لدنیہ ۱۲ مسلم ۱۳ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۱۴ روایت بالمعنی از سبل الہدیٰ ۱۵ صراط سوی للشیخ محمود الشیخانی ۱۶ شفا ۱۷ سبل الہدیٰ ۱۸ شمایل ترمذی ۱۹ شمایل ترمذی ۲۰ سبل الہدیٰ ۲۱ شمایل ترمذی ۲۲ شفا ۲۳ احیاء العلوم ۲۴ طبقات واقدی ۲۵ احیاء العلوم ۲۶ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۲۷ مواہب لدنیہ ۲۸ شفا ۲۹ مواہب لدنیہ ۱۲

۲۰۹ بینی مبارک ۔ رخسار مبارک ۔ لب و دہن مبارک ۔ لعاب و دندان مبارک ۔ آواز مبارک ۔

ریشِ مبارک

صاف کرتے تھے۔ ریشِ شریف انبوہ تھی۔ بہت خوشنما۔ ریشِ مبارک نے عارض کو پُر
کرلیا تھا یہاں تک قریب تھا کہ سینہ کو بھی پُر کرلے۔ ریشِ مبارک نہایت ہی سیاہ تھی
موچھیں خوشنما تھیں۔ آپکا بڑا پایا بیس بال کے قریب تھا۔ سفید بال نہ تھے۔ مگر عنفقہ یعنے
ریش بچہ اور گوشِ مبارک کے درمیان اور کچھ سر میں۔ ریشِ شریف سفیدی میں بہ نسبت

چہرۂ مبارک

سر کے زیادہ تھی۔ چہرۂ مبارک ایسا درخشاں تھا جیسے چودہویں رات کا چاند۔ جب آپ
خوش ہوتے تو چہرۂ مبارک آئینہ کی طرح ہوتا کہ دیواروں کا عکس اسمیں نظر آتا۔ گویا کہ
روئے مبارک میں آفتاب سیر کرتا ہے۔ انوارِ صباحت کی شدت سے اکثر شبِ تاریک
میں سوئی نظر آتی تھی۔ چہرۂ مبارک نہ بہت لنبا تھا اور نہ گول۔ مگر کسیقدر تدویر

گردنِ مبارک

چہرۂ مبارک میں پائی جاتی تھی۔ گردن میں اونچائی تھی۔ مگر طویل و کوتاہ تھی
صفائی میں گردنِ مبارک گویا ہاتھی دانت کی گردن تھی۔ ایسا نظر آتا تھا کہ سینہ
گردن میں سونا بہتا ہے۔ دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ دونوں بازو

شانۂ مبارک

لہ شمایل ترمذی ٢ه روایت بالمعنی از طبقاتِ واقدی۔ ٣ه روایت بالمعنی از طبقاتِ واقدی۔
٤ه روایت بالمعنی از طبقاتِ واقدی ٥ه سبل الہدی ٦ه روایت بالمعنی از شمایلِ ترمذی ٧ه
مسلم ٨ه طبقاتِ واقدی ٩ه شمایلِ ترمذی ١٠ه نہایۂ ابن الاثیر ١١ه شفا ١٢ه صراطِ سوی للشیخ
محمود الشیخانی ١٣ه شمایلِ ترمذی ١٤ه مواہب لدنیہ ١٥ه احیاء العلوم ١٦ه شمایل ترمذی ١٧ه منتخب
جمع الجوامع ١٨ه بخاری ١٩ه روایت موقوف ۔ ۱۲

بزرگ تھے۔ دونوں[1] شانے بھی بزرگ تھے۔ سرہائے[2] استخوان مفاصل اور استخوان میانِ شانہ و پشت بزرگ تھے۔ ہڈیاں[3] قوی و زبردست تھیں۔ جب[4] نماز پڑھتے تو مابین ہر دو دست کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ دوسری[5] روایت میں ہے کہ پس پشت سے بغل شریف کی سرخی و سفیدی نظر آتی۔ آپکی[6] بغل کے پسینے کی بو جیسے مشک کی خوشبو۔ دونوں[7] شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ کبک[8] دری کے انڈے کے مانند۔ وہ مہر[9] مشابہ جسد تھی یعنے رنگت میں۔ اعلائے[10] شانہ چپ کے نزدیک بہ ہیئت مثنت تھی جسپر تل تھے جیسے مسّے یعنی بقدر دانہ نخود یا اس سے کمتر۔ اسکے[11] گرد گھنے بال تھے۔ جابر[12] کہتے ہیں کہ میں نے مہر نبوت کو اپنے دہن میں نوالہ کیطرح لیا مجھے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ آپکی[13] پشت کشادہ تھی۔ گویا کہ چاندی سے ڈھالی گئی ہے۔ سینہ[14] مبارک چوڑا تھا۔ شکم شریف سینے کے برابر تھا یعنے توند نہیں تھا۔ سینے[15] اور ناف کی درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ ہر دو پستان مع شکم بالوں سے خالی تھیں دونوں ہاتھوں اور شانوں اور بالائے سینے پر بال یعنے روئیں تھے۔ آپکے[16] بازو قوی تھے پہنچے[17] دراز تھے۔ دونوں[18] ہاتھ پر گوشت تھے۔ ہتھیلیاں[19] فراخ تھیں۔

---

۱ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۲ شمائل ترمذی ۳ شفا ۴ بخاری ۵ سبل الہدیٰ ۶ مسلم ۷ مسلم ۸ مسلم ۹ مسلم ۱۰ مسلم ۱۱ خصائص کبریٰ ۱۲ احیاء العلوم ۱۳ سبل الہدیٰ ۱۴ شمائل ترمذی ۱۵ شمائل ترمذی ۱۶ شفا ۱۷ شمائل ترمذی ۱۸ بخاری ۱۹ شمائل ترمذی ۱۲

کفِ[1] دست سب لوگوں کے کفِ دست سے بہت ہی نرم تھے۔ ہتیلیاں[2] پُرگوشت تھیں۔ انگشتانِ[3] مبارک پُرگوشت و دراز[4] تھیں۔ گویا[5] کہ آپکی انگلیاں چاندی کی شاخیں تھیں۔ حضرت[6] جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گال پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپکے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی گویا کہ ابھی اسے طبلۂ عطار سے نکالا ہے آپکی[7] پنڈلیوں میں باریکی تھی۔ گویا کہ[8] ساقِ مبارک کھجور کا گابھا تھی۔ قدم[9] میں نیکو ترین مردم تھے۔ آپکے[10] دونوں قدم سطبر۔ اور[11] خوب پُرگوشت۔ فراخ[12] تھے۔ پاؤنکی[13] انگلیاں پُرگوشت اور[14] دراز تھیں۔ پاؤں کے تلوے زمین سے اونچے تھے۔ پشتِ پا نرم اور ہموار تھی ان دونوں سے پانی گزرتا تھا۔ مبارک[15] ایڑی دراز۔ کم[16] گوشت تھی۔ انگوٹھے[17] کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے دراز تھی۔ آپ[18] معتدل اندام تھے۔ مگر[19] سب سے اونچے نظر آتے تھے۔ اگر دو بلند قد آدمی آپکے دو طرف کھڑے رہتے تو آپ ہی دراز قد نظر آتے اور جب وہ ہٹ جاتے تو پھر آپ میانہ قد معلوم ہوتے۔ جب[20] بیٹھتے تو شانۂ مبارک سب بیٹھنے والوں سے بلند نظر آتا۔ غرض قیام و قعود میں سب سے ارفع و اعلےٰ نظر آتے اگرچہ آپ طویل نہ تھے

---

۱ منتخب الجوامع ۲ بخاری ۳ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۴ شمایل ترمذی ۵ سبل الہدیٰ ۶ مسلم ۷ منتخب جمع الجوامع ۸ سبل الہدیٰ ۹ طبقات واقدی ۱۰ بخاری ۱۱ روایت بالمعنی از بخاری ۱۲ روایت بالمعنی از شفا ۱۳ طبقات واقدی۔ ۱۴ شمایل ترمذی ۱۵ سبل الہدیٰ ۱۶ روایت بالمعنی از مسلم ۱۷ سبل الہدیٰ ۱۸ شمایل ترمذی ۱۹ سبل الہدیٰ۔ ۲۰ احیاء العلوم۔

بلکہ سارے اجزا نہایت اعتدال پر تھے۔ فربہی میں معتدل تھے۔ آخر عمر میں تناور ہو گئے تھے آپکا گوشت متماسک یعنی باہم پیوستہ تھا۔ درازی عمر کے باعث آپکا گوشت ڈھیلا نہیں پڑا تھا۔ قد و قامت[1] میں خوبترین[2] مردم تھے۔ خوبصورت[3] بدن تھے صفائی[4] میں مثل آئینے کے تھے اور سفیدی میں مثل چاند کے۔ چہرۂ[5] مبارک کا پوست نہایت ہی نازک۔ اور لطیف یعنی باطراوت و لطافت تھے[6]۔ پسینا[7] آپ کو بہت آتا تھا۔ پسینا[8] چہرۂ مبارک پر گوہر آبدار کے مانند نظر آتا تھا۔ آپکی[9] بو مشکِ خالص سے زیادہ پاکیزہ تھی۔ آپکا کفِ دست گویا عطار کا کفِ دست تھا۔ ہاتھ[10] میں خوشبو ملیں یا نہ ملیں اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کرتا تو تمام دن دستِ مبارک کی خوشبو پاتا۔ آپ کسی لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھتے تو وہ لڑکا بسبب اوس خوشبو کے اور لڑکوں میں پہچانا جاتا۔ معراج[11] سے آنے کے بعد آپکی خوشبو عروس کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ تھی۔ آپ[12] اگر کسی راستے سے گذرتے تو بسبب خوشبو کے لوگ پہچان لیتے کہ آپکا گذر اس راستے سے ہوا ہی۔ آپکا[13] وصف کرنیوالا کہتا ہی کہ میں نے آپ کے اول اور بعد جمال و کمال میں آپ کے مانند کسی کو نہیں دیکھا۔

[1] منتخب جمع الجوامع [2] [3] ٹھر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا۔ اگر چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے [4] منتخب جمع الجوامع [5] احیاء العلوم [6] سبل الہدیٰ [7] احیاء العلوم [8] مسلم [9] منتخب جمع الجوامع [10] سبل الہدے [11] شفا [12] سبل الہدے۔ [13] شمائل ترمذی۔ ۱۲

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ بقدر حسنہٖ وجمالہٖ۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے
آپکے حسن وجمال ظاہری وباطنی کی نسبت کیا اچھا کہا ہے۔ ۵

لہ وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي	وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً عَنْ كُلِّ عَيْبٍ	كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

بعد احترام نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکی ایذا سے منع فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۵ بیشک جو
لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے انپر دنیا وآخرت میں لعنت کی ہے
اور اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ آیت ہر ایسے شخص کے حق میں ہے کہ جسنے
کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ یا آپکی شان میں کسی طرح کا عیب لگایا۔ یا
نقص بیان کیا وہ موذی ملعون ہے۔ اُس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی۔ جسطرح طاعت کی
نسبت ہے کہ جس نے آپکی طاعت کی اُس نے اللہ تعالےٰ کی طاعت کی۔ حضرت قاضی عیاض
سلہ شفا میں فرماتے ہیں کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا نسب کو یا دین میں عیب

لہ میری آنکھ نے آپسے خوبصورت کبھی نہیں دیکھا عورتوں نے آپسے زیادہ حسین نہیں جنا۔ آپ تمام عیبوں سے
پاک پیدا ہوئے۔ گویا کہ آپ اپنی مرضی کے موافق پیدا ہوئے۔ خلیق ۵

ہوئے ویسے ہی پیدا جس طرح منظور تھا انکو	وہ اپنا حسن عالی خارج تقریر رکھتے ہیں

سلہ صفحہ ۲۰۶ مطبوعہ مصر محشی خرد مخلص ۱۲

لگایا یا آپکی کسی خصلت میں نقص بیان کیا گو کنایۃً ہی ہو۔ یا بطور برائی آپکو کسی چیز سے
تشبیہ دی۔ یا آپکی شان کو گھٹایا۔ یا آپ کی طرف بطور مذمت ایسی چیز منسوب کی جو آپ کے
منصب کے لایق نہ تھی۔ یا اُن تکلیفوں اور مصیبتوں پر جو پیش آئیں۔ یا اُن جایز عوارض
بشریہ پر جو آپ پر گذرے عیب لگایا تو ایسا شخص قتل کیا جائے۔ ان ساری باتوں پر
علما کا اجماع اور ائمہ کا فتویٰ زمانہ صحابہ سے اس زمانے تک ہے۔ اور جس نے اُسکے کفر و
عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
کسی نبی کو برا کہا اسے مار ڈالو۔ اور جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اسے مارو" اور اس برا
کہنے والے سے توبہ نہ طلب کیجائے بلکہ وہ قتل کر دیا جائے خواہ مسلم ہو یا کافر۔ **بعد وعید**
ایذائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے متبعین کی ایذا سے ڈراتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ آیت ۵۸
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ اور
جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اسکے کہ انہوں نے
(برا کام) کیا ہو تو البتہ انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ **بعد ذکر بہتان**
موضع بہتان سے بچنے کے لئے حجاب کا حکم فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ آیت ۵۹
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ
يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اے نبی اپنی بی بیوں اور

موذی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مستوجب قتل ہے بیاجاوے

بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہدو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیں یہ

(جسم کا چھپانا) اس بات سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو ایذا نہ دی جائیں

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ چادر اوڑھنے کا یہ بھی ایک فائدہ ہے کہ جاہلیت کی عورتوں اور باندیوں سے امتیاز ہو جائے۔ جلباب[١] اُس چادر کو کہتے ہیں جیسا اوڑھنی پر سے اوڑھتے ہیں۔ ابن[٢] عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ "اس آیت میں اللہ تعالے نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب کسی کام کیلئے باہر جائیں تو اپنے سروں پر چادریں ڈال کر اپنے بال اور چہرے کو ڈھانپیں صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں"۔ حاصل یہ کہ جب ان عورتوں نے چادریں اوڑھ لیں جس سے تمام جسم چھپ گیا تو یہ وضع شناخت کیلئے اقرب ہے۔ سب لوگ پہچان لینگے

[١] یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ و عبیدۃ السلمانی و حسن بصری و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی و عطا خراسانی وغیرہم سے منقول ہے (ابن کثیر) [٢] ابن کثیر از علی بن ابی طلحہ [٣] محمد بن سیرین نے عبیدۃ السلمانی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے چادر سے اپنا سر اور چہرہ ڈھانکر بائیں آنکھ کھلی رکھی۔ اسی کے مانند عکرمہ سے بھی روایت ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب آیت شریف يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں سیاہ کملیاں پہنکر نکلیں جنھیں وہ اوڑھا کرتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر سکینت و وقار کے سیاہ کوے بیٹھے ہیں (ابن کثیر) یونس بن یزید نے کہا کہ ہم نے زہری رحمۃ اللہ سے دریافت کیا کہ باندی بھی اوڑھنی اوڑھیگی خواہ شوہردار ہو یا نہو۔ آپنے فرمایا کہ اگر شوہر والی ہو تو اپنے اوپر اوڑھنی ڈال لے مگر اوپر چادر اوڑھنے سے منع کیجائیگی کیونکہ باندیوں کو آزاد عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا مکروہ ہے پھر آپنے یہی آیت پڑھی۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم ۱۲-

کہ یہ آزاد اور شریف عورتیں ہیں۔ اور لونڈیاں نہیں ہیں۔ کوئی شخص اِنسے لونڈیوں کی طرح بات نہیں کریگا اور نہ کسی خدمتی کام کے لئے کہیگا۔ حضرت سعدی نے عورتوں کی پردہ دری کی اسطرح مذمت کی ہے

چو زن راہِ بازار گیرد بزن	وگرنہ تو در خانہ بنشیں چو زن
زبیگانگان چشم زن کور باد	چو بیرون شد از خانہ در گور باد

بعدِ حجاب منافقین و زناکاروں کو ڈراتا ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں بُری خبریں مشہور کرتے ہیں (نفاق و ایذا سے) باز نہ آئیں گے تو البتہ ہم تمہیں (اے نبی) انپر مسلط کر دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے ہمسایہ میں بہت ہی کم رہیں گے۔ پھٹکارے گئے۔ جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور خوب قتل کئے جائیں گے۔ اللہ کی عادت اُن لوگوں میں جو اس سے پہلے گذرے ہیں اور ہرگز تم عادتِ الٰہی میں تبدیل نہ پاؤ گے۔ پھر اللہ تعالےٰ

والمرجفون۔ الرجف الاضطراب الشدید۔ والارجاف ایقاع الرجفة اما بالفعل واما بالقول۔ (مفردات)

ان آیتوں میں منافقوں کو اور ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض[1] ہے اور جو جھوٹی خبریں[2] اڑاتے ہیں ڈراتا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی ان بری خصلتوں سے باز آکر حق کی طرف متوجہ نہ ہوں گے تو اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم تمھیں انپر مسلط[3] کردیں گے اسوقت تمہیں بہت ہی کم لوگ مدینہ میں آپکے ہمسایہ میں رہیں گے اس حالت میں کہ وہ نہایت ہی ذلیل و مردود جہاں کہیں پائے جائیں گے گرفتار ہو کر قتل کیے جائیں گے۔ پہلے لوگوں میں بھی خدا کا یہی طریقہ جاری تھا کہ جب منافقین کفر و نفاق پر اڑے رہتے اور اس سے باز نہیں آتے تو مومنین انپر غلبہ پاکر انھیں ذلیل و خوار کرتے۔ خدا کے اس طریقہ میں تبدل و تغیر نہیں ہوتا۔ بعد عذاب دنیوی تفصیل عذاب اخروی اور قیامت کا حال شروع فرمایا۔ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ

سَادَتَنَا شامی ساتہ زیادتی الف اور کسرہ تا کے۔

[1] قال عکرمہ وغیرہم الزناۃ ههنا (ابن کثیر) [2] یعنی وہ منافق جو کہا کرتے ہیں کہ لشکر دشمن آیا ہے اور اسی قسم کی جھوٹی باتیں کہتے ہیں (ابن کثیر) [3] قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ای لنسلطنك علیهم وقال قتادة لنحرشنك بهم وقال السدی لنعلمنك بهم (ابن کثیر) الرسولا۔ السبیلا۔ نافع و شامی شعبہ وصل و وقف ساتہ الف کے۔ اور مکی و حفص و کسائی صرف وقف میں۔ اور بصری و حمزہ وصل و وقف میں ساتہ حذف الف کے۔ سادتنا۔ قال طاؤس یعنی الاشراف و کبراءنا۔

لعنا کبیرًا٥ اے پیغمبر لوگ تم سے قیامت (کی کیفیت) کو پوچھتے ہیں۔ کہدو کہ بس اسکا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ تمھیں کیا معلوم ہے۔ شاید کہ قیامت نزدیک ہو۔ بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لیئے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔ وہ اسمیں مدام ہمیشہ رہیں گے۔ نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن کہ ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے کہیں گے کہ ای کاش ہم اللہ کی اطاعت کئے ہوئے اور رسول کی فرمانبرداری کئے ہوتے۔ اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی ہے پس انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ ای ہمارے پروردگار انھیں دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔ دونا عذاب اس لیئے کہ ایک تو وہ خود گمراہ تھے۔ دوسرے ہمکو گمراہ کیا۔ جب اللہ تعالے نے موذی رسول اللہ

کبیرًا۔ سوائے عاصم کے سب قرا اسکو ثا سے کثیرًا پڑھتے ہیں معنی میں بہت کے۔ ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یعنی العلماء (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) لہ قیامت کے سائل تین قسم پر تھے (۱) جبریل علیہ السلام کا سوال تا لوگ آگاہ ہو جائیں کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے (۲) جذب شوق سے سوال کرتے جسطرح ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کیا ہے۔ آپنے فرمایا کہ تو نے قیامت کے لیے کیا (سامان) تیار کر رکھا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں نے تو نہ بڑی نماز اور نہ بڑا روزہ تیار کیا۔ لیکن میں اللہ تعالے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے اور تو جسکو محبوب رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔ جب صحابہ نے یہ سنا تو تکبیر کہی اور نہایت خوش ہوئے۔ (صحیح مسلم وغیرہ) (۳) منکرین قیامت تھے جو بطور ٹھٹھے کے پوچھتے تھے۔ اور اس آیت میں وہی مراد ہیں۔ جسکا جواب اللہ تعالے دیتا ہے۔ ۱۲

تین سائلین قیامت۔

صلے اللہ علیہ وسلم کو مستحقِ لعنت و عذاب ٹھیرایا تو اب مسلمانوں کو ایذائے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے منع فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِیۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰی
فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَكَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ وَجِیۡهًا ؕ اے ایمان والو تم اُن لوگوں کے
مثل نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسےٰ کو ایذا دی پھر اللہ نے موسےٰ کو ان کے قول سے بری
کر دیا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک صاحبِ وجاہت (و مرتبہ) تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ
مسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے کہ تمہارا ایمان اس بات کا مقتضی ہے کہ تم سید الانبیا صلی اللہ
علیہ وسلم کو کسی قسم کی ایذا نہ دو جسطرح بعضے لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے موسٰی علیہم السلام
کو ایذا دی تھی۔ پس اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کو اُن کے قول سے پاک و بری کیا ہے

لہ موسےٰ علیہ السلام کو مختلف طور پر ایذا دی گئی تھی۔ جن میں سے ایک قصہ یہ بھی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے
روایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسےٰ علیہ السلام شرمناک اور پردہ دار تھے۔ حیا کی
وجہ ان کے جسم کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ بعض بنی اسرائیل نے انھیں ایذا دی اور اسطرح کہنے لگے کہ یہ جسم کا
چھپانا ضرور کسی عیب جسمانی مثلاً برص یا فتق یا کسی اور مرض کے لئے ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ انھیں
ان لوگوں کی بدگوئی سے پاک ظاہر فرمائے۔ ایک روز موسےٰ علیہ السلام نہانے کے لئے تنہائی میں برہنہ ہوئے۔ اور اپنے
کپڑے ایک پتھر پر رکھے جب نہا چکے تو کپڑے لینے کیلئے پتھر کی طرف گئے۔ پتھر کپڑے لیکر بھاگنے لگا۔ موسےٰ علیہ السلام
بھی اپنا عصا لیکر اسکے پیچھے دوڑتے تھے اور ثوبی حجر ثوبی حجر (پتھر میرے کپڑے دے) کہتے تھے یہاں تک کہ
بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچے۔ انھوں نے موسےٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھا کہ بہترین خلق خدا ہیں
اور لوگ جو باتیں کہتے ہیں اُن سے بری ہیں۔ پتھر ٹھہر گیا موسےٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لیکر پہن لئے اور پتھر کو اپنے
عصا سے مارنے لگے خدا کی قسم پتھر پر مار کی نشانیاں موجود ہیں۔ (ابن کثیر از بخاری۔) ۱۲

اور موسےٰ علیہ السلام اللہ کے پاس ذو وجاہت وصاحبِ مرتبہ تھے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ آپ مستجاب الدعوت تھے۔ اور سلف میں سے دوسرے لوگوں نے کہا کہ جو
آپ نے سوال کیا اللہ نے پورا ہی کر دیا لیکن مشیتِ الٰہی سے رویت کی ممانعت ہوئی۔
جب موذیوں کی ایذا سے موسےٰ علیہ السلام کی وجاہت میں کچھ فرق نہ آیا۔ تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ وجاہت ومرتبے والے ہیں منافقوں کے اقوال سے
آپکو بھی کسی قسم کا عیب نہیں لگ سکتا ہے ع مہ فشاند نور وسگ عوعو کند۔ اور
اس سے توسل کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ کیونکہ غیر ذی جاہ کو صاحب جاہ کا توسل درکار ہے
تاجلد مقصد پورا ہو۔ اسی لئے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰہَ حَاجَۃً فَاسْئَلُوْہُ
بِیْ" اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَبِجَاہِ سَیِّدِ الْاَوْلِیَاکُنْ لَنَا کَمَا کُنْتَ لَھُمَا۔ بعد منع ایذا تقوے کا
حکم فرماتا ہے کیونکہ مقتضی ایمان بھی ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا
قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۭ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو کہ (اللہ) تمہارے لئے
تمہارے کام درست کر دیگا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دیگا۔ اور جس نے اللہ اور اسکے

ع ۲ / ۹ / ۷ ۷

سدیدا ۔ سدید ماخوذ ہے تسدید السہم سے۔ یعنے تیر کو سیدھا کرتا تاکہ وہ نشانہ سے خطا نہ کرے۔ بس
قول سدید وہی ہے جو کارآمد ہو بیکار نہ ہو۔ قال عکرمۃ القول السدید لا الٰہ الا اللہ وقال
غیرہ السدید الصدق وقال مجاھد ھو السداد والکل حق (ابن کثیر) ۱۲-

رسول کی اطاعت کی تو بیشک اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ یہ بھی اور درست
بات تقوے واطاعت میں داخل تھی۔ مگر خاص طور سے اس لئے ذکر فرمایا کہ زبان کا
اثر تمام اعضا میں قوی تر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
صبح ہوتی ہے تمام اعضا زبان کی خوشامد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو اللہ سے ڈرتی رہ
اگر تو مستقیم رہے گی تو ہم بھی مستقیم رہیں گے۔ اگر تو کج ہوی تو ہم بھی کج اور ٹیڑھے
ہو جائیں گے۔ چونکہ تقوے واطاعتِ الٰہی اور زبان کی حفاظت مشکل کام تھے
اور مکلف اسکا انسان ہے۔ اس لئے اب اُس تکلیفِ شرعیہ کی صعوبت وسختی کا ذکر
فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ
اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝
بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے
اس (امانت) کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اُسے اٹھا لیا۔
بیشک وہ ظلوم وجہول ہے۔ ابن عباس[2] رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے مراد فرائض
ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر زمین پر پہاڑوں پر پیش کیا کہ اگر تم اس امانت کو
ادا کروگے تو میں ثواب دونگا اور اگر ضایع کروگے عذاب کرونگا تو وہ اس سے جھجکے اور

۱؎ ترمذی ۲؎ ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وغیرہ (در) ابن کثیر نے بھی اس کے ہم معنی بہت سی روایتیں
نقل کیں۔ ۱۲

ڈرے - انکار کیا - لیکن یہ انکار نافرمانی سے نہ تھا بلکہ تعظیمِ دینِ الٰہی کے باعث تھا
کہ ایسا نہو کہ وہ ہم سے نہ اٹھے - پھر اللہ تعالےٰ نے اس امانت کو آدم علیہ السلام پر پیش کیا
تو انھوں نے اس امانت کو مع ما فیہا کے قبول کیا اور اٹھا لیا - بیشک وہ ظلوم و
جہول تھے یعنی اللہ کے حکم سے غفلت میں آگئے [۱] یعنے وہی جھاڑ سے کھا لیا - اور اگر
انسان سے مراد جنسِ آدمی لیجے تو باعتبار اغلبیت کے کہ کافر و مشرک بہت ہیں ظلوم
و جہول فرمایا - یا یہ کہ شانِ انسان سے ظلم و جہل ہے - بعضے اسی حال پر رہے - اور
بعضوں نے ظلم و جہل کو ترک کیا - اور اوامر و نواہی کو خصوص امانات خلق کو جو
ودیعت رکھی جاتی ہیں پوری طور سے ادا کیا - ۵

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

صوفیہ فرماتے ہیں کہ ظلوم و جہول یہ دونوں صفتیں مدح کی ہیں - مذمت کی نہیں [۲]

۵ [۱] یعنے ان کو بہ نسبت رغبتِ ثواب خوفِ معصیت زیادہ ہوا - [۲] اگرچہ قرآن مجید میں ظالم و جاہل
مذمت میں مستعمل ہیں - اور ظلوم بڑا ظالم اور جہول بڑا نادان یہ بھی محل ذم میں مستعمل ہونا تھا لیکن
قرائن قویہ جو مذکور ہوتے ہیں مانع ہیں (۱) اطاعت کہ اپنی مولےٰ کی ودیعت فی الفور اٹھالی (۲)
توکل کہ جس نے بار ڈالا ہے وہی مدد کریگا - بندے کو بندگی سے کام ہے (۳) کمالِ شوق - شاید اسی
تکلیفات میں گوہرِ مقصد سے دامنِ امید پُر ہووے (۴) حمل جو بحالتِ اطلاق فردِ کامل کا مقتضی
ہے - اور حملِ کامل حفظ و ادا کو شامل ہے - یہ سب امرِ مدح ہیں یا قدح - اور نظائر اس کے قرآن میں
ہیں - حضرت خلیل کو فرمایا - جَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ - جدال اگرچہ بے ادبی ہے لیکن یہاں ناز علامۂ

منزل پنجم

امام قشیری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ان اجرام پر امانت عرض کی۔ اور انسان پر فرض کی۔ وہاں عرض تھی انھوں نے انکار کیا۔ یہاں فرض تھی انھوں نے اٹھالیا۔ حضرت شیخ جنید قدس سرہ نے فرمایا آدم کی نظر خدا کے پیش کرنے پر تھی۔ اُس محبوبِ حقیقی کے فعل کی محبت نے امانت کا بوجھ بھلا دیا۔ مہربانی سے ارشادِ باری ہوا کہ تیری طرف سے اٹھالینا ہے اور میری طرف سے نگہبانی ہے۔ چونکہ تو نے خوشی سے میری امانت کا بوجھ اٹھالیا۔ میں نے بھی سب میں سے تجکو اٹھالیا۔ وَحَمَلۡنٰهُمۡ فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ۔ ؎

راہِ او را بدو تواں پیمود ؎	بارِ او را بدو تواں برداشت

خواجہ محمد پارسا کی تفسیر میں ہے کہ انھوں نے اپنی بے استعدادی کی وجہ سے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور چونکہ انسان کو اس کے اٹھانے کی استعداد تھی۔ اس نے خوشی سے قبول کرلی۔ اور ظلوم یعنے اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا ہے کہ اپنی ذات کو ہویّتِ مطلقہ میں فنا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مراد ہے۔ حضرت یونس کو فرمایا ذَهَبَ مُغَاضِبًا۔ بندہ درب او غضب۔ حضرتِ آدم کو عاصی وغوی فرمایا کیسی معصیت جسکا صلہ اجتبا تھا۔ جس طرح یہ تمام خطاب لطف و نوازش پر محمول ہیں ایسے ہی یہ ظلوم وجہول لہ تفسیر حسینی۔ ؎ مولوی جامی فرماتے ہیں ؎

غیرِ انساں کس نکرد قبول	زانکہ انساں ظلوم بود وجہول
ظلمِ او آنکہ ہستیِ خود را ؎	ساختہ فانی بقائے سرمدرا
جہلِ او آنکہ ہرچہ جز حق بود ؎	صورتت آں ز لوحِ دل بزدود
نیک ظلمے کہ عینِ معدلتست	نغز جہلے کہ مغزِ معرفتست

کرتا ہے۔ اور جہول یعنی نادان ہے کہ خدا کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہکر ماسوٰی کی نفی کرتا ہے۔ لوامع میں ہے کہ جب آفتابِ امانت عرضِ الوہیت کے برج سے چمکا۔ آسمان بولا کہ مجھے بلندی کی صفت حاصل ہے۔ زمین چلّائی کہ میرے لئے کشادگی کی صفت ثابت ہے۔ پہاڑ سے آواز آئی کہ مجھے ثابت قدمی کا وصف حاصل ہے۔ ہم اس بوجھ کے متحمل نہیں ہونگے۔ شاید ہم پر آفت آئے۔ اور یہ صفت ہم سے چھن جائے۔ آدمِ خاکی بولا کہ مجھ میں کیا ہے جو مجھ سے چھین لیں گے۔ مردانہ وار سامنے آیا۔ اور جو بوجھ کہ آسمانوں سے نہ اُٹھ سکا اپنے کاندھے پر لیکر هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ مارنے لگا۔ حکم ہوا کہ اے خاکی دلیر یہ ساری قوت تو کہاں سے لایا۔ مشتِ خاک زبانِ حال سے بولا کہ بارِ گراں یارِ مہربان کی مدد سے اٹھاؤنگا۔

آں بار کہ از گردن او عرش ابا کرد	با قوتِ تو حامل آں بار تواں بود

حضرت عبدالکریم جیلی[1] اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ بندۂ کامل تمام اسمائے الٰہی کا مظہر ہے مشترکہ غیر مشترکہ۔ ذاتیہ خواہ جلالیہ ہو یا جمالیہ۔ غرض اسمائے ذاتیہ کا مظہر صرف انسان ہی ہے۔ اور موجودات سے اسمیں کسیکو دخل نہیں ہے۔ اور آیتِ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور امانت سے ذاتِ حق تعالےٰ مع اسماء و صفات مراد ہے۔ اب سوائے انسان کامل کے آسمان و زمین اور جو کچھ انمیں انواع مخلوقات میں تمام اسمائے حق

[1] انسانِ کامل جلد اول باب ۴۲ صفحہ ۶۲۔

امانت سے متعلق حضرت عبدالکریم جیلی کا بیان

اور اُس کے صفات سے متصف ہونے سے عاجز ہیں۔ اسی عدم قابلیت کے باعث انھوں نے انکار کیا۔ اور اپنے قصور و ضعف کے سبب ڈر گئے۔ اور انسانِ کامل نے اُسے اٹھالیا۔ بیشک وہ ظلوم اپنے نفس پر ہے کیونکہ اُس سے اپنے نفس کا حق ادا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ اللہ کی حقِ ثنا ادا کرنیسے متعلق ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے خود فرمادیا وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اسی لئے انسان ظلوم ہوا کہ وہ اپنے نفس کی جسطرح چاہیئے قدر نہ کرسکا۔ پھر اللہ تعالےٰ اُسے معذور رکھا اسطرح کہ اسے جہول یعنے بڑا نادان فرمایا یعنے اُسکی قدر بڑی ہے اور وہ اُس سے جاہل ہے اور وہ معذور رکھنے کے قابل ہے کیونکہ حق تعالےٰ کی حقِ ثنا ادا نہیں ہوسکتی تو وہ بھی اپنی قدر جیسی چاہیئے نہیں کرسکتا۔ اور اس آیت میں ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ظلوم[1] اسم مفعول ہے یعنے انسان مظلوم ہے اس لئے کہ انسان کامل کے حقوق پوری طور سے کسی سے ادا نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اُسکا منصب عظیم ہے اور قدر بزرگ ہے۔ اب وہ اس معاملہ میں جو مخلوقات اُس سے کر رہی ہے مظلوم ہوا۔ اور جہول یعنے مجہول ہے۔ اُسکی حقیقت و کنہ نامعلوم ہے۔ اور یہ حق سبحانہ کی طرف سے اعتذار انسانِ کامل کی جانب سے تمام مخلوقات کے لئے ہے تاو بالِ ظلم سے نجات

[1] کیونکہ فعول مفعول کے معنے میں آتا ہے۔ ۱۲

پائیں۔ اور جب روزِ قیامت اس انسان[ا] کی قدر کا پردہ کھل جائیگا تو انکا عذر قبول فرمائیگا انتھے۔ **غرض** امانت تکلیفِ شرعی و معرفت و عشق و استعدادِ تجلیِ ذات ہے یہ ایک شے کے چند مرتبے ہیں۔ جبتک کہ پہلا مرتبہ نہ حاصل ہو اُسکے بعد کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ گویا پہلے مرتبے کو پوست سمجھئے۔ اُسکے بعد مغز ہے۔ اور سب سے جو آخر ہے وہ مغز کا مغز ہے اگرچہ جنّات عبادت سے نیکبخت ہونگے اور فرشتے عصمت سے مقرب لیکن انوارِ صفات سے ترقی پاکر تجلیِ ذات سے مشرف نہیں ہو سکتے یہ خاصہ حضرتِ انسان کا ہی ہے۔ ع اے ظہورِ تو بکلی نور نور ٭ گنجِ مخفی از تو آمد در ظہور ٭ پس بصورت عالمِ اصغر توئی ٭ پس بمعنی عالمِ اکبر توئی ٭ ہرچہ در تو دیدہ گردد عکسِ اوست ٭ ہمچو عکسِ ماہ کاندر آب جوست ٭ اب اس امانت کی پیش کرنیکا سبب بیان فرماتا ہے

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۟ تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو

عذاب دے اور اللہ ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں پر مہربانی کرے[ب]۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے یعنی بعضوں نے امانت میں خیانت کی انکو تو عذاب ہے اور بعضوں نے اسکا حق ادا کیا لیکن ثقلِ حمل اور ضعفِ انسانیت سے لغزش ہوئی تو تضرع و زاری سے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور وہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ خداوند عالم اس عاصی سے جو کچھ تفسیر میں خطا ہوئی ہو معاف کرے اور ہم سبکو بخشدے۔ للّٰہ الحمد کہ سورۂ احزاب تمام ہوا۔

[ا] انسان سے مراد ظہورِ ذاتِ الٰہی مع اسماء و صفات ہے۔ [ب] توبہ کے اصلی معنی رجوع کے ہیں لیکن یہاں حاصل معنے لکھے گئے ہیں۔ ۱۲

سورہ سبا پ ۲۲

سُوْرَۃُ سَبَا

مکی ہے۔ اس کے حروف ۱۵۱۲ ۴۔ کلمے ۸۰۳۔ آیتیں ۵۵ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝ سب تعریف اللہ کے لئے ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور آخرت میں بھی اُسی کی تعریف ہے[2]۔ اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔ جو کچھ زمین میں داخل ہوتا اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا اور جو کچھ اسمیں چڑھتا ہے وہ (سب) جانتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے۔ پہلی آیت میں تمام اشیا کو اپنی ملک فرماتا ہے۔ پھر جس کو کچھ بھی عقل ہوگی وہ مملوک سے منہ پھیر کر مالک سے ہی واسطہ رکھیگا۔ اور جس مملوک سے

[1] بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ سورت سبا مکہ میں نازل ہوئی (در)۔
[2] آخرت کو خاص طور سے اس لئے ذکر فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں ہی حقیقی نعمتیں ہیں۔ ۱۲

کچھ نفع پہنچیگا وہ حقیقت میں مالک سے ہی سمجھیگا۔ دوسری[۱] آیت میں اپنے علم وسیع کا بیان فرماتا ہے کہ جو حشرات الارض اور قطرات اور دانے وغیرہ کہ زمین میں مخفی ہوتے ہیں اور جو نکلتے ہیں انکی گنتی اور کیفیت وصفات سب جانتا ہے۔ اسیطرح آسمان سے جو قطرات بارش کی بوندیں گرتی ہیں اور ملائکہ وغیرہ اترتے ہیں اور جو ملائکہ اور اعمال صالحہ اسمیں چڑھتے ہیں ان سبکا شمار وکیفیت وصفت جانتا ہے۔ جسکا ایسا وسیع علم ہو اسی کے قول کا اعتبار ہے۔ جاہل کافر تو قیامت کا بھی انکار کرتے ہیں جسطرح فرماتا ہے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ اور کافروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہ آئیگی (ای نبی) کہدو ہاں قسم ہے میرے پروردگار کی وہ ضرور تم پر آئیگی جاننے والا غیب کا اس سے ذرہ برابر پوشیدہ نہیں ہو سکتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ اوس سے بڑا مگر یہ کہ کتاب ظاہر (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔ جب کافروں نے قیامت کے آنے سے انکار کیا تو اپنے نبی پاک کو وقوع قیامت کے لئے اپنی[۲] قسم کھانے کیلئے

علمُ نافع وشامی ساتھ رفع کے خبر مبتدا ہے۔ عَلّام حمزہ وکسائی ساتھ تشدید لام کے۔ لا یعزِبُ کسائی ساتھ کسرہ زاء کے

[۱] پہلی آیت کا ختم خبیر پر تھا۔ دوسری آیت میں اسی خبرداری کی تاکید فرماتا ہے ۱۲۔ لا یعزب۔ قال مجاهد وقتادة لا یغیب (ابن کثیر) وعزب بعد وغاب وبابه دخل وجلس (مختار) [۲] اسیطرح اور دو جگہ فرمایا۔ ایک سورۂ یونس میں ویستنبئونك احق هو قل ای وربی انه لحق دوسری سورۂ تغابن میں زعم الذین

حکم فرماتا ہے۔ پھر اپنی وسعت علمی کو بیان کرتا ہے کہ اگر ہڈیاں ذرہ ذرہ اور پارہ پارہ
ہو جائیں تو اس عالم غیب سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں اُن سبکا پھر اعادہ کریگا اور
اس اعادہ اور قیامت کے قایم ہونے میں جو حکمتیں ہیں اُسے اسطرح بیان فرماتا ہے

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ٥ وَالَّذِينَ
سَعَوْا فِيٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيمٌ ٥ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا
الْعِلْمَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِيٓ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ٥

تاکہ (اللہ) اُن لوگوں کو ثواب دے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے یہی لوگ ہیں جنکے
لئے مغفرت اور بہتر روزی ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے ہرانے میں
کوشش کی یہی لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب درد دینے والا ہے۔ اور (اے نبی) جن

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کفروا ان لن یبعثوا قل بلٰی وربی لتبعثن (ابن کثیر) معٰجزین۔ والعجز اصله
التاخر عن الشئ وھو ضد القدرۃ۔ واعجزت فلانا وعجزته وعاجزته جعلته عاجزا فمعاجزین قیل معناه
ظانین ومقدرین انھم یعجزوننا لانھم حسبوا ان لابعث ولا نشور فیکون ثواب وعقاب وھذا فی المعنی
کقوله ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ومعجزین ینسبون الی العجز من تبع النبی صلی اللہ
علیه وسلم وذلك نحو جھلته وفسقته ای نسبته الی ذلك۔ وقیل معناه مثبطین ای یثبطون الناس
عن النبی صلی اللہ علیه وسلم کقوله الذین یصدون عن سبیل اللہ (مفردات) ھو الحق۔ ھو ضمیر
فصل مفید تاکید ہے۔ الحق ساتہ نصب کے مفعول ثانی یرٰی کا ہے۔ اور مفعول اول جملہ الذی انزل
الیك من ربك ہے (روح البیان) لہ سورۂ حج صفحہ ۴۴ میں اسکی تفسیر بسط سے گذری ہے ۱۲۔

لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ لوگ جو تمہارے پروردگار کیطرف سے تمہاری جانب نازل کیا گیا ہے اُسے حق جانتے ہیں اور وہ (خدا ے) غالب سزاوار حمد کی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ قیامت کا ہونا اس لئے ضروری ہوا تا نیک بختوں کو نعمتیں ملیں اور بدبخت کافروں کو دُکھ کی مار نصیب ہو۔ ان دونوں میں امتیاز و فرق ہونے کے لئے وہ روز مقرر ہوا ہے چنانچہ ایک جاے فرمایا اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ اور ایک حکمت یہ ہے کہ جو قرآن پر ایمان لاے تھے وہ کل قیامت میں عذاب و ثواب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اُنھیں قیامت کی حقیقت عین الیقین ہو جائیگی تو پکار اُٹھیں گے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔ جو قرآن کو حق سمجھیگا وہ قیامت کی حقیقت و رسولؐ پر بھی ایمان لائیگا۔ جو قرآن کا منکر ہے وہ قیامت و رسول سے ٹھٹھا کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

كل ممزق - هو مصدر ميمي او اسم مكان فينتصب كل على الظرفية - لان كلا لها حكم ما تضاف اليه (خفاجی) جديد - بمعنى فاعل من جد الثوب والشئ بمعنى صار جديدا وهو لازم فلا يكون بمعنى مفعول الخ (خفاجی) افترى - ہمزۂ استفہام ہے بسبب اس کے ہمزہ وصل محذوف اور افترا اپنی جانب سے جھوٹ بنا کر کہنا ہے۔ اور جھوٹ کبھی بطور تقلید ناسمجھی کہدیتے ہیں۔ تو افترا کذب سے اخص ہے۔

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝ اور کافروں نے (باہم) کہا کہ کیا ہم تمہیں
ایسا شخص بتائیں جو تم سے بیان کرتا ہے کہ جب تم (مر کے سڑ گل جاؤ گے اور) بالکل ریزہ
ریزہ ہو جاؤ گے بیشک تم (پھر) ایک نئی پیدایش میں ہو گے۔ کیا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے) خدا پر جھوٹ افترا کر لیا یا اُسے جنون ہے۔ (کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر
ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں اور بڑی گمراہی میں ہیں۔ کافروں کی سرکشی قابل
غور ہے۔ جو ذاتِ پاک کہ اظہر من الشمس ہے انکو بطور تمسخر ایک شخص کہتے ہیں۔ اور
قیامت کے انکار میں کسقدر بے باکی کی کہ خود حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم
کو مفتری و دیوانہ بنایا۔ یعنے دو حال سے خالی نہیں۔ اگر عقل ہے تو آپ نے اللہ پر جھوٹ
باندھا ہے۔ ورنہ دیوانہ پن ہے۔ لیکن تیسرا حال نہ جانا کہ آپ عقلمند بھی ہیں سچے بھی ہیں
اسی لئے اللہ تعالے نے اُن کے مقابلہ میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرفداری
کر کے فرمایا کہ یہی کافر عذاب میں اور پرلے درجہ کی ضلالت میں ہیں۔ افترا کے مقابلہ میں
عذاب ہے اور جنون کے مقابلہ میں ضلال۔ کافروں نے اتنا نہیں سمجھا جو ہر بات پر
قادر ہے اُس کے پاس حشر و نشر کون بڑی بات ہے۔ اسی لئے اپنے کمالِ قدرت کی
ایک اور دلیل بیان فرماتا ہے۔ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ

یشأ یخسف حمزہ وکسائی کے یسقط شکل مذکور

عٓ ۹

كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝ یں کیا ان لوگوں نے

آسمان و زمین کی طرف جو ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے نظر نہیں کی۔ اگر

ہم چاہیں تو انھیں زمین میں دھسا دیں یا اُن پر آسمان سے ٹکڑے گرا دیں بیشک

البتہ اسمیں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے نشانی ہے۔ یہ سارا کارخانہ جس کے

قبضہ قدرت میں ہے وہ اعادہ اجسام پر بھی قادر ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک اعرابی نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قیامت میں اُٹھنے کی کیفیت کس طرح ہوگی فرمایا کہ کبھی تو جنگل میں ایسے

وقت گذرا کہ وہ چٹ پٹ میدان ریگستان تھا۔ اُس نے عرض کی جی ہاں

پھر فرمایا کہ دوبارہ تیرا گذر اُس جنگل میں ایسی حالت میں ہوا کہ وہ بارانِ

رحمت سے لہلہاتا ہوا سبزہ زار ہوگیا۔ عرض کی جی ہاں۔ فرمایا کہ اسی طرح

قیامت کا اُٹھنا ہے غرض کافروں کو ڈراتا ہے کہ تم انکارِ قیامت اور آنحضرت

کو جنون کی نسبت کرنے سے باز آؤ۔ ورنہ ہم تمھیں زمین میں دھسا دینا یا آسمان سے

ٹکڑے گرا کے پامال کر دینا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اس احاطہ زمین و آسمان میں رجوع

منیب۔ قال قتادۃ المقبل الی اللہ (ابن کثیر)۔ کسفا۔ جمع کسفۃ۔ قال ابو زید کسفت الثوب کسفہ

کسفا اذا قطعتہ قطعا (مفردات) اسکی تفصیل سورہ بنی اسرائیل صفحہ ۱۲۵۷ میں گذری ۱۲۔

کسفا۔ ابو زید نحوی و غیرہ کسائی سے اسکو سین کے سکون سے پڑھتے ہیں ۱۲

دلائل وقوع قیامت

کرنے والے بندے کے لئے آگاہی و دلالت ہے تا اپنے رب کو ہر طرح قادر سمجھے۔ اور اسکو

اپنا مرجع و ماویٰ جانے۔ چنانچہ انھیں رجعین الی اللہ میں سے حضرت داؤد علیہ السلام

ہیں۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۚ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اور

بے شک البتہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی دی۔ (اور ہم نے کہا کہ) اے پہاڑو

داؤد کے ہمراہ تسبیح کرو اور پرندوں کو (انکا تابع بنایا) اور ہم نے اُن کے لئے لوہے کو

نرم کردیا (اور انھیں حکم دیا) کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ کا

لحاظ رکھو اور تم سب نیک کام کرو۔ بیشک جو تم کرتے ہو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس جگہ

داؤد علیہ السلام کے تین معجزوں کا ذکر ہے (۱) پہاڑونکی تسبیح (۲) پرندونکی اطاعت

لہ چنانچہ حضرت داؤد کی شان میں فرمایا وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۔ اَوِّبِيْ۔ ای سبحی قاله ابن عباس

ومجاهد وغیر واحد (ابن کثیر) ای رجعی التسبیح معه (تاج العروس شرح قاموس) سٰبِغٰتٍ

قال قتادة وابن زید دروع (ابن جریر) السابغة الدرع الواسعه (مختار) وَقَدِّرْ فِي

نسجها بحیث تتناسب حلقها۔ السرد۔ قال ابن عباس حلق الحدید (ابن کثیر) والسرد

نسج الدرع وهو تداخل الحلق بعضها فی بعض والسرد اسم جامع للدروع وسائر الحلق۔ (تاج

العروس) سہ باضمار قلنا بدل کل او اشتمال من اٰتینا (خفاجی) سہ وسخرنا له الطیر

(ابن جریر) سہ امرنا ہ (بیضاوی) ھہ اندازہ سے مطلب یہ ہے کہ زرہ کے حلقے برابر

موزوں وخوشنما رہیں۔ یا یہ کہ تھوڑا وقت اس میں صرف کرو باقی عملِ صالح میں۔ ۱۲

وتسخیر (۳) لوہے کا نرم ہونا جس طرح سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات عطا ہوئے تھے۔ فاضل بریلوی رضا

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں	بارک اللہ مجمع عالم یہی سرکار ہے

اور حضرت داؤد علیہ السلام بہت خوش آواز تھے[1]۔ ان ساری نعمتوں کے بعد انکے بیٹے سلیمٰن علیہ السلام کو جو نعمتیں عنایت ہوئیں[2] بیان فرماتا ہے۔ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا

شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ

رَبِّهٖ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ

لہ حسن بصری و قتادہ واعمش وغیرہم نے فرمایا کہ حضرت داؤد کو ضرورت نہ ہوتی کہ لوہے کو آگ میں ڈالیں یا ہتھوڑی سے کوٹیں۔ بلکہ تاگے کیطرح اسکو بٹ لیتے تھے (ابن کثیر) لہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں تشریف فرما ہو کر ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی۔ پھر فرمایا کہ مزامیر آل داؤد میں سے اس شخص کو ایک مزمار عطا ہوئی ہے۔ ابو عثمان ہندی نے کہا کہ میں نے ابو موسیٰ اشعری کی آواز سے بہتر کسی چنگ و بربط و یکتارہ کی آواز نہیں سنی (ابن کثیر) لہ اور یہ دوسری منیب ہیں چنانچہ فرمایا ولقد القینا علیٰ کرسیه جسدا ثم اناب۔ غدوها۔ والغدو ضد الرواح۔ وقد غدا من باب سما اور رواحها۔ الرواح ضد الصباح وهو اسم للوقت من زوال الشمس الى الليل وهو ايضا مصدر راح يروح ضد غدا يغدو (مختار) واسلنا۔ اى اذبنا۔ والاسالة فى الحقيقة حالة فى القطر تحصل بعد الاذابة (مفردات) القطر۔ النحاس قاله ابن عباس ومجاهد وعكرمة وغير واحد (ابن كثير) والقطر بوزن القطر النحاس (مختار) يزغ۔ الزيغ الميل عن الاستقامة (مفردات) ۱۲۔

مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ

شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ اور سلیمان کے لئے ہوا کو (ہم نے تابع کر دیا)

اول روز اُسکی سیر ایک مہینہ اور آخر روز اُسکی سیر ایک مہینہ اور ہم نے اُن کے لئے تانبے کا

چشمہ جاری کیا۔ اور ان کے رب کے حکم سے اُن کے سامنے بعضے جنات کام کرتے تھے۔

اور جو اُن میں سے ہمارے حکم سے روگرداں ہوگا اُسے عذابِ دوزخ (کا مزہ) چکھائینگے

جو (سلیمان) چاہتے تھے (جنات) اُن کے لئے وہ کام کرتے تھے محرابوں سے اور تصویروں سے

محلوں

محاریب۔ فهي البناء الحسن وهو اشرف شئ في المسكن وصدره۔ قال قتادة هي القصور والمساجد (ابن كثير) عن الاصمعي العرب تسمي القصر محرابا لشرفه (تاج العروس) ومحراب المسجد۔ قيل سمي بذلك لانه موضع محاربة للشيطان (مفردات) تماثيل۔ قال عطية العوفي والضحاك والسدي التماثيل الصور (ابن كثير) التمثال الشئ المصور (مفردات) جفان جمع الجفنة خصت بوعاء الاطعمة (مفردات) والجفنة القصعة (قاموس) القصعة کاسہ بزرگ (غياث) كالجواب جمع جابية وهي الحوض الذي يجبى فيه الماء وقال ابن عباس كالجوبة من الارض۔ وقال العوفي عنه كالحياض وكذا قال مجاهد والحسن وغيرهم (ابن كثير) يقال جبيت الماء في الحوض جمعته۔ والحوض الجامع له جابية۔ وجمعها جواب۔ ومنه قوله تعالى يجبى اليه ثمرات (مفردات) قدور۔ القدر اسم لما يطبخ فيه اللحم۔ (مفردات) الراسيات۔ معنی ہیں ثابتات کے۔ یعنے اپنی جگہ پر جمی ہوں۔ اسقدر بڑی تھیں کہ وہاں سے نقل نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ وہ دیگیں اپنی ہی جگہ پر رکھی رہتی تھیں۔ اسیطرح مجاہد ضحاک وحسن وغیرہم نے کہا (ابن کثیر) شکرا۔ مصدر من غير الفعل او منه مفعول له (ابن كثير) ۱۲۔

اور دیگیں جمی ہوئیں (اور ہم نے اُن سے کہا کہ) اے آلِ داؤد شکر کا کام کرو۔ اور میرے بندوں میں سے شکر گذار تھوڑے ہیں۔ یہاں سلیمان علیہ السلام کے تین معجزوں کا بیان ہے۔ (۱) ہوا کی تسخیر (۲) تانبے کا پگھلنا (۳) جنات کی اطاعت۔ جسطرح سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملائکہ مطیع تھے۔ خلیق ۵

فرشتے ہلاتے تھے جھولا نبی کا۔		قمر جانتا تھا اشارا نبی کا	

ممانعت تصویر

تماثیل سے مراد تصاویر ہیں۔ بعضوں نے کہا وہ غیر جاندار یعنی درختوں وغیرہ کی تصاویر تھیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ وہ حیوانات کی تصویریں تھیں ہماری شریعت میں وہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اور تصویر بنانے والے پر سخت عذاب اور جس مکان میں تصویر رہے وہاں فرشتوں کا نہ آنا احادیث سے ثابت ہوگیا خلیق ۵

ملک آتے نہیں جس گھر میں صورت ہو تو صد حیف		کہ خود ہم قصر دل میں غیر کی تصویر رکھتے ہیں	

تصویر والوں کو سخت عذاب ہوگا۔

لہ حسن بصری نے فرمایا کہ آپ کے تخت و بساط کو ہوا لے اڑتی تھی (مختصراً از ابن کثیر) اسکا تفصیل سے بیان سورۂ انبیا صفحہ ۵ ۵ ۶ میں گذرا۔ ۲ سدی نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام کے لئے تین دن تانبا پگھل کر بہا تھا (ابن کثیر) ۳ بخاری ومسلم ونسائی نے روایت کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ تصویریں بناتے ہیں انھیں روز قیامت عذاب کیا جائیگا۔ اور کہا جائیگا کہ انھیں زندہ کرو جنھیں تم نے بنایا ہے۔ ایک روایت میں بخاری وترمذی ونسائی کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ وہ روح نہ پھونک سکیگا۔ امام مالک وبخاری ومسلم ونسائی نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس تشریف لائے

بعد ان نعمتوں کے شکر کا حکم فرماتا ہے حضرت داؤد و سلیمن علیہما السلام کے شکر کی کیفیت احادیث میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور میں نے اپنی کھڑکی میں پردہ لگایا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ آپنے جب اُس پردہ کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا۔ اور آپ کا چہرہ مبارک بسبب غصہ کے متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا اے عائشہ قیامت کے دن بہت سخت عذاب اُن لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالے کی مخلوق کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اُس پردہ کو پھاڑ کر ایک یا دو تکیہ بنا ڈالے۔ بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی بروایت ابو طلحہ انصاری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھر میں کتے یا تصویریں ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ امام مالک و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں کل شب کو آپ کے پاس آیا تھا تو میرے اندر آنے میں کوئی شے مانع نہ تھی بجز اس کے کہ گھر میں پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ اور گھر میں کتا تھا۔ اور دروازہ پر مردوں کی تصویریں تھیں۔ آپ حکم دیجے کہ تصویروں کے سر کاٹ دئے جائیں تاکہ درخت کی طرح ہو جائیں اور پردہ کے دو تکیہ بنا لئے جائیں جو کہ پڑے جائیں۔ اور کتا باہر نکال دیا جائے۔ چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا۔ ابو داؤد و نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو۔ یا ناپاک شخص ہو۔ یا کتا ہو اُس میں فرشتے نہیں آتے۔ یہ سب حدیثیں تیسیر الاصول سے نقل کی گئیں۔ ۱۲ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کو داؤد علیہ السلام کی نماز زیادہ پسند ہے کہ آدھی رات تک سوتے۔ پھر تہائی رات کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ پھر چھٹا حصہ سو رہتے۔ اور اللہ تعالے کو آپ کے روزے بھی زیادہ پسند ہیں کہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے تھے۔ اور جب کافروں سے جہاد کرتے تو بھاگتے نہ تھے (ابن کثیر از صحیحین) فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ اے رب کس طرح تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں حالانکہ ادائے

جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے

صوم داؤد علیہ السلام

مروی ہے۔ اور حضرت سلیمن علیہ السلام باوجود اس بادشاہت کے جو کی روٹی کھاتے تھے۔
اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کی کیفیت بیان فرماتا ہے۔ فَلَمَّا
قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۚ
فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۝

پس جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو انکی موت سے جنات کو نہ آگاہ کیا
مگر دیمک نے کہ انکا عصا کھاتی تھی۔ پس جب سلیمان گرے تو جنات آگاہ ہوئے
اگر وہ غیب جانتے تو رسوا کرنے والے عذاب میں نہ رہتے۔ جنات عمارت مسجد بیت المقدس
بنا رہے تھے۔ اور پوری نہ ہوئی تھی کہ ملک الموت نے آکر سلیمان علیہ السلام کو آگاہ
کیا کہ موت کا وقت آگیا۔ اور منظور یہ تھا کہ اُن کی موت کے بعد بھی جنات اسی طرح

منساتہ نافع و بصری الف سے بجائے ہمزہ کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) شکر بھی تیری طرف سے ایک نعمت ہے۔ حکم ہوا کہ اب تم نے شکر ادا کیا جب یہ جان لیا کہ نعمت میری طرف سے ہے (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کی والدہ اُن سے کہتی تھیں کہ اے بیٹے رات میں زیادہ نہ سونا کیونکہ رات میں زیادہ سونا قیامت کے روز آدمی کو فقیر کر چھوڑیگا (ابن کثیر از ابن ماجہ) ؎ استغفار شریف۔ دابۃ الارض۔ قال ابن عباسؓ الارضۃ (ابن جریر) الارضۃ الدودۃ التی تقع فی الخشب من الارض (مفردات) منسأتہ۔ ای عصاہ قالہ ابن عباس وغیرہ (ابن کثیر) ای عصا۔ ینسأ بہ الشئ ای یؤخر (مفردات)۔
؎ بہت سے لوگوں نے سلف سے اسی کے مانند بیان کیا (ابن کثیر) ؎ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ منکران حشر جسمانی کے لئے فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالے عدم سے وجود میں لایا۔ اسیطرح

برابر کام کرتے رہیں۔ آپنے عصا کے سہارے کھڑے کھڑے انتقال فرمایا۔ سال بھر کے بعد جب دیمک نے عصا کو کھالیا تو آپ زمین پر گر پڑے۔ اُسوقت جنات کو سلیمان علیہ السلام کے وفات کا علم ہوا۔ اور جاہلوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ جنوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ بعد شکر گذاروں کے ناشکری کرنے والونکا قصہ بیان فرماتا ہے۔ لَقَدْ

كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۞ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قیامت میں دوبارہ زندہ کریگا۔ عدم بھی اسکا مطیع و بندہ ہے۔ ہمیں عبادت کرنی چاہئے ہمارا سلیمان جو بادشاہ حقیقی ہے وہ ہمیشہ زندہ ہے۔

آں عدم اورا ہمارہ بندہ است (ہموارہ، مطیع)		کارکن دیو اسلیماں زندہ است (لہ، اللہ، ابتہو)
دیو مے سازد جفانِ کالجواب		زہرہ نے تا دفع گو یدیا جواب

لسبا۔ اسم للحی۔ او الاب الاکبر۔ وھو سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ثم سمیت مدینۃ مارب بسبا بینہا و بین صنعاء مسیرۃ ثلاث (نیشا پوری) و یعرب بن قحطان اول من تکلم بالعربیۃ فھو ابو عرب الیمن۔ یقال لھم العرب العاربۃ۔ ویقال لمن تکلم بلغۃ اسمعیل العرب المستعربۃ وھی لغۃ اھل الحجاز (روح البیان) جنتٰن۔ بدل من اٰیۃ ای جماعۃ عن یمین بلدھم و جماعۃ عن شمال کل واحدۃ منھما فی تقاربھا و تضایقھا کانھا جنۃ واحدۃ او بستانا کل رجل منھم عن یمین مسکنہ و عن شمالہ (بیضاوی) سیل العرم۔ اخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم قال ابن عباس العرم الشدید (در) ای سیل المطر العرم وھو من اضافۃ الموصوف الی صفتہ۔ فالعرم بمعنی الشدید و عرم مثلث الراء ای اشد (خفاجی) ۱۲۔

لِسَبَاَ بزی و بصری فتح ہمزہ سے بغیر تنوین کے باعتبار قبیلہ کے یا ارض کے غیر منصرف ہے۔ لِسَبَاْ قنبل سکون ہمزہ سے۔ مَسْكِنِهِمْ کسائی کسر کاف سے۔ مَسٰكِنِهِمْ نافع و ابن کثیر و بصری و شامی و شعبہ جمع سے ۱۲۔

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ○

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ○ البتہ بیشک واسطے (قوم)

سبا کے ان کے رہنے کی جگہ میں نشانی تھی دو باغ سیدھے اور بائیں تھے۔ (ہم نے

ان سے کہا کہ) اپنے پروردگار کے رزق سے کھاؤ اور اسکا شکر کرو۔ پاکیزہ شہر ہے اور

بخشنے والا پروردگار ہے۔ پس انھوں نے (توحید سے) منہ پھیر لیا تو ہم نے انپر زور کی

لوٹ بھیجی اور ان کے دونوں باغوں کے عوض دو باغ انھیں ایسے بدلدیے جنمیں

کڑوے پھل اور جھاؤ اور کچھ بیر کے درختوں سے تھے۔ یہ ہم نے انھیں بسبب کفر کے

بدلہ دیا۔ ہم ناشکروں ہی کو سزا دیتے ہیں۔ سبا[1] ایک شخص تھا جسکی نسل سے یمنی عرب کی

ذواتی۔ ذو یثنی ویجمع ویقال فی المؤنث ذات۔ وفی التثنیة ذواتا وفی الجمع ذوات ولا یستعمل شیٔ منہا الا مضافا (مفردات) وھو صفة لجنتین۔ اکل۔ الاکل لما یوکل بضم الکاف وسکونه (مفردات)

اکل خمط۔ قال ابن عباس وغیرہ الخمط الاراك (ابن کثیر) اراک فتح کے ساتھ پیلو کا درخت جس کے جڑ کی مسواک کرتے ہیں (منتخب) الخمط الحامض والمر من کل شیٔ وشجر قاتل (قاموس) قال ابن بری من جعل الخمط الاراك فحق القراءة بالاضافة لان الاکل الجنی (ای الثمر) فاضافه الی الخمط۔ ومن جعل الخمط ثمر الاراك فحق القراءة ان تکون بالتنوین ویکون الخمط بدلا من الاکل۔ وبکل قرأته القراء (تاج العروس) تسمیة البدل جنتین للمشاکلة والتهکم۔ (بیضاوی) واثل۔ قال العوفی عن ابن عباس هو الطرفاء (ابن کثیر) من سدر۔ ای شجر نبق والسدر صنفان نوع منه لا ثمر له ویسمی الضال وهو انسب هٰهنا۔ (خفاجی) [1] فروہ بن مسیک سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ سبا وادی کا نام ہے یا کوئی

اُکُلِ خَمْطٍ بصری ترک تنوین سے بسبب اضافت کے

وَهَلْ يُجٰزٰى اِلَّا الْكَفُوْرُ نافع و مکی و بصری و شامی و شعبہ صیغہ مجہول سے ساتہ یا کے اور کفور نائب فاعل سے یعنی ناشکروں ہی کو سزا دیجاتی ہے

دس اصولِ قبایل ہیں۔ اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی
اشعار[ii] میں بشارت دی تھی۔ (جس شہر میں یہ رہتا تھا اسے بھی سبا کہنے لگے)
یہ شہر ملکِ یمن میں تھا نہایت ہی شاداب و پُر بہار۔ دو رویہ باغ۔ درخت سبز
و میوہ دار۔ غرض ہر طرح کی راحت و نعمت ملی تھی۔ جو انبیا علیہم السلام اُن کے زمانے میں
مبعوث ہوئے ایک زمانے تک انکی اطاعت کی۔ آخر میں ناشکری کی۔ اور توحید
سے منہ موڑا (آفتاب کی پرستش شروع کر دی) اسوقت اللہ تعالے نے سخت سیلاب
بھیجا۔ لوگ متفرق ہو گئے۔ آبادی برباد ہو گئی۔ شیریں میوے کے بدلے جنگلی خاردار
درخت اور بدمزہ پھل پیدا ہوئے۔ یہ ان کے کفر کا بدلہ ہے۔ اور یہ سزا ناشکر و نکو
ہی ہوتی ہے۔ اس ہلاکی کے قبل ایک اور نعمت بھی دی تھی یعنے آباد شہر ملکِ شام تک

(بقیہ صفحہ گذشتہ) پہاڑ ہے یا کیا چیز ہے۔ آپنے فرمایا کہ سبا عرب میں سے ایک شخص تھا جسے دس بیٹے پیدا ہوئے تھے جن میں سے چھے بیٹوں نے دائیں طرف یمن میں اور باقی چار نے بائیں جانب شام میں سکونت اختیار کی تھی۔ جنہوں نے یمن میں سکونت اختیار کی وہ ازد۔ اشعری۔ حمیر۔ کندہ۔ مذحج۔ انمار ہیں۔ انمار ہی کو بجیلہ و خثعم کہتے ہیں۔ جنھوں نے بائیں جانب شام میں سکونت اختیار کی لخم۔ جذام۔ عاملہ۔ غسان۔ ہیں (امام احمد و ترمذی و بخاری اپنی تاریخ میں وغیرہم۔) [i] ابن کثیر نے حدیث مذکور کی اسطرح شرح کی۔ [ii] ابن کثیر نے کتاب الکلیل سے یہ اشعار اسطرح نقل کئے۔

ویملک بعد قحطان نبی ؂ تقی سید خیر الانام ؂ یسمی احمد یا لیت انی ؂ اعمر بعد مبعثہ بعام
فاعضدہ واحبوہ بنصری ؂ بکل مدجج وبکل رام ؂ متی یظہر فکونوا ناصریہ ؂ ومن یلقاہ یبلغہ سلامی

مُتَّصِل واقع تھے۔ جس طرح بیان فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي
بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوْا فِيهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝
فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ
كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ اور ہم نے ان کے اور ان
بستیوں کے درمیان میں جن میں ہم نے برکت دی تھی بستیاں ظاہر بنائی تھیں
اور ہم نے ان بستیوں کے درمیان میں رفتار کو ٹھہرا دیا تھا (اور کہا) کہ رات دن
ان میں امن سے چلو۔ پس انھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں کے
درمیان میں دوری کر دے۔ اور انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ پس ہمنے
ان لوگوں کو کہانیاں بنا دیا اور ہم نے انھیں پورے طور پر پارہ پارہ کر دیا بے شک
اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے نشانیاں ہیں۔ یعنی ان کے شہر سے ملک شام تک
بستیاں ظاہر یعنے پیش نظر تھیں۔ اور سر راہ آبادی سے آبادی ملی ہوی تھی۔ اور
ہر ایک مسافر کے لئے منزل کا اندازہ معلوم تھا۔ مثلاً صبح کو چلا تو قیلولہ کے وقت فلاں
بستی میں پہنچ جائیگا۔ اب کسی بات کی فکر نہ تھی نہ چور کا خوف نہ زاد راہ کی ضرورت۔
دن اور رات میں جب چاہو سیر کرو۔ انھوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ اُکتا گئے۔
اور اسکی ضد کے طالب ہوے۔ کہنے لگے کہ سیر و سفر کا کچھ مزہ نہیں آتا۔

بٰعِدْ کی تفسیر و شام تفصیل ہے

دعا کی کہ پروردگار ہمارے سفر میں فاصلہ ہونا چاہیئے. اس ناشکری کا بدلہ یہ ہوا کہ سب متفرق و پریشان ہوگئے. اور اب لوگ بطور کہانیوں کے ان کے حالات بیان کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسمیں نشانیاں ہیں یعنے ناشکری سے نعمت کو بیقدر نہ جانے ورنہ نعمت جا کر بلا آتی ہے اور اللہ تعالےٰ سے علاقہ ٹوٹ کر شیطان کی پیروی نصیب ہوتی ہے

جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ○ اور البتہ بیشک ابلیس نے اپنے گمان کو ان کے حق میں سچ کر دکھایا. پس انھوں نے اسکی اتباع کی سوائے مومنین کے ایک فریق کے. اور ابلیس کو انپر کچھ حکومت نہ تھی مگر تاکہ ہم جانیں اُس شخص کو جو آخرت کی تصدیق کرتا ہے ایسے شخص سے جو آخرت کی طرف سے شک میں ہے اور (اے نبی) تمھارا رب ہر چیز کا نگہبان ہے. ابلیس نے وقتِ لعنت کہا تھا کہ میں ضرور اولاد آدم کو بہکاؤنگا۔ یہ صرف اسکا گمان تھا لیکن جب ان لوگوں نے اُس کے گمان کے موافق اسکی اتباع کی تو اُسکا گمان سچا ہوگیا. لیکن مومنین[1] اس سے مستثنےٰ ہیں اور شیطان کو

ع ۲ ۲۰ ۶ ۱۲

صَدَّقَ نافع و مکی و بصری و شامی بتخفیف دال سے یعنے اپنے گمان میں ابلیس سچا ہوا۔

[1] اگر من المؤمنین میں من بیانیہ ہے تو کل مومنین نے توحید و رسالت وغیرہ میں شیطان کی پیروی نہیں کی۔ اور اگر من تبعیضیہ ہے تو خواص مومنین مستثنےٰ ہیں۔ ۱۲

زبردستی مجبور کرنیکا تو اختیار نہیں ہے لیکن صرف وسوسے ڈالتا ہے اور وہ بھی اسلئے
تاکہ مخلص و منافق اور مومن و کافر میں امتیاز[۱] ہو جائے۔ اور پروردگار تو ہر ایک
کے موافق اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ **بعد ذکرِ ابلیس متبعینِ ابلیس کو خطاب فرماتا ہے** ع ۱۲

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ (اے نبی کہدو ۲۲

پکارو سوا اللہ کے جنھیں تم (معبود) گمان کرتے ہو۔ وہ ایک ذرہ برابر نہ آسمانوں میں

اور نہ زمین میں مالک ہوتے ہیں اور دونوں (یعنے آسمان و زمین) میں انکی کچھ بھی

شرکت نہیں اور ان (معبودانِ باطل) میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار نہیں یعنی

یہ اصنام نہ بطورِ استقلال کسی شے کے مالک ہیں اور نہ بطورِ شرکت۔ اور نہ وہ خدا کی

مددگاری کرسکتے ہیں۔ پھر یہ کسی طرح بھی خدائی کے سزاوار نہیں ہیں۔ ہاں اقسامِ

۲۳ نفع میں سے ایک شفاعت باقی رہی وہ بھی انھیں حاصل نہیں جسطرح فرماتا ہے۔

۱۱ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا

[۱] چونکہ تمیز سببِ علم ہے اس لئے لنعلم میں علم سے مراد تمیز ہے (خطیب) **حتّٰی**۔ غایتِ مضمون
کلام کے لئے ہے جو انتظارِ اذن پر دال ہے گویا اسطرح ہے کہ لوگ قیامت کے روز منتظر اور ڈرتے
ہوئے کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا خوف اذنِ شفاعت دیکر دور کر دیا جائیگا تو خوش ہوکر
ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا تو وہ کہیں گے کہ قولِ حق کہا یعنے شفاعت کا

اُذِنَ لَهٗ بصری حمزہ کسائی ضمہ ہمزہ کیساتھ بصیغۂ مجہول۔ اور لہٗ قائم مقامِ فاعل ہے

فُزِّعَ شامی ساتھ فتح فا و زا کے بصیغۂ معروف۔ اور فاعل ضمیر مستتر ہے جو لفظ اللہ کیطرف راجع ہے۔

مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ اور اللہ کے نزدیک شفاعت
نفع نہیں دیتی مگر اُسی کو جس کے لئے اُس نے اجازت دی ہے۔ یہانتک کہ جب
ان کے دلوں سے ہیبت کھولدی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا
کہا۔ کہتے ہیں حق کہا۔ اور وہی برتر و بزرگتر ہے۔ اس آیت سے شفاعتِ انبیاء و
اولیا ثابت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو شفاعت کرنیوالوں کے
سردار ہیں۔ آپ کو دنیا ہی میں اذن ملنا احادیث سے ثابت ہو گیا ہے۔ دوبارہ
قیامت میں بھی آپ کو اذن عنایت فرمائیگا تا تمام مخلوق آپ کی دست نگر رہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اذن مسلمانوں کے لئے دیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ تفزیع غایتِ وحی ہے جو مستفاد
قل سے ہے اس لئے کہ وحی کے وقت فرشتوں کو خوف لاحق ہوتا ہے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔
(نیشاپوری) بخاری و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہم ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب اللہ تعالے آسمان پر کوئی حکم نافذ کرتا ہے تو ملائکہ کمال ہیبت و فروتنی سے پر پھڑپھڑاتے
ہیں گویا کہ صاف پتھر پر زنجیر ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے ہیبت دور کی جاتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے
رب نے کیا کہا الخ (در) فزع۔ قال ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما جلی عن قلوبہم (ابن
کثیر) ای ازیل الفزع عنہم۔ یقال قرد البعیر اذا اخذ منہ القراد و یقال لھذا التشدید السلب
(کبیر) لہ بخاری و مسلم نسائی میں ہے کہ اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ یعنے مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ ایسے
بہت سے احادیث ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اہل سنت کے پاس حق و ثابت ہے
برخلاف نجدیہ کہ اون کے پاس آپ کی شفاعت یقینی نہیں چنانچہ اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے
صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ "جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کردے" شفاعت کا پورا بیان اسی تفسیر کے
صفحہ ۱۸۱ سے صفحہ ۲۰۰ تک ہے۔ مقام محمود کی تفسیر میں دیکھو۔ ۱۲

ثبوتِ شفاعت۔

اور جو اس حضور سے منہ پھیرا ئے وہ مردود الٰہی ہوو ے شیخ الہند فرماتے ہیں

آں روز روزِ محمد است. وسخن سخن او. ومہمان او. ودیگراں طفیلی اند الخ یعنی

جب شفاعت کا اذن سُنا جائیگا تو اُس اذن کی سماعت سے خوف طاری ہوجاتا

ہے. اس اذن کے سماع پر ہی موقوف نہیں بلکہ جب اللہ تعالےٰ وحی کے ساتھ

کلام فرماتا ہے تو اہلِ آسمان اُس کلام کو سُن کر ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں اور

غشی کی طرح انکی حالت ہوجاتی ہے غرض ہر طرح کا اختیار اُسی مالک الملک کو

ہے جسطرح فرماتا ہے. قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۲۴

وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا ۲۵

وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ ۲۶

الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ ۲۷

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (اے نبی) کہدو کہ تمھیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے. (اے نبی) کہدو اللہ اور ہم یا تم ضرور

ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں. (اے نبی) کہدو ہم نے جو جرم کیا تم اس سے نہ پوچھے جاؤگے اور تم جو کرتے ہو ہم اس سے

نہ پوچھے جائینگے. (اے نبی) کہدو ہمارا رب ہم سب کو (روزِ قیامت) جمع فرمائیگا پھر ہمارے درمیان عدل کے ساتھ حکم کریگا

اور وہی حکم کرنیوالا جاننے والا ہے. (اے نبی) کہدو مجھے انھیں دکھاؤ جنھیں تم نے اللہ

۱؎ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں ۲؎ ابن جریر. ۳؎ ابن کثیر از
ابن مسعود رضی اللہ عنہ ومسروق وغیرہما. الفتاح. قال ابن عباس القاضی (ابن جریر) الفتاح. الحاکم. (مختار) ۱۲.

کے ساتھ ساجھی بنا کر ملا یا ہے ہرگز (کوئی اسکا شریک) نہیں۔ بلکہ وہی اللہ غالب حکمت والا ہے۔ یعنے آسمان سے پانی برسانا زمین سے کھیتی اگانا یہ کون کرتا ہے۔ اگر وہ شرم سے نہ کہیں تو تم کہدو کہ اللہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے سوا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور ہم یا تم کوئی ایک ان میں سے حق پر ہے اور دوسرا باطل پر لیکن جب ہم نے توحید کا ثبوت دیدیا تو تمھارے گمراہ ہونے میں کچھہ شک نہ رہا۔ اب نہ ہمیں تم سے کچھہ تعلق ہے اور نہ تمھیں ہم سے۔ ہاں قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمھیں ایک میدان میں جمع فرما کے عدل کے ساتھ حکم کریگا پھر ہر شخص اپنے عمل کا عوض پائیگا۔ **بعد مذمتِ شرک و اثباتِ توحید رسالت کا اسطرح بیان** فرماتا ہے۔ **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝** اور (اے نبی) ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہو اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عموم رسالت کی تصریح ہے۔ کہ آپ عرب وعجم سب کے

كافة للناس ۔ قال محمد بن كعب يعنے الى الناس عامة (ابن كثير) اى كافا لهم عن المعاصي ۔ والهاء فيه للمبالغة كقولهم علامة وراوية (مفردات) من الكف بمعنى المنع ۔ لانها ان عمتهم وشملتهم فقد كفتهم ان يخرج منها احد منهم فانتصاب كافة على انها صفة مصدر محذوف (اى ارسالة كافة) ويجوز ان تكون حالا من الكاف (روح) ملـه ابن كثير بن ابي حاتم سے اور وہ

رسول ہیں۔ جسطرح ایک دوسری آیت میں فرمایا۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ
جَمِيْعًا۔ بعد رسالت قیامت کا بیان ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ
تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨ الْقَوْلَ ۚ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى
بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اور کہتے ہیں یہ وعدہ (قیامت کا) کب ہوگا
اگر تم سچے ہو۔ (اے نبی) کہدو تمہارے لئے ایک روز کی میعاد ہے نہ اس سے ایک ساعت
پیچھے رہوگے اور نہ آگے بڑھوگے۔ اور کافروں نے کہا ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان لانیکے
اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے۔ اور کاش کہ (اے مخاطب) تو دیکھے جبکہ یہ ظالم اپنے
رب کے حضور میں کھڑے کئے جائیں گے (اس حال میں کہ) بعض بعض کیطرف گفتگو
کو لوٹائیں گے۔ ناتوان متکبروں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو بیشک ہم مومن ہوتے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابن عباس سے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان والوں پر اور انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے عرض کی انبیاء پر کس چیز سے فضیلت دی ہے۔ فرمایا اللہ تعالے نے فرمایا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمایا وما ارسلناك الا كافة للناس۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جن وانس سب کی طرف بھیجا۔ ابن کثیر نے کہا اسکی تقویت صحیحین سے ہوتی ہے الخ ۱۲۔

الطرف ع ۹ ۳۱-۳۲

فضیلت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

اور متکبر ناتوانوں کو جواب دیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا بعد اس کے کہ

وہ تمھیں پہنچی بلکہ تم (خود ہی) مجرم تھے۔ ان آیتوں میں قیامت کا بیان ہے۔ اور

کافروں کا اس قرآن سے انکار۔ اور اُسکی پاداش و سزا کے وقت منازعت کفار اور

باہم تکرار۔ متبعین کا اپنے سرداروں سے کہنا کہ تم نے ہمیں مسلمان ہونے سے روکا۔ پھر

انکا جواب کہ ہم نے صرف گمراہی کی دعوت دی۔ اور تم اپنی خواہش سے آپ خراب

ہوئے۔ پھر اُن کمزوروں کا دوبارہ کہنا اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ

اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اور ناتوانوں نے متکبروں سے

کہا بلکہ رات دن کا مکر (جو تم ہمارے ساتھ کرتے تھے) جبکہ تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ اللہ کیساتھ

کفر کریں اور اُس کے لئے شریک ٹھہرائیں۔ اور جب عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی چھپائینگے

مکر الیل - ای مکرکم بنا فی اللیل - فحذف المضاف الیه واقیم مقامه الظرف اتساعا یعنی اتسع فی
الظرف باجرائه مجری المفعول به - او جعل لیلهم ونهارهم ماکرین مجازا (روح مختصرا) واسروا
ای اخفی الفریقان من الذین ظلموا الندامة علی الضلال والاضلال لانهم بهتوا بما عاینوا فلم
یقدروا علی النطق - او اظهروا الندامة فانه من الاضداد - اذ الهمزة تصلح للاثبات والسلب
کما فی اشکیته (خفاجی) اغلال - الغلل اصله تدرع الشیء وتوسطه - فالغل مختص بما یقید به
فیجعل الاعضاء وسطه وجمعه اغلال (مفردات) هل - کلمة استفهام وقد یکون بمعنی قد (قاموس)

اور ہم نے کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالدئے۔ نہیں بدلہ دئے جائیں گے
مگر اُسکا جو وہ کرتے تھے۔ غرض دونوں گروہ دل میں پشیمان ہوں گے۔ اور ہیبت سے
منہ سے کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ اور اپنے عمل سے عذاب میں گرفتار رہوں گے۔ اس سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی آخروی دیتا ہے۔ پھر تسلّی دینوی اسطرح دیتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ آیت ۳۴

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے آسودہ لوگوں نے
کہا بیشک تم جس کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ مالداروں اور متکبروں کے
قول کا کچھہ اعتبار نہیں وہ اپنی خود سری سے ہر نبی کو جھٹلاتے تھے اور اسطرح کہتے
تھے۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ
یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ اور کہنے لگے
ہم مال اور اولاد کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہ کیا جائیگا۔ (اے نبی) آیت ۳۵-۳۶

مترفوها ۔ الترفۃ التوسع فی النعمۃ ۔ یقال اترف فلان فهو مترف (مفردات) لہ ایک کافر نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بیشک رسول اللہ ہیں
آپنے پوچھا کہ تو نے یہ کہاں سے جانا۔ عرض کی کہ ہر نبی کے پیرو ذلیل و غریب ہی ہوتے ہیں (جسطرح آپکے
پیرو ہیں) پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ وما ارسلنا فی قریۃ الآیۃ۔ آپنے اس شخص کے پاس کہلا بھیجا کہ
اللہ تعالےٰ نے تمہارے قول کی تصدیق نازل فرمائی (مختصراً از ابن کثیر) ۱۲۔

تصدیق رسالت

کہدو بیشک میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور (جس کیلئے
چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ کافروں نے کہا کہ جب خدا نے دنیا میں
ہمیں اس ناز و نعمت سے سرفراز فرمایا ہے تو آخرت میں بھی عذاب نہ کریگا۔ لیکن انکا یہ خیال
بالکل باطل ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ دنیوی کثرت و قلت کسی شخص کی عزت
و ذلت کی دلیل نہیں۔ بلکہ یہ ہماری مشیت و حکمت ہے۔ ہاں اسکے قرب کی دلیل تو ایمان
و نیک عمل ہیں جسطرح فرمایا۔ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى
اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ
اٰمِنُوْنَ ○ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں کہ ہمارے پاس تمہارا درجہ
نزدیک کردیں مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے تو انہی کیلئے دوہرا بدلہ ہے بسبب اسکے
جو انھوں نے کیا اور وہ بالا خانوں میں مطمئن رہیں گے۔ اسمیں ان کے استدلال کا
فساد بیان فرمایا کہ مال و اولاد موجب تقرب الٰہی نہیں ہے بلکہ ان سے محبت زیادہ
ہو تو ان میں خدا سے دور ہو جانیکا خوف ہے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا ہے ولیکن تمہارے دل

الغرفت غرفہ صیغہ مفرد کے ساتھ جنس کے اعتبار سے اس لئے کہ ہر ایک کے لئے ایک غرفہ ہوگا۔

زلفیٰ۔ ازلفہ قربہ۔ والزلفۃ والزلفیٰ القربۃ والمنزلۃ۔ وھی اسم المصدر کانہ قال بالتی تقربکم عندنا
ازلافا (مختار) ازلافا ای تقریبا۔ جزاء الضعف۔ من اضافۃ المصدر الی المفعول تقدیرہ فاولئک
لھم ان یجازوا الضعف (نیشاپوری) الغرفت۔ جمع غرفۃ ای علیۃ من البناء (مفردات) ۱۲۔

اعمال کو دیکھتا ہے۔ مولانا روم تو اپنے جسم کیطرف بھی زیادہ متوجہ ہونیسے منع کرتے ہیں ؎

درزمینِ دیگراں خانہ مکن | کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن
کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو | کز برائے اوست غمناکیِ تو

اسی مال و جاہ نے کافروں کو سرکش بنا کر حق بات کے روکنے پر آمادہ کیا جس طرح فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے ہرانے میں کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔ (اے نبی) کہدو کہ میرا رب دگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اسکا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب روزی دینے والوں سے بہتر (روزی دینے والا) ہے۔ ہاں اگر مال میں سعادت ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

اے بسا امساک کز انفاق بہ | مالِ حق را جز بامرِ حق مدہ

مُعٰجِزِيْنَ۔ ابتدائے سورہ میں اسکے معنے گذرے۔ ۱؎ یہاں تنگی و فراخی بسبب لفظ لہٗ کے ایک شخص میں باعتبار دو وقتوں کے ہے یعنے ایک ہی شخص کی روزی کبھی کشادہ کرتا ہے اور کبھی تنگ۔ اور سابق میں باعتبار دو شخصوں کے ہے یعنے کسی کی روزی کشادہ کرتا ہے اور کسیکی تنگ۔ ۲؎ یعنے جو کہ روزی پہنچانے میں واسطہ ہیں۔ ۱۲

حدیث میں ہے کہ دو فرشتے ہر صبح میں ندا کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے الٰہی سخی کو عوض دے۔ دوسرا کہتا ہے بخیل کا مال ہلاک کر۔ اب کافروں کا انجام کار بیان فرماتا ہے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ اور جس دن وہ ان سبکو جمع کریگا پھر فرشتوں سے کہیگا کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے۔ فرشتے بولیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ۔ بلکہ یہ لوگ جنات کو پوجتے تھے ان میں کے اکثر انھیں پر ایمان لائے تھے۔ یعنے شیاطین کے وسوسے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ گویا کہ انھیں پوجتے تھے۔ غرض اس سوال وجواب سے

يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ حفص کے سوا سب قراء نون متکلم کے ساتھ دونوں فعلوں میں۔

ـــــــــــــــــــ

لہ ابن کثیر۔ مولانا نے اس حدیث کو اس طرح نظم کیا ہے

گفت پیغمبر کہ دائم بہر پند	دو فرشتہ خوش منادی می کنند
اے خدا تو منفقاں را دہ خلف	وے خدا تو ممسکاں را دہ تلف

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک شخص سے فرمایا کہ خواب میں ایک روپیہ اچھا یا بیداری میں ایک اشرفی اچھی ہے۔ کہا بیداری میں اشرفی اچھی ہے۔ فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے۔ دنیا کی اشیا کو چاہنا بعینہٖ خواب میں محبت کرنا ہے۔ اور آخرت کی چیزوں کو محبوب نہ رکھنا گویا بیداری میں نہ چاہنا ہے (روح) تلہ شاید کہ بعض کفار کی حال کی اطلاع ملائکہ کو نہ تھی اس لئے اکثر کہا۔ یا یہ کہ ایمان عمل باطن ہے۔ اور عمل قلبی کی اطلاع جیسی کہ چاہئے سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہیں۔ اور ظاہر پہ حکم اکثری ہوتا ہے۔ یا اکثر کے معنے کل کے ہیں۔ یا بعض ایسے ہوں کہ جو اپنی قوم کی اتباع سے عبادت کرتے ہوں اور ایمان نہ لاتے ہوں۔ ۱۲

مشرکین کی فضیحت و رسوائی مقصود ہے۔ ملائکہ تو ان سے بری ہو جائیں گے۔ رہے
شیاطین وہ بھی کسی کام نہ آئیں گے جس طرح فرماتا ہے۔ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ پس آج تم میں سے کوئی کسی کے
نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا۔ اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ آگ کا عذاب چکھو
جسے تم جھٹلاتے تھے۔ اور جب ان کے پاس ہماری صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو
کہتے ہیں کہ یہ (نبی) ایک شخص ہی ہے جو تمھیں ان سے جنھیں تمھارے باپ دادا
پوجتے رہے روکنا چاہتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) صرف بنایا ہوا جھوٹ ہے۔ اور
جب ان کے پاس حق بات آتی ہے تو کہتے ہیں یہ تو صریح جادو ہی ہے۔ کافر قرآن مجید
کو کبھی جھوٹ کبھی جادو کہتے۔ لیکن یہ انکی گفتگو محض کورانہ تقلید پر مبنی تھی جس طرح
فرماتا ہے۔ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۝
وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ ع ۵

معشار۔ ای العشر (مفردات) جزء من العشرۃ۔ نکیر۔ ای انکاري وانکرت اذا فعلت به فعلا یردعه (مفردات)

نکیرے وشش وصل میں یا کی زیادتی کے ساتھ۔

اور نہ ہم نے انھیں کچھ کتابیں دی ہیں جنھیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ (اے نبی) تم سے

پہلے کوئی ڈرانے والا انکی طرف بھیجا ہے۔ اور ان کے اگلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا

اور حالانکہ ہمنے جو انھیں دیا تھا اس کے دسویں حصہ کو (مشرکین مکہ) نہیں پہونچے

پس انھوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میری جھڑکی کیسی ہوئی۔ یعنے ان کے

پاس نہ کوئی کتاب ہے نہ رسول۔ اور وہ اس کے پہلے آرزو کیا کرتے تھے کہ عرب میں

بھی کوئی کتاب و رسول آئے جب اللہ تعالے نے اپنے فضل و احسان سے بھیجا

تو انکار کرنے اور جھٹلانے لگے۔ ان کے جھٹلانے سے کیا ہوتا ہے۔ ان کے پہلے لوگ

جو قوت والے گذرے ہیں انکا عذاب سے کیا حال ہوا۔ پھر بیچارے جو ان کے

دسویں حصہ کی قوت[1] کو بھی نہیں پہنچ سکتے کس شمار میں ہیں۔ اسی لئے قبل عذاب

انھیں اسطرح نصیحت کرنیکا حکم فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا

لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ

يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ (اے نبی) کہدو میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت

[1] قال ابن عباس رضی اللہ عنہما معشار ما آتیناھم اے من القوۃ فی الدنیا وکذا قال قتادۃ والسدی وابن زید (ابن کثیر) فرادی۔ واحدا واحدا الفرد الذی لا یختلط بہ غیرہ فھو اعم من الوتر واخص من الواحد وجمعہ فرادی (مفردات) الفرد الوتر وجمعہ افراد وفرادی بالضم علی غیر القیاس کانہ جمع فردان (مختار) ۱۲-

کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے دو دو اور ایک ایک اٹھو پھر غور کرو (تو معلوم ہوگا کہ تمھارے رفیق (یعنے پیغمبر) کو کسی قسم کا جنون نہیں ہے۔ وہ تمھیں صرف ایک سخت عذاب سے جو سامنے ہے ڈرانے والے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بغیر تعصب اور خواہشِ نفسانی کے غور کرو دو دو آدمی ملکر سوچیں تاکہ کثرتِ اقوال سے پریشانی نہو۔ اور ہر ایک دوسرے سے اپنے دل کی بات بیان کرے۔ اور تنہا بھی غور کرو۔ کیونکہ خلوت میں ذہن کو اچھی طرح یکسوئی حاصل ہوتی ہے تاکہ انکی رسالت اور عقل کامل کا ثبوت تمھیں ملجائے۔ اس سے بڑھکر اور کونسا ثبوت چاہتے ہو کہ اس ناصحِ مشفق کو اس نصیحت سے کوئی غرض ذاتی نہیں۔ جسطرح فرماتا ہے۔ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ (اے نبی) کہدو میں نے جو مزدوری مانگی ہے وہ تمھارے ہی لئے ہے میری مزدوری تو اللہ ہی پر ہے۔ اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے۔ یعنے سوال سے جو اجرت حاصل ہو وہ تمھاری ہی ملک ہے۔ اس سے مراد سوال کی نفی ہے۔ یعنے میں تمسے کچھ نہیں چاہتا۔ اس لئے آلِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر زکواۃ حرام ہوئی تاکہ کسی کافر کو یہ شبہ نہو کہ مالِ زکوٰۃ و صدقات سے اپنی آل کا نفع مقصود ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہِ خصوصیت کیا ہے۔ انکا

جواب اسطرح دیتا ہے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝

(اے نبی) کہدو بیشک میرا پروردگار حق بات ڈالتا ہے وہ غیب کی باتیں خوب جاننے والا ہے یعنے جو غیب داں ہے وہی جانتا ہے کہ کون شخص رسول ہونیکے لایق ہے۔ پھر اسپر اپنی وحی القا کرتا ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ اسلام کی ترقی پائدار نہیں پھر کفر کو غلبہ ہوجایگا۔ اسکا جواب اسطرح ادا فرماتا ہے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا

یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ۝ (اے نبی) کہدو کہ حق آیا اور نہ باطل ظہور کریگا اور نہ اعادہ کریگا۔ اس آیت کا نزول مکہ میں ہوا جسوقت مشرکوں کا زور و شور تھا لیکن یہ زبردست پیشگوئی کہ کفر عرب سے نابود ہوجائیگا اچھی طرح سے پوری ہوئی ایسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح مکہ اس آیت کو پڑھکر بتوں کو گراتے تھے۔ گویا زبان حال سے فرماتے تھے کہ ہماری پیشگوئی پوری ہو کر رہی۔ پھر رسالت کے ثبوت میں ایک اور وجہ بیان فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ

وَاِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ۝ (اے نبی) کہدو اگر میں

ومایبدئ۔ مایبدئ ومایعید۔ یہ کلمہ عرب میں ایک ضرب المثل تھا کہ جب کوئی قوم بالکل نیست و نابود ہوجاتی تھی تو اسکی نسبت بولا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لم یبق للباطل مقالة ولا ریاسة ولا کلمة۔ (ابن کثیر) لہ بخاری ومسلم ونسائی وترمذی (از ابن کثیر مختصراً) ۱۲

الغُیُوبِ شعبہ و حمزہ کسرہ غین سے

گمراہ ہوا تو صرف اپنے نفس کے سبب[له] سے گمراہ ہوگا۔ اور اگر میں نے راہ پائی تو بسبب

اسکے جو میرے رب نے میری طرف وحی کی ہے۔ بیشک وہ سننے والا قریب ہی یعنے

نفس کا تابع گمراہ ہوتا ہی۔ میں تو وحی آلہی کا تابع ہوں مجھے ہر طرح سے ہدایت حاصل ہے

کیونکہ اللہ تعالےٰ سنتا ہے اور نزدیک ہی پھر کس طرح مجھے گمراہ ہونے دیگا۔ مثل مشہور ہے

استاد ہی پاس۔ کام آئے راس۔ ہاں جس سالک کو ابھی وصال نہیں ہوا ہی البتہ

وہ سخت اضطراب میں ہی۔ ۵

دوست نزدیک تر از من بمن است	وین عجب ترکہ من ازوے دورم
چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او	درکنار من و من مہجورم ؂

اور جو لوگ اس سے بالکل غافل ہیں تو پردۂ غفلت دور ہوتے ہی انکی یہ حالت

ہوگی جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّکَانٍ

ع ۲ ۶ ع ۱۵ قَرِیْبٍ ۝ وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ ۝ وَّقَدْ کَفَرُوْا اَلتَّنَاؤُشُ بصری و شعبہ حمزہ و کسائی ساتھ ہمزہ کے بجائے واو کے۔

بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ ۝ وَحِیْلَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ

له فانما یضل من تلقاء نفسه (ابن کثیر) من مکان قریب۔ من ظهر الارض الی بطنها او

من الموقف الی النار (بیضاوی) ای بل اخذوا من اول وهلة (ابن کثیر) التناوش

النوش التناول۔ وتناوش القوم کذا تناولوه (مفردات) وهو تمثیل لطلبهم ما لا یمکن (ص) فی الاستخلاص

بالایمان بعد ما فات عنهم (بیضاوی) یقذفون۔ القذف الرمی من بعید استعیر

مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝ اور

(اے نبی) تم اگر دیکھو گے (تعجب کرو گے) جبکہ وہ گھبرائیں گے اور بچ نہ سکیں گے

اور نزدیک جگہ سے (یعنے آسانی سے) پکڑے جائیں گے۔ اور کہیں گے ہم اُن

(محمد صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے۔ اور اتنی دور سے (ایمان) کہاں سے

انکے ہاتھ آسکتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ انھوں نے پہلے اُسے (یعنے رسول سے)

انکار کیا ہے۔ اور دور جگہ سے بے دیکھے تیر چلاتے ہیں۔ (یعنے رسول پر بدگمانی

سے طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں) (اب) ان میں اور اُن چیزوں میں

جنہیں وہ چاہتے تھے روک کر دی گئی جیسا کہ پہلے ان جیسے لوگوں سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) للشتم والعیب کما استعیر الرمی (مفردات) ولعله تمثیل لحالهم فی ذٰلک بحال من یرمی شیأ لایراه من مکان بعید لامجال للظن فی لحوقه (فباء بالغیب بمعنے فی اے فی محل غایب عن نظره او للملابسة) بیضاوی - ویقذفون بالغیب - ویرجمون بالظن والمراد منه المظنون تفسیر للغیب بمعنے الغایب - فالمعنے یتکلمون بما لم ینشأ عن تحقیق ویظهرهم من مکان بعید - ای من جهة بعیدة من حاله علیه السلام حیث ینسبونه الی الشعر والسحر - باشیاعهم - الاشیاع جمع شیع وهی جمع شیعة فالاشیاع جمع الجمع (ابن جریر) مریب - موقع فی الریبة او ذی ریبة (بیضاوی) حاصله انه اما من ارابه اوقعه فی ریبة وتهمة فالهمزة للتعدیه او من اراب الرجل ای صار ذا ریبه وهو مجاز اما بتشبیه للشک بانسان علی انه استعارة مکنیة وتخییلیة او علی انه اسناد مجازی اسند فیه

ساتھ کیا گیا۔ بیشک وہ لوگ (دنیا میں) بڑے شک میں پڑے تھے۔ ان آیتوں میں کافروں کی محرومی و ناامیدی کا بیان ہے کہ وہ قیامت کے روز گھبرائیں گے لیکن گھبرا کر کہیں جا نہ سکیں گے بلکہ آسانی سے گرفتار ہو جائیں گے۔ اس وقت ایمان لائیں گے مگر ایمان انھیں نفع نہ دیگا۔ کیونکہ محلِ قبولِ ایمان یعنی دنیا سے دور ہو کر دارِ آخرت میں آگئے ہیں جو دارِ جزا ہے نہ کہ دارِ ابتلا۔ اس سے پہلے یعنی دنیا میں تو وہ کفر کرتے تھے اور بغیر دیکھے گمان کرتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے عیب لگاتے تھے جو آپ کی شان سے بہت ہی بعید ہیں۔ اب انھیں نہ تو توبہ حاصل ہو سکتی ہے اور نہ مال و اولاد ہی مل سکتی ہے۔ غرض کسی طرح انکی کوئی خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ ان کے پہلے لوگوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا یعنے وہ اپنی خواہشوں سے محروم رہ گئے۔ کیونکہ یہ لوگ دنیا میں شک در شک میں پڑے ہوئے تھے اسی لئے عذاب دیکھنے کے بعد انکا ایمان لانا مقبول نہ ہوگا۔ قتادہ نے فرمایا کہ "شک و شبہ سے بچو۔ کیونکہ جو شخص شک پر مریگا وہ شک پر ہی اٹھایا جائیگا اور یقین والا یقین پر"۔ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کا خاتمہ یقین پر کرے۔ آمین

اعتقادیات میں شک ہلاکت ہے

(بقیہ گذشتہ) ما لصاحب الشك للشك للمبالغة فامله (خفاجی) مریب۔ یقال رابنی کذا و ارابنی فالریب ان تتوهم بالشیئ امرا فینکشف عما تتوهمه (مفردات) ؁ اگرچہ بعض مفسرین نے قتلِ بدر اور موت مراد لی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد روزِ قیامت ہے۔ دونوں میں منافات نہیں کیونکہ موت کے بعد ہی قیامت کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ (ابن کثیر) ؁ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما طلبوا الرجعة الی الدنیا والتوبة مما هم فیه ولیس بحین رجعة ولا توبة وکذا قال محمد بن کعب القرظی رحمه الله (ابن کثیر) ؁ ابن کثیر۔ ۱۲

rah
5
athir

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ

مکی ہے اس کے حروف ۳۱۳۰۔ کلمات ۷۷۷۔ آیات ۴۵ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ

اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

قَدِیْرٌ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا فرشتوں کو

ایلچی بنانے والا ہے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو والے۔ خلقت میں جو

[1] بخاری اور بیہقی دلائل میں کہ سورت فاطر مکہ میں نازل ہوئی (در) فاطر السموات۔ فطر اللہ الخلق وھو ایجاد الشیئ وابداعہ علی ھیئۃ مترشحۃ لفعل من الافعال (مفردات) مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مجھے فاطر کے معنی معلوم نہ تھے۔ یہانتک کہ دو اعرابیوں نے میرے پاس ایک کنوئیں کے بارہ میں اپنا جھگڑا پیش کیا۔ ایک نے کہا کہ میں نے ہی اسے فطر کیا یعنے ابتدا میں کھودا ہے۔ اور فاطر کے معنی بدیع کے بھی ابن عباس سے مروی ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ ہر جگہ قرآن میں فاطر کے معنے خالق کے ہیں (ابن کثیر) یزید۔ قال السدی یزید فی الاجنحۃ وخلقھم ما یشاء۔ و قال الزھری وابن جریج یعنے حسن الصوت رواہ البخاری فی الادب وابن ابی حاتم فی تفسیرہ (ابن کثیر) [2] اور بعضوں کو اس سے بھی زیادہ بازو ہیں جس سے وہ اڑتے میں جیسا کہ

چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں خلقتِ آسمان و زمین و ملائکہ بیان کرکے پھر اپنی کمالِ قدرت کو ذکر فرماتا ہے کہ خلقت میں جسقدر چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ اور یہ زیادتی تمام ہربات کو شامل ہے۔ خواہ وہ ظاہری ہو جیسے خوش آوازی و خوبصورتی۔ خواہ معنوی جیسے فصاحت و علم و محبتِ حق۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اُسی کی مرضی کے موافق تمام امور جاری ہوتی ہیں جسطرح فرمایا۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ اور جو کچھ رحمت لوگوں کے لئے بھیجتا ہے کوئی اوسکا روکنے والا نہیں ہے۔ اور جو روک دے تو اس کے بعد کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ فتوح بھی تمام ہے کبھی مکاسب سے ہے۔ کبھی مواہب ہے۔ پھر مواہب کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک صوری جیسے روزی بغیر کمائی کے۔ دوسری معنوی جیسے علم لدنی بے سیکھے کے ؎

علمِ اہلِ دل نہ از مکتب بود	بلکہ از تلقینِ خاصِ رب بود

جب یہ بات ثابت کردی کہ وہی منعم ہے تو اب اپنی نعمتیں یاد کرنیکا حکم فرماتا ہے۔ کیونکہ انکی یاد سے شکر ادا ہوتا ہے اور شکر قیدِ موجود اور صیدِ معدوم مفقود ہے اسلئے فرمایا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب میں جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے الخ (ابن کثیر)۔ من بعدہ۔ ای من بعد امساکہ (بیضاوی)۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ اے لوگو اپنے پر اللہ کی
نعمت یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے
رزق دے۔ اسکے سوا کوئی معبود ہی نہیں پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ یعنے
جسطرح وہ پیدا کرنے اور رزق دینے میں منفرد ہے اسیطرح اُسکے لئے عبادت
بھی خاص ہے۔ پس تم راہِ توحید سے کیوں پھرے جاتے ہو۔ توحید ہی پہلی
اصل ہے۔ دوسری اصل رسالت ہے اُسکی بھی تم تکذیب کرتے ہو جسطرح فرمایا۔
وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝
اور اے نبی اگر تمھیں جھٹلائیں تو تمسے پہلے پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں۔ اور سب
کام اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہی تمھیں صبر کی جزا۔ اُنھیں تکذیب
کی سزا دیگا۔ تیسری اصل حشر ہے اُسے بھی تم بھول کر دنیا میں لگ گئے۔ اسلئے
آگاہ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ
وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا

تؤفکون۔ الافک بالفتح مصدر افکہ ای قلبہ وصرفہ عن شیئ وبابہ ضرب (صحاح) اسکی
تفصیل صفحہ ۱۳۰۹ میں گذری۔ الغرور۔ ای الشیطان قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہما
(ابن کثیر) اسکی مثل آیت آخر سورۂ لقمان میں گذری۔ ۱۲۰

يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ اے لوگو بیشک اللہ کا وعدہ برحق
ہے تو دنیوی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور دغاباز (شیطان) اللہ کے
بارے میں تمھیں فریب نہ دے۔ بیشک شیطان تمھارا دشمن ہے تو تم (بھی) اسے
دشمن سمجھو۔ وہ صرف اپنے لوگوں کو بلاتا ہے تاکہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں
یعنے کہیں ایسا نہو کہ شیطان باوجود اصرار گناہ کے مغفرت کی آرزو تمھیں دلائے
جسطرح کوئی زہر کھائے اس امید پر کہ طبیعت دفع کریگی یا طبیب سنبھال لیگا۔
شیطان چونکہ تمھارا دشمن ہے اسلئے تم بھی کوئی بات اسکی نہ مانو۔ بلکہ جہانتک
ہوسکے اسکی مخالفت پر کمر باندھو۔ کیونکہ شیطان والے اور اللہ والے دونوں
برابر نہیں ہوتے۔ جسطرح فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۧ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ ع ۲ ۱۷ ۷
فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ
نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ جو کافر ہوئے انکے لئے

حزبہ۔ حزب الرجل اصحابه والحزب ایضا الطائفة (مختار) سوء عمله۔ ای عمله السیّئ
فهو من اضافة الصفة للموصوف۔ فلا تذهب نفسك علیهم حسرات۔ کنایة
عن الموت (مفردات) حسرات۔ مفعول له والجمع للدلالة علی تضاعف اغتمامه
علیه السلام علی احوالهم (بیضاوی) ١٢۔

سخت عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا
بدلہ ہے۔ پس کیا وہ شخص جسکے لیے اسکا برا کام زینت دیا گیا تو اسنے اسے اچھا سمجھا
(ہدایت یافتہ کے برابر ہے) پس بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے
ہدایت دیتا ہے پس (اے نبی) ان پر حسرتیں کر کر کے (کہیں) تمھاری جان نہ جائے۔
بیشک جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔ وعید کفار و وعدۂ ابرار کے بعد گمراہ
و ہدایت یافتہ کا برابر نہ ہونا اسطرح بیان فرماتا ہے کہ وہ شخص جو کہ خواہشات نفسانی
اور لذات حیوانی میں ایسا منہمک ہوا کہ اپنے برے کام کو بھی اچھا سمجھنے لگا ہے کیا اس
شخص کے برابر ہیں ہے جو برے کو برا اور اچھے کو اچھا سمجھتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے
گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اسلئے اے نبی کریم آپ ان گمراہوں کا
رنج و غم نہ کھائے بیشک اللہ ان کے کردار بد سے آگاہ ہے۔ انھیں ضرور قیامت
میں ان کے اعمال بد کی سزا دیگا۔ چنانچہ قیامت کو ایک مثال سے ثابت فرماتا ہے

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ اور اللہ وہی ہے جس نے

الرِّیٰح بالافراد کی حمزہ کسائی

؎ قال السکاکی فی باب الایجاز تتمتہ کمن ھدی اللہ فحذف لدلالۃ فان اللہ یضل الخ
(خفاجی) النشور۔ نشر المیت فھو ناشر عاش بعد الموت وبابہ دخل ومنہ یوم النشور
وانشرہ اللہ تعالی احیاہ (مختار) ۱۲۔

ہواؤنکو بھیجا پھر وہ ابر کو اٹھاتی ہیں پھر ہمنے ابر کو مردہ شہر کی طرف ہانکا پھر اس سے

زمین کو اسکے مرجانے کے بعد زندہ کیا۔ اسی طرح جی اٹھنا ہے۔ جو ایسا قادر ہے

اُسی سے کامل تعلق پیدا کرنے میں دین و دنیا کی عزت حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے ۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ

الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ جو شخص عزت چاہتا ہے تو

سب عزت اللہ ہی کے لئے ہے (اسی سے طلب کرے) پاکیزہ کلمے اُسی کی طرف

چڑھتے ہیں اور نیک کام کلمونکو بلند کرتا ہے اور جو لوگ بُرے مکر کرتے ہیں

ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اونکا مکر خود (ہی) نابود ہو جائیگا۔ پاکیزہ کلموں سے

يصعد۔ الصعود الذهاب فی المکان العالی۔ واستعير الصعود لما يصل من العبد الى الله كما استعير النزول لما يصل من الله الى العبد (مفردات) يمكرون۔ المكرات السيأت يعنى السيأت منصوب على انه صفة المصدر۔ (خفاجی) يبور۔ بار عمله بطل وبار فلان يبور بوارا بالفتح هلك وابارہ الله اهلكه (مختار) [1] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہیں خواہ وہ جلال الٰہی کا ذکر ہو یا تسبیح و تکبیر اور تحمید و تہلیل ہو تو وہ کلمات عرش کے گرد پہنچتے ہیں اور شہد کی مکھیوں کی آواز کے مانند انکی آواز ہوتی ہے اور ذکر کرنے والے کے نام سے مذکور ہوتے ہیں۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اس بات کو نہیں چاہتا کہ اللہ تعالے کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کے باعث اسکا ذکر کیا جائے (ابن کثیر از امام احمد و ابن ماجہ) یہاں تین تفسیریں ہیں اول یہ کہ

مراد ذکر و تلاوت و دعا ہے۔ نیک کام سے مراد فرایض کا ادا کرنا ہے۔ جو شخص بغیر
ادائے فرایض ذکر و تلاوت میں مشغول ہو تو نامقبول ہے۔ عمل صالح کے بعد کید و
مکر کا بیان فرمایا کہ مکاری کسی طرح مفید نہیں بلکہ ہر طرح سے مضر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ
سے کسی کی مکاری چھپ سکتی ہے اور نہ کوئی مکار قبضۂ قدرتِ خداوندی
سے نکل سکتا ہے چنانچہ اپنے علم و قدرت کا بیان اسطرح فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ

خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ جَعَلَکُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا
تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِہٖۤ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یرفعہ کا فاعل عمل صالح ہے ضمیر منصوب کلم کی طرف ہے یعنے کلماتِ طیب کو
عمل صالح بلند کرتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کلم طیب ذکرِ الٰہی ہے اور عمل صالح
فرایض کا ادا کرنا ہے۔ جو شخص فرایض ادا کرکے ذکر الٰہی کریگا تو یہ عمل صالح اوسکو بارگاہِ الٰہی تک
بلند کریگا اور جو شخص بغیر فرایض ادا کرنے کے ذکر کریگا تو اسکا ذکر اسکے عمال پر رد کیا جائیگا اور وہ اسی کے
پاس پڑا رہیگا۔ دوم یہ کہ یرفعہ کا فاعل کلم طیب ہے اور ضمیر منصوب عمل صالح کی طرف راجع ہے
یعنے کلم طیب ہی عمل صالح کو بلند کرتے ہیں۔ یہاں کلم طیب سے مراد کلمۂ توحید ہے کیونکہ اسکے بغیر
تمام اعمالِ صالحہ نامقبول ہیں سوم یہ کہ یرفعہ کا فاعل اللہ تعالےٰ ہے تو معنی یہ ہوے کہ عملِ صالح
ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالےٰ بلند کرتا ہے یعنے قبول فرماتا ہے۔ عُمُرِہٖ ۔ اس ضمیر کا مرجع
نظیر مذکور کی طرف ہے نہ عین اُسکی طرف۔ جسطرح کہتے ہیں لہٗ عَلَیَّ درھمٌ ونصفہٗ یعنے دوسرے
درہم کا نصف۔ تو یہاں بھی اسی طرح دو شخصوں کی عمر مراد ہے۔ کہ ایک کی عمر بڑی ہوتی ہے دوسرے کی
چھوٹی یہ صنعتِ استخدام یا شبیہ باستخدام ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ ایک ہی شخص ہے اور

ابن قتیبہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ اور اللہ نے تمھیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تمھیں جوڑے بنایا۔ اور نہ کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اللہ کو معلوم ہے اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور نہ کسی کی کم مگر کتاب (لوح محفوظ) میں ہے بیشک یہ اللہ کو آسان ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے تمھارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور تمھیں نطفہ سے مرد عورت پیدا کیا تاکہ ایک دوسرے سے آرام و سکون پائے۔ پھر اپنے کمالِ علم کو بیان فرماتا ہے کہ حاملہ کے حمل و وضع کی پوری پوری کیفیت مجھے معلوم ہے۔ بعدازاں اپنے ارادہ کا نافذ ہونا بیان فرماتا ہے کہ جسکی جو عمر لکھدی گئی ہے اسمیں کمی بیشی ممکن نہیں اور یہ حفظ زیادت و نقصان اللہ کے پاس سہل ہے۔ صوفیۂ کرام فرماتے ہیں کہ نقصانِ عمر تو یہی ہے کہ جو دم غیر یادِ حق میں گذرے۔ حافظ ؎

فدائے دوست نہ کردیم عمر و مال دریغ	کہ کارِ عشق زما ایں قدر نمی آید

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ضمیر کا مرجع بعینہٖ وہی اوّل ہے۔ مثلاً ایک شخص کی عمر سو سال کی لکھی جاتی ہے۔ پھر اس کے نیچے لکھا جاتا ہے کہ ایک دن گذرا دو دن گذرے اسی طرح اب پہلی تحریر وہ عمر کا زیادہ ہونا ہے۔ بعد کی جو تحریر ہے وہی کمی عمر ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ایک ہی شخص کی عمر میں کمی و زیادتی اسبابِ مختلفہ کے اعتبار سے ہے جو لوح محفوظ میں مکتوب ہیں۔ مثلاً اگر یہ حج کریگا تو اسکی عمر ساٹھ سال کی ہوگی۔ ورنہ چالیس کی (ملخص عن التفاسیر) ۱۲

آپ خیال کیجے کہ ایک شخص ایک ساعت ہر روز خدا کی یاد میں گذارے۔ دوسرا دس ساعت اب پہلے شخص کے دس سال اور دوسرے کا ایک سال بلحاظِ ذکرِ حق برابر ہے۔ مولوی جامی ؎

ہر دم از عمرِ گرامی ہست گنجِ بے بدل	میرود گنجِ چنیں ہر لحظہ بربادٍ آہ آہ

پھر ایک اور دلیل اپنی قدرتِ عظیم کی بیان فرماتا ہے۔ وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ط وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ج وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اور دو سمند

عذب - ماء عذب طیب بارد۔ فرات - الفرات الماء العذب یقال الواحد والجمع (مفردات) والفرات الذی یکسر العطش (بیضاوی) سائغ - السائغ الذی یسهل انحداره (بیضاوی -) اجاج - شدید الملوحة ای المر - مواخر - یقال سفینة ماخرة - اذا جرت تشق الماء مع صوت - والجمع المواخر کما فی المفردات - پس معنے یہ ہوے کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی چلتی ہیں۔ اور ان کے چلنے کا باعث ہوا ہے۔ جو قبضۂ حق میں ہے۔ بطورِ اشارات یہ مثال کافر و مومن کی ہے جیسے یہ دونوں دریا برابر نہیں۔ اسی طرح کافر و مومن کا حال ہے۔ ایک حلاوتِ ایمان سے چشمۂ شیرینِ عرفاں ہے۔ دوسرا تلخیِ عصیاں سے چشمۂ شورِ کفر و طغیاں ہے۔ و آبِ حیات سے نقشِ سراب۔ یہ عینِ خطا وہ محض صواب ہے۔ یا صاحبِ قبض و بسط کا حال ہے۔ پہلا تو ہموم و آلام میں ہے۔ دوسرا

برابر نہیں ہوسکتے یہ (ایک تو) شیریں پیاس بجھانے والا ہے جسکا پانی
خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) کھاری کڑوا ہے۔ اور ہر ایک سے تازہ گوشت
کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔ اور (اے مخاطب) تو کشتیوں کو
سمندر میں دیکھتا ہے کہ پھاڑتی (چلتی) ہیں تا کہ تم خدا کا فضل تلاش
کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ کی قدرت عظیم اور اسکے
احسان واکرام کا بیان ہے کہ دریا میں مچھلی وغیرہ تر و تازہ گوشت کھانے کیلئے
سونی موتی پیدا کیا تجارت وغیرہ کیلئے کشتیاں چلائیں۔ اب بھی جو اسکا
شکر نہ کرے اور اس کے حکم پر نہ چلے تو پھر اسے کہاں ٹھکانا ملے جب اختلاف
ذوات کا جو اسکے بدیع صنعت پر دال ہے ذکر فرما چکا تو اسکے بعد اختلاف
اوقات کا جو اسکے بدیع قدرت پر دال ہے اس طرح ذکر فرماتا ہے۔ يُوْلِجُ

الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سر و آرام ہیں۔ وہ وصفِ عبودیت سے نالاں وگریاں ہے۔ یہ شہودِ
ربوبیت سے شاداں وخنداں۔ پھر وہی صاحبِ قبض کا جب دردِ فراق حد سے زیادہ
ہو جاتا ہے۔ در بسط وانبساط کھل جاتا ہے۔ اسوقت ان الفاظ میں شکریہ ادا کرتا ہے۔
آہی دردِ دل درماں ہوا۔ زخمِ جگر مرہم بنا۔ ہجر کی ڈراؤنی رات وصال کی سہانی شب
ہو گئی۔ اللھم ادم بالنعمہ واحفظنا عن الزوال۔ ۱۲۔

آیت ۱۳ و ۱۲

35

لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۚ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ
سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ
مِثْلُ خَبِيْرٍ ۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا
ہے اور سورج اور چاند کو مطیع کیا ہے ہر ایک وقت معین تک چلتا ہے ۔ یہی اللہ
تمھارا پروردگار ہے سلطنت اسی کی ہے اور تم اسکے سوا جنھیں پکارتے ہو وہ ذرہ
بھی قدرت نہیں رکھتے ۔ اور اگر انھیں پکارو تو تمھاری پکار نہ سنیں گے اور
اگر سن لیں تو تمھاری بات نہ مانیں گے اور قیامت کے روز تمھارے شرک سے
انکار کرینگے اور (اے نبی) تمھیں خبردار (یعنے اللہ) کے جیسا کوئی نہ بتائیگا ۔ ایہ
ان لوگونکا رد ہے جو ستارونکی پرستش کرتے ہیں اور حوادثات عالم کو مستقل طور پر

قطمیر ۔ قال ابن عباس وغیرہ هو اللفافة التی تکون علی نواة التمر (ابن کثیر) وهو مثل فی القلة
والحقارة کالنقیر الذی هو النکتة فی ظهر النواة ومنه ینبت النخل ۔ والفتیل الذی فی شق النواة
علی هیئة الخیط المفتول (روح) استجابوا ۔ الاستجابة قیل هی الاجابة وحقیقتها
التحری للجواب والتهیؤ له لکن عبر به عن الاجابة لقلة انفکاکها منها (مفردات) ولا ینبئك
مثل خبیر ۔ یہ عرب میں ایک ضرب المثل ہے ۔ اسے ایسے مخبر کی خبر وہیں استعمال کرتے ہیں جسکا
کلام معتمد اور موافق واقع ہوتا ہے ۔ لہ قال قتادہ یعنی نفسه تبارك وتعالی (ابن کثیر) ۔۱۲

انھی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ کوئی کسی چیز کا مالک نہیں اور کسی میں کچھ قدرت نہیں۔ میرا یہ بیان سچا ہے کیونکہ مجھ سے بڑھکر کون علیم و خبیر ہو سکتا ہے۔ اب اس سے جو نتیجہ نکلا اُسے بیان فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ وہی بے نیاز سراہا ہوا ہے۔ انتم الفقراء کا خطاب صرف انسان ہی کو ہوا فرشتوں کو نہیں ہوا۔ یہ اسلئے کہ ساری مخلوق افعالِ الٰہی کی محتاج ہے لیکن انسان ذات و صفاتِ الٰہی کا جسطرح بادشاہ کی تمام رعیت مال و ملک کی محتاج ہوتی ہے مگر عشاق ذات و صفاتِ سلطان کے محتاج ہوتے ہیں ؎

کامِ عاشق دولتِ دیدارِ یار
قصدِ زاہد جنت و نقش و نگار

وہ پروردگار غنی ہے اور غنی بھی ایسا کہ ہمارے وجود سے بھی مستغنی۔ اُس کے اثرِ قدرت کا ظہور ہمارا محتاج نہیں اسی لیے فرمایا۔ اِنْ یَّشَاْ[1] یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۚ وَمَا ذٰلِکَ[2] عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝ اگر وہ چاہے تو تمھیں لیجائے

[1] حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے فرمایا کہ دفع وسوسہ کے لئے اس طرح پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْخَلَّاقِ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔ (بہجت الاسرار)۔

[2] ذالک۔ یعنے تمھیں لیجانا اور دوسروں کو لانا ۔ ۱۲

اور ایک نئی مخلوق لائے۔ اور یہ اللہ پر مشکل نہیں ہے۔ اس آیت میں لوگوں کیلئے
وعظ و تنبیہ ہے کہ اگر تم برائی سے باز نہ آؤ گے تو اللہ تعالے تمھیں فنا کرکے دوسری
مخلوق پیدا کرسکتا ہے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے کوئی چیز اسکے پاس مشکل نہیں ہے
پھر روزِ قیامت زندہ کریگا جہاں تمھیں اپنے کیے کی سزا آپ بھگتنی پڑیگی
جسطرح فرماتا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا
لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ
الْمَصِيْرُ ۝ اور کوئی اٹھانے والا (قیامت میں) دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگا۔
اور اگر کوئی بوجھل (دوسرے کو) اپنے بوجھ کی طرف بلائے تو (بھی) اسمیں سے
کچھ نہ اٹھایا جائیگا اگرچہ وہ قرابت دار ہو۔ (اے نبی) تم صرف اُن لوگوں کو
ڈراتے ہو جو اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قایم رکھتے ہیں
اور جو کوئی پاک ہوتا ہے اپنے ہی نفس کیلئے پاک ہوتا ہے۔ اور اللہ ہی کی
طرف لوٹنا ہے۔ یعنے کوئی گنہگار دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائیگا اگرچہ اسے

وزر۔ الملجأ الذي يلتجأ اليه من الجبل قال تعالى كلا لا وزر۔ والوزر الثقل تشبيها بوزر الجبل
ويعبر بذلك عن الاثم كما يعبر عنه بالثقل والوزير المتحمل ثقل اميره وشغله (مفردات)۱۲

بلائے اور وہ عزیز و قرابت دار ہی کیوں نہو۔ کیونکہ اُس روز ہر ایک کو اپنی اپنی
پڑیگی کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔ ای نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری نصیحت اُن ہی
کو نفع دیگی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اُسکے احکام نماز وغیرہ ادا کرتے ہیں
اور جو شخص اپنا تزکیہ و تصفیہ کریگا تو اُس سے اُسی کا فائدہ ہے۔ کیونکہ پھر اللہ کے
پاس ہی جانا ہے جو کہ ہر عامل کو اُسکے عمل کا بدلہ دیگا۔ بُرے کو بُرائی کا بھلے کو
بھلائی کا۔ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ نیک و بد برابر ہو جائیں جسطرح فرماتا ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ وَلَا الظِّلُّ
وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ اور نابینا اور بینا

برابر نہیں ہوتے۔ اور نہ تاریکی اور روشنی (برابر ہوتے ہیں) اور نہ سایہ اور دھوپ
اور نہ زندے اور مُردے برابر ہوتے ہیں۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔
اور (اے نبی) تم اُنکو جو قبروں میں ہیں نہیں سنا سکتے۔ تم صرف ڈرانے والے ہو
بیشک ہم نے تمھیں حق کیساتھ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے (بناکر) بھیجا

الحرور۔ الریح الحارۃ (مفردات) ۔ فعول من الحق غلب علی السموم (بیضاوی)

اور کوئی امت نہیں ہوئی مگر (یہ کہ) اسمیں ڈرانے والا گذرا۔ یعنے جس طرح
اشیاء متباینہ و مختلفہ برابر نہیں ہوتے بلکہ انمیں بڑا فرق ہوتا ہے اسیطرح کافر و
مومن و جاہل و عالم اور کفر و توحید بھی مساوی نہیں ہوتے۔ ہاں اللہ تعالےٰ میں
قدرت ہے کہ وہ قلب ماہیت کرے اور جسے چاہے اپنی بات سننے اور اُس پر
عمل کرنیکی ہدایت دے۔ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تم اُن کافروں کو جو شقی ازلی
مثل مُردوں کے ہیں نہیں سنا سکتے تمھارے ذمہ صرف تبلیغ ہے۔ ہدایت و ضلالت
ہمارے ہاتھ ہے مسلمانوں کو خوشخبری دینا اور کافروں کو ڈرانا تمھارا کام ہے
تم ہی موقوف نہیں بلکہ ہر ایک امت میں ڈرانے والا گذرا ہے اور امتوں میں سے
اکثر لوگ ایمان نہیں لائے پھر تم ان کافروں کے ایمان نہ لانے اور تمھیں جھٹلانے
کیوں رنجیدہ ہوتے ہو جسطرح فرماتا ہے۔ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ثُمَّ اَخَذْتُ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ اور (اے نبی) اگر تمھیں جھٹلائیں تو رنجیدہ
نہو اس سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا ہے۔ جنکے پاس اُن کے رسول معجزے

بالزبر۔ ای بالکتب قال الراغب فی المفردات وزبرٌ مصدر سمی به کالکتاب ثم جمع علی زبر
کما جمع کتاب علی کتب۔ نکیر۔ ای انکاری وانکرت اذا فعلت به فعلا یردعه (مفردات) ۱۲

اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے۔ پھر میں نے کافروں کو گرفتار کیا پس میری
پھٹکار کیسی ہوئی۔ اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تسلی ہے کہ رسولوں کو
جھٹلانے والے ہمیشہ برباد ہوئے ہیں آپ تو سید رسل ہو۔ آپکے جھٹلانیوالے تو
ضرور ہی برباد ہو جاینگے۔ اگر کسیکو شبہ ہو کہ کتب و دلایل جب باعث ہدایت
ہیں تو موجب ضلالت کسطرح ہوئے۔ فرماتا ہے کہ انکی مثال پانی کی سی ہے جو
مختلف مقامات میں مختلف طور پر ظہور دکھاتا ہے جسطرح فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ
بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ آیت ۲۷

جدد- قال ابن عباس رضی اللہ عنہما الطرایق وکذا قال ابو مالك والحسن وقتادة السدی
(ابن کثیر) جمع جدة ای طریقة ظاهرة من قولهم طریق مجد ودای مسلوك مقطوع ومنه
جادة الطریق (مفردات) فعلة بمعنی المفعول من جد اذا قطعه وقال ابو الفضل هی
من الطرایق ما یخالف لونه لون مایلیه ومنه جدة الحمار للخط الذی فی وسط ظهره
یخالف لونه (خفاجی) مختلف الوانہا۔ الوان فاعل مختلف ہے۔ نہ مبتدا۔ کیونکہ اگر ایسا
ہوتا تو مختلفۃ کہا جاتا۔ اور مختلف بیض وحمر کی صفت ہے اور اختلاف سے مراد ان کے رنگ
کا تفاوت ہے۔ یعنے بعض کی سفیدی بعض سے زیادہ ہے اسیطرح بعض تو نہایت سرخ ہیں
اور بعض ہلکے رنگ کے۔ چونکہ نفس سفیدی اور نفس سرخی بھی مختلف ہے۔ اسلئے لفظ الوان
جمع ہے جو مضاف ہے ایسی ضمیر کی طرف جسکا مرجع ہر ایک بیض وحمر میں سے ہے۔ تو ہر ایک انمیں
سے انہیں کئی رنگ ہونگے (ملخص تفاسیر) غرابیب- عرب کہتے ہیں ھو اسود غربیب

وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ۭ

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۔ کیا (اے مخاطب) تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان

سے پانی برسایا پھر ہم نے اُس سے میوے جنکے رنگ طرح طرح کے ہیں نکالے

اور پہاڑوں سے سرخ و سفید ابھار (والے) جنکے رنگ مختلف ہیں اور

(بعض) نہایت سیاہ۔ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں

سے بھی کہ جن کے رنگ طرح طرح کے ہیں۔ اللہ کے بندوں میں سے عالم ہی

اُس سے ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ غالب بخشنے والا ہے۔ اللہ تعالے انہیں

بندونکو اپنی کمالِ قدرت سے آگاہ فرماتا ہے کہ ایک ہی شے یعنی پانی سے مختلف

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جبکہ وہ سیاہی کو شدت سے موصوف کرنا چاہتے ہیں (ابن جریر) قیل جمع غربیب
وهو المشبه للغراب فی السواد (مفردات) وغرابیب عطف علی بیض او علی جدد کانه قیل ومن الجبال
ذو جدة مختلفة اللون۔ ومنها غرابیب متحد اللون (بیضاوی) غرابیب تاکید سود ہے اور موکد
تاکید سے مقدم چاہئے۔ یہاں سود اس کے برعکس ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ موکد محذوف ہے
اور تقدیری طور پر سود غرابیب سود ہے۔ اُس مضمر کا یہ مفسر ہے۔ اور محذوف بدلیل مثل
مذکور ہے۔ اور اس اضمار و اظہار میں بسبب تکرار مزید تاکید ہے (ملخص) لہ اے ذو جدد
بحذف المضاف ان لم یقصد المبالغة۔ لان الجبال لیست نفس الطرائق
وماله ان الجبال مختلفة الوانها فیناسب قرینیه لانه المقصود (خفاجی) ۱۲

رنگ کے میوے لال پیلے سبز سفید وغیرہ پیدا فرمائے۔ پھر اونچی توجہ دی فرمایا اسیطرح پہاڑ ایس والے بھی بعض مرکے سفید بعضے سرخ مختلف[1] رنگ کے پیدا کئے اور بعض تو ایک رنگ کالے کٹ ہیں جسطرح پھل اور پہاڑ طرح طرح کے ہیں یہی حال آدمیوں اور جانوروں کا ہے۔ لیکن ان دلائل وصنایع میں غور کرکے اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا علما کا ہی کام ہے کیونکہ جسکی معرفت کامل ہوگی اُسے خوف بھی زیادہ ہوگا چنانچہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کا علم بھی سب سے زیادہ تھا اور خوف وخشیت بھی سب سے بڑھکر۔ فرماتے ہیں[2] اِنِّیْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْیَةً۔ یہ[3] بھی ارشاد ہے لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا۔ یعنے جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت ہی کم ہنستے اور بہت روتے[4] سعید بن جبیر نے فرمایا کہ خشیت وہ ہے جو تجھے معصیت الٰہی سے مانع ہو وے۔ حضرت[5] ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کثرت حدیث کا نام علم نہیں ہے۔ بلکہ خشیت وخوف کا زیادہ ہونا علم ہے حضرت مالک نے فرمایا کہ کثرت روایت سے علم نہیں ہے بلکہ علم ایک نور ہے کہ

---

[1] باعتبار معنی کے ماقبل پر معطوف ہے اے وخلق الجبال۔ [2] بخاری ومسلم۔ [3] متفق علیہ (خازن) [4] ابن کثیر۔ [5] ابن کثیر امام احمد زہد میں (در) ۱۲

جیسے اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں پیدا فرماتا ہے۔ ایک؎ بزرگ نے فرمایا کہ عالم تین
قسم کے ہوتے ہیں (۱) عالم باللہ و بامر اللہ (۲) عالم باللہ لیکن امر نہیں جانتا۔
(۳) امر اللہ جانتا ہے مگر عالم باللہ نہیں۔ پہلا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور حدود
وفرایض جانتا ہے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ سے تو ڈرتا ہے لیکن حدود و فرایض سے
آگاہ نہیں۔ تیسرا حدود و فرایض تو جانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔
بعد خوف و خشیت جو عمل قلبی ہے اور جسکا اظہار زبان و اعضا پر موقوف
ہے اس لئے تلاوت قرآن و نماز و صدقہ کا ذکر فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ
کِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ
تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۙ لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ
شَكُوۡرٌ وَالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ هُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ
يَدَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيۡرٌۢ بَصِيۡرٌ بیشک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے
ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا اسمیں سے پوشیدہ و ظاہر خرچ
کرتے ہیں وہ ایسی سوداگری کی امید رکھتے ہیں جو کبھی تباہ نہ ہوگی۔ تاکہ
اللہ انھیں انکے اجر پورے دے اور اپنے فضل سے زیادہ دے۔ بیشک وہ
بخشنے والا قدردان ہے۔ اور (اے نبی) جو کتاب ہم نے تمھاری طرف وحی

؎ ابن کثیر

کی ہے وہی برحق ہے تصدیق کرنے والی ہے۔ اُن (کتابوں) کی جو اس سے
پہلے ہیں۔ بیشک اللہ اپنے بندوں سے خوب خبردار دیکھنے والا ہے۔ قرآن مجید
ہی سب کتابوں کے لئے معیار ہے۔ اگر کوئی بات کسی کتاب میں بھی اس کے خلاف
ہو تو وہ بے اصل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے قرآن کا حافظ ہے۔ اور اس امت
مرحومہ کو اسکا وارث بنایا جس طرح فرمایا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ
اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۭ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۔ پھر ہم نے
کتاب کا وارث بنایا انکو جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا پس
انمیں سے کوئی اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ اور کوئی انمیں میانہ رو ہے۔ اور کوئی
انمیں سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والا ہے اللہ کے حکم سے۔ یہی بڑا فضل ہے
ہمیشہ رہنے کے باغ جنمیں وہ داخل ہوں گے وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی
پہنائے جائیں گے۔ اور وہاں انکا لباس ریشمی ہوگا یعنے پروردگار نے اس امت
مرحومہ کو تمام کتابوں کا اسطرح وارث بنایا[1] کہ قرآن مجید کو جو سب کتب کا جامع ہے

[1] وراثتِ کتاب کے لئے اُسپر پورا عمل کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ فخلف

ظالم و مقتصد و سابق بالخیرات - آیت ۳۲ ۳۳

انھیں عطا فرمایا۔ پھر اس امت میں تین قسم کے لوگ ہوئے (۱) ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ جو بعض فرائض چھوڑتا اور بعض محرمات کا مرتکب ہوتا ہے (۲) مُّقْتَصِدٌ جو بعض فرائض بجا لاتا اور محرمات سے بھی باز رہتا ہے مگر کبھی بعض مستحبات ترک کرتا اور بعض مکروہات میں مبتلا ہوتا ہے (۳) سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ جو فرائض و مستحبات ادا کرتا ہے اور محرمات و مکروہات بلکہ بعض مباحات کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر کتاب منزلہ کا وارث بنایا انمیں کا ظالم مغفورؓ ہے۔ انکے مقتصد سے تھوڑا حساب ہوگا۔ انکا سابق بےحساب

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتٰبَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے گنہگار کو کتاب کا وارث فرمایا۔ اور اصطفا کے لئے ہی ظلم کی صفت سے بچنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام کو اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ فرما رہا ہے اور وہ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا عرض کر رہے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی ظالم لنفسہ وراثت کتاب اور اصطفے میں داخل ہے لہ ابن کثیر۔ ؎ ابن کثیر۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھکر فرمایا کہ یہ سب جنت کے ایک مقام میں ہیں ترمذی نے اسکی تخریج کی اور کہا یہ حدیث حسن و غریب ہے اور حضرت عمر ابن خطاب نے اس آیت کو منبر پر پڑھکر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سَابِقُنَا سَابِقٌ وَمُقْتَصِدُنَا نَاجٍ وظالمنا مغفور۔ بغوی نے اپنی سند سے اسکی تخریج کی (خازن) ابو الجارود کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی یعنی امام باقر سے پوچھا کہ ظالم لنفسہ سے کیا مراد ہے۔ فرمایا یہ وہی شخص ہے جسنے اچھے عمل کے ساتھ برے عمل خلط کردئے (ابن کثیر) ؎ حدیث شریف میں لفظ مغفور اور قرآن مجید میں ان تینوں فرقوں کے لئے دخول جنت کا جو

جنت میں جائیگا۔ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ۔ ظالم لنفسہٖ متشبہ صاحب مجاہدہ ومحاسبہ ہے جونفس کے مقابلے میں ہے مقتصد متصوف صاحب مراقبہ ہے جسکا مقام قلب ہے۔ سابق بالخیرات۔ صوفی صاحب مشاہدہ ہے جسکا مستقر روح ہے۔ ابن عطا نے کہا کہ ظالم وہ ہے جو اللہ کو دنیا کے واسطے دوست رکھے مقتصد وہ ہے جو اللہ کو عقبےٰ کے لئے دوست رکھے۔ سابق وہ ہے جو اپنی مراد کو اللہ تعالےٰ کی مراد میں فنا کردے۔ یہی حال صوفی کا ہے۔ پھر ان کے عمدہ مکان اور زیور اور ریشمی لباس کا ذکر فرمایا۔ اب ان کے جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالےٰ کی حمد کرنے کا اسطرح ذکر فرماتا ہے۔ وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَكُوۡرُۨ ۙ الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیۡهَا لُغُوۡبٌ ۝ اور کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدردان ہے جس نے ہمیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وعدہ ہے یہ۔۔۔ خوشخبری ہے۔ ممکن ہے کہ ظالم لنفسہ بعد عقوبت الٰہی آخر میں داخل جنت ہو۔ لہ عوارف المعارف۔ الحزن۔ خشونة فی الارض وخشونة فی النفس لما یحصل فیہ من الغم ویضادہ الفرح (مفردات) اللغوب۔ قال ابن عباس العناء (ابن جریر) النصب واللغوب کل منہا یستعمل فی التعب۔ وکان المراد بنفی ہذا وہذا عنہم انہم لا تعب علی ابدانہم ولا اعیا علی ارواحہم (ابن کثیر) ۱۲۔

اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے لئے گھر میں آتارا یہاں ہمیں نہ کچھ رنج پہنچیگا اور

نہ یہاں ہمیں کچھ تکان پہنچیگی۔ ابن عباسؓ وغیرہ نے فرمایا کہ غفور الیا کہ بہت سے

گناہوں کو معاف کردیا۔ اور شکور الیا کہ تھوڑی سی نیکیوں کی قدردانی کی۔ بعد

حال صلحا اشقیا کا ذکر فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ

فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَهُمْ

يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ

مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝

اور جنھوں نے کفر کیا ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ انپر (موتؒ کا) حکم کیا جائیگا

کہ مر جائیں اور نہ اُن سے دوزخ کا عذاب کچھ کم کیا جائیگا۔ ہم ہر ناشکر کو اسی طرح

سزا دیتے ہیں۔ اور وہ دوزخ میں چلائیں گے کہ ہمارے پروردگار ہمیں نکال

ہم نیک عمل کریں گے اُس عمل کے خلاف جو کرتے تھے (ہم کہیں گے) کیا ہم نے

تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ جو نصیحت لینا چاہے تو اسمیں نصیحت لے۔ اور تمھارے

پاس ڈرانے والا (بھی) آیا۔ پس (عذاب کا مزا) چکھو اور ظالموں کا کوئی مددگار

لہ ابن کثیر۔ یصطرخون۔ یہ صراخ سے باب افتعال ہے۔ قاعدہ کے موافق اسکا تا طا سے
بدل گیا کیونکہ جب باب افتعال کے فاکلمہ میں صاد۔ ضاد۔ طا۔ ظا میں سے کوئی ایک حرف ہو تو
تا طا سے بدل جاتا ہے۔ ۲ہ ا ے بالموت قالہ قتادہ (ابن جریر) ۱۲۔

نہیں ہے۔ نہ تو کافروں کو موت آئیگی جس کے سبب عذاب سے رہائی پائیں
اور نہ عذاب میں کچھ کمی ہوگی۔ بلکہ وہ شدت عذاب سے چیخیں گے کہ اے ہمارے
پروردگار اگر تو ہمیں دنیا میں بھیجدے تو ہم دوسرے عمل کریں گے۔ یعنے ایمان
و اطاعت رب۔ جواب ملیگا کیا بھلا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس میں
تم نصیحت و عبرت لیتے۔ اگر خود ہشیار نہ ہوئے تو ڈرانیوالے کا خیال کر کے خواب
غفلت سے بیدار ہوتے۔ نذیر سے مراد رسول اللہ[1] صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یا بڑھاپا[2]
یا عمر[3] ساٹھ سال کی ہے۔ رسول[4] خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی عمر
ساٹھ سال کی ہوئی تو اب اللہ تعالے نے اُسکے لئے موقع عذر کا باقی نہیں رکھا
کیونکہ اتنی دراز مدت تک اُسے ڈہیل دی لیکن اُس نے توبہ نہیں کی۔ چونکہ
اس عمر میں عذر کا موقع باقی نہیں رہتا اس لئے اکثر اشخاص[5] امت مرحومہ کی

اس امت کی عمریں ۶۰ اور ۷۰ کے بیچ میں

---

[1] چنانچہ سورۂ ملک میں فرمایا اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ۔ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَكَذَّبْنَا الخ ابن کثیر نے کہا یہی اظہر ہے [2] روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و عکرمہ و ابی جعفر الباقر رضی اللہ عنہ و قتادۃ و سفیان بن عیینہ انہم قالوا یعنے الشیب (ابن کثیر) [3] بعضی روایتوں میں ستر اور بیس اور چالیس سال کی عمر بھی ہے۔ تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔ [4] امام احمد و بخاری و نسائی (ابن کثیر) [5] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان میں ہیں۔ اور بہت ہی کم انمیں سے اس سے زیادہ عمر والا ہوگا ترمذی و ابن ماجہ کتاب زہد میں۔ (ابن کثیر) حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر و

یہی عمر ہوگی۔ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ
الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝ بیشک
اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی
باتیں جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا۔ پس جو
کوئی کفر کریگا تو اسکا وبال کفر اسی پر ہے۔ اور کافروں کے لئے انکا کفر ان کے
رب کے پاس غصہ ہی زیادہ کریگا۔ اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی زیادہ کریگا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) عمر و علی رضی اللہ عنہم کی عمر تریسٹھ سال کی ہوی۔ بہجۃ الاسرار و تفسیر روح البیان میں ہے
کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے پاس جب جوان آدمی توبہ کرنے آتا تو فرماتے کہ اے شخص تو
نہ آیا یہاں تک کہ ہمنے تجھے بلوایا۔ اور تو جور و جفا نہ چھوڑا یہاں تک کہ تجھے حاضر کیا۔ اے شخص جبکہ تونے
ہمیں چھوڑ دیا ہمنے تجھے نہیں چھوڑا۔ اور تو ہمیں جسوقت بھولا ہم تجھے نہیں بھولے۔ تو اپنی روگردانی
میں تھا اور ہم تیری حفاظت کرتے تھے۔ پھر ہم نے اپنے قرب کے لئے تجھے حرکت دی۔ اور اپنی
الفت کے لئے تجھے سامنے بلوایا۔ اور جب آپ کے پاس کوئی بوڑھا توبہ کے لئے حاضر ہوتا۔ فرماتے
اے شخص تونے خطا کی اور بہت تاخیر کی۔ تیری عمر بڑھ گئی۔ تیرا شیطان سرکش ہو گیا۔ تونے
لڑکپن میں ہمیں ترک کیا تو ہم نے تجھے معذور رکھا۔ جوانی میں ہماری مخالفت کی تو ہم نے مہلت
دی۔ جب تو بوڑھا ہو گیے بھی ہم سے جدا ہونے لگا تو ہم بھی تیرے دشمن بن گئے۔ پھر اگر اب
بھی تو ہماری طرف پلٹ آتا ہے تو ہم قبول کر لیتے ہیں۔ سلہ جب کافروں کے دائمی عذاب کا ذکر فرمایا تو شبہ ہوتا ہے
کہ تھوڑے دن کے کفر پر دائمی عذاب کیوں۔ اس شبہ کو اسطرح دفع فرماتا ہے کہ ہم عالم غیب ہیں۔ یعنی اگر کافر دنیا میں
ہمیشہ رہتے تو انکا ارادہ اور نیت یہی تھی کہ ہمیشہ کفر کریں۔ اسی لئے انہیں سزا بھی ابدی ملی۔ ١٢

نصیحت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس نے تمھیں ہلاک شدہ لوگوں کے قائم مقام
بنایا۔ پھر بھی تم نے عبرت نہ لی اور اپنے ہی کفر پر خوش ہو۔ یاد رکھو کہ یہ عمر اصل مال ہے جو اس سے
رضاءِ الٰہی کا خریدار ہوا نفع اٹھایا۔ اور جو اس سے اس کے غضب کا مشتری ہوا نقصان
پایا۔ پھر مشرکوں کو متنبہ فرماتا ہے۔ قُلْ اَرَاَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتٰبًا فَھُمْ عَلٰی
بَیِّنَتٍ مِّنْہُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (اے نبی) کہدو کیا تم نے
اپنے ان شریکوں کو دیکھا ہے جنھیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔ مجھے دکھلاؤ کہ انھوں نے زمین
میں سے کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں انکی شرکت ہے۔ یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے
کہ جس پر وہ سند پر ہیں۔ بلکہ ظالم ایک دوسرے سے دہوکے کا ہی وعدہ کرتے ہیں۔ نہ بتوں
نے کوئی شے زمین کی پیدا کی۔ نہ آسمان میں انکا کچھ ساجھا۔ نہ کافروں کے پاس کوئی
کتاب ہے جس سے انھیں قطعی یقین حاصل ہو۔ بلکہ یہ ان کے صرف جھوٹے خیالات
اور نفسانی خواہشات ہیں جس سے صرف ایک دوسرے کو دہوکا دے رہے ہیں۔ ہاں
یہ ساری قدرت خدا میں ہے جیسے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا
غَفُوْرًا ۝ بیشک اللہ آسمانوں کو اور زمین کو (اپنی جگھوں سے) ہٹ جانے سے

بیّنٰت
نافع و شامی
شعبہ و کسائی
ساتھ جمع کے

تھامتا ہے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو انھیں بعد زوال کوئی نہیں تھام سکتا۔ بیشک وہ بُردبار بخشنے والا ہے۔ قدرتِ خداوندی سے آسمان و زمین کی روک تھام ہے۔ ورنہ سب درہم برہم ہو جائیں۔ بیشک وہ بُردبار ہے۔ جو اب تک انھیں تھامے ہوئے ہے۔ ورنہ کافروں کا شرک مقتضی تخریبِ عالم و تعجیلِ عقوبت ہے[1]۔ اور اب بھی جو شرک سے توبہ کرے تو قبل اسلام جو کچھ ہوا ہے سب بخشدیتا ہے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۨ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۗ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۗ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ

[1] چنانچہ فرمایا۔ تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض الایه۔ جهد ايمانهم۔ مصدر في موقع الحال اي جاهدين في ايمانهم والجهد الطاقة والمشقة قال الراغب اى حلفوا واجتهدوا في الحلف ان يأتوا به على ابلغ ما في وسعهم من احدى الامم۔ اى من جميع الامم الذين ارسل اليهم الرسل قاله الضحاك وغيره (ابن كثير) والظاهر ان احدى عام وان كان في الاثبات۔ لان المعنى انهم احدى من كل واحدة لا من واحدة ما (خفاجی) استكبارا۔ بدل من نفورا او مفعول له ومكر السيئ۔ اصله مكروا مكر السيئ اى الفعل السيئ۔ على اقامة المصدر مقام فعله (خفاجی) المكر صرف الغير عما يقصده بحيلة۔ وذلك ضربان مكر محمود وذلك ان يتحرى بذلك فعل جميل وعلى ذلك قال والله خير الماكرين ومذموم وهو ان يتحرى به فعل قبيح ومنه الآية (مفردات) ولذا وصف بالسيئ۔ [2] لیکن انکی سمجھ پر پتھر پڑ گئے۔ رسول کے طالب تھے اور جب آ گئے تو اُن سے منہ پھیر لیا جس طرح فرمایا ہے

لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا اور انھوں نے اپنی قسموں میں بڑی تاکید سے اللہ کی قسم
کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئیگا تو ضرور ہر امت سے زیادہ ہدایت
پانے والے ہوں گے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو انکی نفرت ہی زیادہ
ہوئی بسبب ملک میں سرکشی اور بری تدبیر کرنے کے۔ اور بری تدبیر (کی برائی) اسکی
کرنے والے ہی کو گھیر لیتی ہے۔ پس یہ لوگ اگلوں کے طریقہ کا ہی انتظار کرتے ہیں۔
پس (اے نبی) تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیل نہ پاؤ گے۔ اور تم خدا کے طریقہ میں
ہرگز تغیر نہ پاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ کفارِ قریش و عرب کا حال بیان فرماتا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے پہلے یہ لوگ بڑے بڑے دعوے کرتے تھے لیکن جب
آپ رسالت سے ممتاز ہوئے تو وہ مکر کا جال پھیلا کر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے
لگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طرح طرح کے برے ارادوں سے
پیش آنے لگے۔ لیکن چاہ کندہ را چاہ درپیش کی مثال اُنپر صادق آئی۔ اور انھیں
انتظار بھی اسی کا تھا کہ جس طرح پہلے مکذبین ہلاک کئے گئے اسی طرح یہ بھی ہلاک کیے جائیں
اور اللہ کے طریقہ میں تبدیل[1] نہیں ہے یعنے مقام تعذیب پر رحمت نہیں فرماتا اور نہ اسکے
طریقے میں تحویل ہے اسطرح کہ جھٹلانے والوں سے دوسروں کی طرف عذاب منتقل
فرمائے۔ اسکی تصدیق کے لئے ہلاک شدہ لوگوں کے آثار دیکھو۔ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی

[1] بعض لوگ اس سے کرامت و معجزہ کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہ انکا غلط فہم ہے ۱۲

الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَکَانُوْا اَشَدَّ مِنْھُمْ قُوَّةً
وَمَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعْجِزَہٗ مِنْ شَیْءٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَلِیْمًا
قَدِیْرًاo کیا یہ لوگ زمین میں سیر نہیں کرتے تاکہ دیکھیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا
کیسا انجام ہوا حالانکہ وہ ان سے زیادہ زورآور تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ
اُسے آسمانوں میں اور زمین میں کی کوئی چیز عاجز کرسکے۔ اس لئے کہ جاننے والا
قدرت والا ہے اُس کے عذاب کو کوئی شے مانع نہیں ہوسکتی لیکن وہ فوراً
عذاب نہیں فرماتا۔ وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا
مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ
کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًاo اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے اعمال کے سبب گرفتار
کرے گا تو زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑے گا ولیکن انھیں ایک وقت مقرر
تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب اُنکا وقت آئے گا تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ
رہا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ شرک و معصیت مخلوق کے سبب مواخذہ کرنا چاہے
تو روئے زمین پر آدمی کیا جانور تک بھی باقی نہ رکھے گا۔ شومیِ انسان سے
بیچارے جانور بھی ہلاک ہوجاتے ہیں۔ لیکن ہلاک ہونے کا بھی ایک وقت

لہ یا یہ کہ جانور بھی انسان کے لئے ہیں۔ جب انسان ہی نہیں تو جانور کسکے لئے ۔ ۱۲

مقررہے۔ اورجب وہ وقت آجائے گا تواللہ تعالےٰ دانا بیناہے۔ یعنے بعضوں کوتو مواخذۂ کفر ومعصیت کے لئے ہلاک فرمائے گا۔ او ربعضوں کو ایصالِ ثواب کے لئے۔ کیونکہ جب وہ بصیرہے توپھرہرایک کواُس کے حال کے موافق جزادیگا ٥

آں رابلوامعِ رضا بنوازد وِیں رابنوایرِ غضب بگدازد

حضرت رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ جب کسی قوم پراللہ تعالےٰ عذاب بھیجتاہے توعذاب (اچھے برے) سب کوشامل ہوجاتاہے۔ پھرسب اپنے اپنے اعمال پراُٹھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اس ملک حیدرآباد دکن میں غرۂ رمضان سنہ ۱۳۲۶ روزدوشنبہ رودِ موسے کوعجیب وغریب طغیانی ہوی کہ سیکڑوں مکان

۱ متفق علیہ (مشکواۃ باب البکاء والخوف۔) ۲ جس روز رودِ موسے کوطغیانی ہوی یہہ گنہگار روسیاہ اُس پانی میں جاکرکھڑے ہوکرکہتاتھاکہ اے میرے مالک اگراس عاصی کے لئے یہ پانی چڑھ رہاہے تو یہ عاصی حاضرہے۔ اسکواپنے بندوں پرسے صدقہ کرڈال۔ اوراُنھیں بچالے میرے رونے پرغیربھی میرے ساتھ چلاچلاکر روتے تھے۔ آنسوؤں سے منہ دہوتے تھے۔ لیکن جو حکمِ خداتھاوہ پوراہوکررہا۔ اب دوسرے دن انکی لاشیں دیکھنے کاموقع ہاتھ آیا۔ نہ مکان ہے نہ مکین یعنے میاں بی بی اوراُن کے ننھنے ننھنے بچے بسترِخاک پرپڑے ہیں۔ خوابِ عدم میں سورہے ہیں۔ کہیں صرف مالکِ مکان زندہ ہے نہ گھرہے نہ گھروالوں کاپتہ۔ نہ لڑکے ہیں۔ نہ لڑکیاں سبکوپانی نے جوارِ رحمتِ الٰہی میں بہالے گیا۔ اب وہ بیکس بےبس گویایہ شعرپڑھ رہاہے ٥

برباد۔ ہزاروں جانیں ہلاک۔ لاکھوں روپیوں کا مال تلف ہوا۔ جو مسلمان کہ ہم سے جدا ہو کر چل بسے وہ تو بفرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ اور بطالبِ ثواب دربارِ آلٰہی میں پہنچے۔ اور جو بیدین تھے اُن کے لئے یہ قہرِ آلٰہی تھا جو اُنھیں واصلِ جہنم کیا۔ نبیِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جب کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہے تو عذاب (اچھے بُرے) سب کو شامل ہو جاتا ہے۔ پھر سب اپنے اپنے اعمال پر اُٹھیں گے۔ اور یہ بھی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) گھر بھی چھوٹا دیار بھی چھوٹا	کیا غضب ہے کہ یار بھی چھوٹا

اب مردوں کی فکر کیجیے یا زندوں کی۔ مردے گور و کفن کے محتاج ہیں۔ زندوں کو مکان و لباس و قوت کی احتیاج ہے۔ آخر گاڑیوں پر اُنکی لاشیں بھری گئیں۔ قبر کی جائے گڑھے نصیب ہوئے یعنے ایک ایک گڑھے میں سیکڑوں لاشیں دفن ہوئیں۔ غسل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ پانی نے خود ہی اُنھیں نہلا دُہلا دیا تھا۔ باقی رہی نماز اور قرآن خوانی اس گنہ گار نے ہزاروں آدمیوں کے ہمراہ مکہ مسجد میں نمازِ غائب پڑھی۔ اور وہیں قرآن کے ختم بھی کثرت سے ہوئے۔ اب زندوں کا حال پُر ملال کیا بیان کیجے۔ ایسی ایسی شریف عورتیں جنکی چادر پر بھی کسی نامحرم کی نظر نہ پڑی ہوگی آج اجنبیوں سے منہ کو چھپائے ہوئے اللہ کے مکانوں یعنے مسجدوں میں جا چھپیں۔ وہ ذی عزت مرد کہ جن کے در سے لوگ پرورش پاتے تھے آج وہ خود دوسروں کے دستِ نگر ہیں۔ نہ رہنے کو مکان ہے نہ پہننے کو کپڑا۔ نہ کھانے کو کھانا۔ مصیبت زدہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ہی شامتِ اعمال ہے۔ ہم لوگ اُنھیں تسلی دیتے ہیں کہ آپکے بڑے مراتب ہیں۔ آپ کو قرآن شریف خوشخبری دے رہا ہے کہ صابروں کو بشارت دو کہ اُن کے لئے رحمتِ آلٰہی ہے۔ اُنھیں بے حساب ثواب دیا جائیگا۔ اور خود اللہ تعالےٰ اُن کے ہمراہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہر بندہ روزِ قیامت اسی حالت پر اٹھایا جائیگا جسپر وہ مرتا ہے"

وجہ طغیانی رود موسے

یہ تو قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے فرمادیا کہ جو آفت و مصیبت تمھیں پہنچتی ہے وہ تمھاری ہی کرنی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ تو بہت سی چیزوں سے درگذر کرتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی اسی قسم کا مضمون آیا ہے کہ "اگر تم سب متقی ہو جاؤ تو تمھیں دن میں بارش کی تکلیف بھی نہ ہوگی بلکہ رات کو پانی پڑیگا دن کو کھل جائیگا۔ بجلی کی یہ کڑک اور چمک بھی نہ ہوگی" پھر جو تکلیف ہوتی ہے اور عذاب آتا ہے تو اسکا باعث وہی اعمال بد ہیں کہ جنسے اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اگلی امتوں کا حال قرآن مجید میں مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نافرمانی ہی سے غرق ہوی۔ اغلام و لواطت کی وجہ سے لوط علیہ السلام کی امت کا طبق کا طبقہ الٹ دیا گیا۔ ہود علیہ السلام کی امت قوم عاد پر اسی نافرمانی کی بدولت ہوا کا ایسا عذاب آیا کہ پتھروں پہاڑوں اور درختوں کو اکھاڑ اکھاڑ کر اپنے لا ڈالا۔ ایسے ملیا میٹ ہوگئے کہ گویا اس سطح زمین

شومیٔ اعمال

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپکی دعا مقبول ہے آپ دل شکستہ لوگ ہم عاصیوں کے لئے دعا کیجے کیونکہ ہمارے اعمال کی شامت ہے جو اسطرح تباہی ہوی۔ مسلم (مشکوٰۃ)

کبھی آبادہی نہ ہوئے تھے۔ صالح علیہ السلام کی امت قوم ثمود نے باوجود کفر
اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اُنپر بھی عذاب آیا یعنی سخت چیخ ہوئی
جس سے اُن کے جگر پھٹ گئے اور چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو گئے شعیب
علیہ السلام کی امت اہل مدین نے کفر کیا۔ ناپ اور تول میں بھی دغابازی کرتے تھے
اور لوگوں کو کم دیتے تھے۔ اُن پر لو کا عذاب آیا جس نے اون کے
جسم جھلس دئے۔ فرعون جو بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا موسٰے
علیہ السلام کی نافرمانی کے باعث اپنی قوم کے ساتھ قلزم میں غرق ہوا۔ داؤد
علیہ السلام کی امت اہل ایلہ باوجود ممانعت ہفتہ کے روز مچھلیاں شکار
کرتے تھے۔ ساری قوم مسخ کر کے ہلاک کر دی گئی۔ اس بارے میں حدیثیں
بھی بہت سی ہیں ازانجملہ یہ حدیث بھی ہے جسے ابن عباسؓ نے روایت
کی ہے کہ "کسی قوم میں خیانت ظاہر نہیں ہوتی مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اُس کے
دل میں (دشمن کا) خوف ڈالتا ہے۔ کسی قوم میں زناکاری نہیں پھیلتی مگر
یہ کہ اُسمیں موت زیادہ ہوتی ہے۔ کوئی قوم ناپ اور تول میں کمی نہیں کرتی
مگر یہ کہ اُس سے رزق روک لیا جاتا ہے۔ کوئی قوم ظلم نہیں کرتی مگر یہ کہ

لہ مسلم (مشکوٰۃ) - ۱۲

اسمیں خونریزی عام ہوتی ہے۔ کوئی قوم عہد شکنی نہیں کرتی مگر یہ کہ اسپر
دشمن مسلط ہوتا ہے "۔ جب قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ
تکلیف اور عذاب ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اپنے
اعمال کو دیکھیں۔ کیا زناکاری عام نہیں ہوگئی۔ یا نشہ بازی سربازار
نہیں ہوئی۔ ایا اغلام ولواطت میں ایک خاص فرقہ مرتکب نہیں ہے
دین کے بڑے ارکان نماز وروزہ وزکوٰۃ وحج کا کیا حال ہے۔ مے خانے
آباد ہیں مسجدیں ویران۔ یہ طغیانی ہمارے ہی اعمال کی شامت نہیں
تو اور کیا ہے۔ کیا یہ طغیانی عذاب سابق کا نمونہ نہ تھی۔ پانی سے زمین کا اُبلنا
آسمان سے بارش کا لگاتار برسنا عبرت کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہی
طغیانی اور تھوڑی دیر رہتی تو سارے شہر کی خبر لیتی۔ ہمیں چاہیئے کہ سب
سے پہلے گناہوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ امیر غریب سب ملکر درگاہ
باری میں تضرع وزاری سے توبہ کریں تاکہ پھر کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا
نہ کئے جائیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَبَلَاءِ الْاٰخِرَةِ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي
الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ؕ
(الحمد للہ سورۂ فاطر تمام ہوا۔)